

حضرت شیخ العالم پیر علاء الدین صدیقیؒ  
”کے مفہومات اور تصوف کی ضرورت و اہمیت پر مبنی منفرد کتاب

## مفہام اکنز (جلد دوم)

نظر ثانی

تحمیل و تالیف

ڈاکٹر سجاد حسین

خلیفہ محمد انیس صدیقیؒ

السرخسی دارالترجمة والطباعة

فیکٹری آف عریکہ اینڈ اسلامک استڈیز

محی الدین اسلامی یونیورسٹی نیریاں شریف آزاد جموں و کشمیر

## جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں۔

نام کتاب: مفتاح الکنز (جلد دوم)

مؤلف: خلیفہ محمد امین صدیقی

حسب الارشاد:

پیر طریقت ڈاکٹر محمد سلطان العارفین نقشبندی

سجادہ نشین حضور شیخ العالم، چانسلر مسیحی الدین اسلامی

یونیورسٹی و مسیحی الدین میڈیا کالج میر پور آزاد کشمیر

تاریخ اشاعت: نومبر ۲۰۲۳ء

کمپوزنگ:

ندیم اعجاز صدیقی (میرٹ کس کمپوزر، راولپنڈی)

ایڈیٹنگ / نظر ثانی:

ڈاکٹر سجاد حسین (اسٹنٹ پروفیسر، فیکٹری آف عربیک ایئڑا اسلامک

اسٹڈیز، مسیحی الدین اسلامی یونیورسٹی، نیریاں شریف، آزاد جموں و کشمیر

ناشر:

السرخسی دارالترجمة و الطباعة

ملنے کا پتہ:

مکتبہ مسیحی الدین اسلامی یونیورسٹی، نیریاں شریف، آزاد جموں و کشمیر

# مفتاح الکنز (جلد دوم)

حسب ارشاد: چانسلر محبی الدین اسلامی یونیورسٹی و محبی الدین میدیکل کالج جانشین حضور شیخ العالم  
صاحبزاده پیر طریقت ڈاکٹر محمد سلطان العارفین صدیقی الازہری مدظلہ العالی

تجمیع و تالیف: خلیفہ محمد انبیس صدیقی، سجادہ نشین دربار لہڑی شریف بگاہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

ناشر: السرخسی دارالترجمة و الطباعة، فیکٹری آف عربیک اینڈ اسلامک  
ائٹریز محبی الدین اسلامی یونیورسٹی نیریاں شریف آزاد جموں و کشمیر

## انتساب

ان دو عظیم ہستیوں کے نام جنہوں نے دینِ حق کی تشویہ، اعمال کی ترغیب، عقائد کی تطہیر، قلوب کی تسبیح، ذکر اللہ کی ترویج کے ساتھ ساتھ راہ نور دان صراطِ مستقیم کو جادہِ حق پر گامزد کرنے کے لیے اپنے آبائی وطن غزنی افغانستان کو چھوڑ کر اپنے مرشد گرامی خواجہ محمد قاسم صادق موبہڑوی علیہ الرحمۃ کے حکم پر کشیر کی بلند وبالا مگر سنگلاخ پہاڑیوں پر ڈیر الگایا اور ہر قسم کی ابتلاء و محن کے کارزار سے گزر کر اپنے فرائض کو انجام دیا جنہیں دنیا خواجہ خواجگان غوث الامت پیر غلام مجی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور پیر محمد دراب خان صاحب المعروف پیر ثانی صاحب علیہ الرحمۃ کے نام سے جانتی ہے۔ اس موقع پر میں اپنے والد گرامی علیہ الرحمۃ کا نام ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں اس لیے کہ آپ اگر مجھے وقت نہ دیتے تو میں یہ معلومات آپ تک کیسے پہنچاتا؟

رندوں کو بھی معلوم ہیں صوفی کے کمالات

ہر چند کہ مشہور نہیں ان کی کرامات

اقبال

احقر العباد

خلیفہ محمد ابی صدیقؑ

## ترتیب

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
.1	تقریط	18
.2	پیش لفظ	30
.3	دیباچہ	37
.4	تصوف ایک آفاتی سچائی ہے	38
.5	(اسلام اور تصوف) روحانی حقیقوں سے خالی انسان لذتِ ایمان سے خالی ہوتا ہے	41
.6	الیوم اکملت لكم دینکم کی مراد	42
.7	تصوف اسلام کی تاریخ	44
.8	دورِ نبوت اور خلافتِ راشدہ	44
.9	دورِ اموی	45
.10	صوفیہ کا پہلا طبقہ	46
.11	شقافتی / علمی اعتبار سے تصوف / عرفان کے دو شعبے ہیں	62
.12	نظری شعبہ	63
.13	الہیاتی فلسفہ اور تصوف	65
.14	محاکمہ	65
.15	تصوف / عرفان کے مآخذ	67

68	اعتراف مغرب	.16
71	لفظ تصوف پر ایک طائرانہ نظر:	.17
72	تصوف اور صوفی کی اصطلاحوں کی ابتداء	.18
73	حرف آخر (اسلام کے تین شعبے)	.19
74	تصوف کے چار ارکان	.20
62	تصوف کو متوازی دین کہنا ایک فکری دہشت گردی ہے	.21
78	تصوف کے بارے میں اعاظم صوفیاء کی آراء	.22
82	امام غزالی اور مدارج توحید کا بیان	.23
84	وضاحت عقیدہ ختم نبوت	.24
89	عظم روحانی پیشوای پیر علاء الدین صدیقی ازمولف	.25
93	امام غزالی علیہ الرحمۃ اور ضرورت تصوف	.26
95	امام غزالی علیہ الرحمۃ کے مزار پر حضرت صاحب کی حاضری	.27
94	امام غزالی علیہ الرحمۃ اور تصوف	.28
98	فقائی اللہ سلوک کا پہلا نیسہ ہے	.29
100	تصوف کی ضرورت	.30
99	علم، ذوق و ایمان	.31
101	تصوف کیوں؟ ایک وضاحت	.32
103	اصل صوفی کون ہے؟	.33
105	شریعت و طریقت کی وضاحت۔ مشہور صوفی بزرگ شیخ احمد بیگ منیری	.34

105	آپ کی متذکرہ بالا کتاب کے اقتباسات	.35
106	شریعت اور طریقت میں فرق	.36
121	تصوف کا دستور العمل	.37
128	ضابطہ تصوف	.38
133	غیر مذہب مفکرین کے تصوف کے بارے میں تاثرات	.39
136	تصوف اسلام کی روح اور ایمان کا جو ہر ہے	.40
137	نوجوانوں کے ۱۵ سوال۔ مولانا عبدالماجد ریاضادی	.41
144	مریدی کا اصل راز، پیر کی صحبت ہے	.42
145	مختلف شجرہ ہائے تصوف کی کٹریاں صحابہ کرام سے جا کر ملتی ہیں	.43
151	بعثتِ رسالت کے مقاصد	.44
152	تصریح	.45
152	صوفیائے کرام کے بعض معمولات پر اعتراضات اور ان کے جوابات (آنحضرت ﷺ کے اعمال کے آئینہ میں)۔ از مولانا مناظر حسن گیلانی	.46
162	بر صغری با خصوص ہندوستان میں صوفیائے کرام کا کردار	.47
163	تصوف اور صوفیاء سے لوگوں کا تعلق	.48
167	زہد و استغنا	.49
168	اشاعتِ علم اور صوفیاء کا کردار	.50
169	پروردش خلائق	.51
170	انسانیت کی پناہ گاہیں	.52

172	اقبال اور تصوّف۔ انٹرویو ایڈیٹر محمد دین فوق ایڈیٹر سالہ "طریقت"	.53
177	عشق اور ذکر کا بابی ربط	.54
179	راہِ محبت کے مسافر کا دستور العمل	.55
183	اولیائے کرام کی فضیلت محدث ابن جوزی کی نظر میں	.56
185	دنیا میں چودہ ایسے افراد ہر دور میں رہیں گے جن کے سبب سے عذاب ہٹا دیا جائے گا (حدیث)	.57
186	اہل تصوّف: ابن خلدون کی نظر میں	.58
186	ابن خلدون مشہور مورخ اپنے تصوّف کے عنوان پر لکھے گئے مضمون کے آخر میں لکھتے ہیں۔"	.59
188	تصوّف کے چار ادوار۔ از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	.60
188	قبلہ شاہ صاحب کی شخصیت / تعارف	.61
186	تصوّف کے بعض اشغال کی نوعیت اور شرعی حیثیت نیز نی پاک علیہ السلام نے اس کی تعلیم کیوں نہیں دی؟	.62
196	اکثر درباروں پر غیر شرعی امور کا راجح کیوں ہے؟	.63
198	صوفیاء کا تاریخی کردار	.64
198	تصوّف کے ارکان سے گانہ	.65
198	روحِ اسلام کے اجزاء ٹلاش اور ان کا ربط	.66
202	کون کون سے بادشاہ کس صوفی بزرگ سے وابستہ تھے؟	.67
211	پیوستہ رہ شجر سے امید بہار کھ (بہار پتھروں پر توجہ نہیں دیتی)	.68

212	فرض نمازوں کی قضا کیسے کی جائے یا قضاء نمازوں کو کیسے پورا کیا جائے	.69
213	نعمت کب آزمائش بنتی ہے؟	.70
213	ایشیاء میں بزرگانِ دین نے اسلام کیسے پھیلایا؟ از حضور شیخ العالم	.71
214	پیر کے ساتھ سچی محبت کی علامت	.72
215	تقسیم رحمت، حصول مغفرت نبی ﷺ کی نسبت کے ساتھ مشروط ہے۔	.73
217	تصورِ شیخ کی اہمیت (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی نظر میں)	.74
217	ایک مخصوص و نظیف	.75
217	خلفاء کے معمولات	.76
219	نماز باجماعت کا بیان اور ایک غلطی کی نشاندہی	.77
220	اللہ تعالیٰ سے قریب حاصل کرنے کا طریقہ (عدلیہ کے اعلیٰ افسران سے گفتگو)	.78
221	تبیح کا استعمال	.79
221	تصورِ شیخ کا طریقہ و فائدہ	.80
221	بیعت کیا ہے؟ اور کیوں کی جاتی ہے	.81
222	صوفی کون ہوتا ہے؟	.82
223	بندے کی قیمت، اس کے ذوق کے معیار کے مطابق ہے	.83
224	دو جہاں کا عروج سجدہ ریزی میں ہے	.84
225	وسوے	.85
225	نعمت اور محفل نعمت	.86

230	یاد آنا اور ہے یاد رہ جانا اور ہے	.87
230	دین ایک ہے معمولات مختلف کیوں ہیں؟	.88
231	اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ	.89
232	اللہ کی نارِ ضگی اور ذکر۔ ایک لطیفہ	.90
232	ایمان کے بعد، اطمینانِ قلب ساری نعمتوں کا سردار ہے	.91
234	بایزید بسطامیؒ اور کتنے کا واقعہ	.92
234	اللہ کی رضا کی علامت	.93
235	اپنی اولاد کو ادب سیکھنا والدین پر فرض ہے	.94
237	واقعہ کربلا کا ایک پہلو اور محبت کا تقاضا	.95
239	جہاد قیامت تک جاری رہے گا	.96
239	حسینیت کیا ہے؟	.97
241	نماز نہ پڑھنا اللہ کے قانون سے بغاوت ہے	.98
242	قدرت، محبت اور قرب	.99
242	قرب کی دو اقسام	.100
243	صرف بندہ ہونا اور ہے اور اس کا بندہ ہونا اور ہے	.101
244	ذکر کی کثرت اور ذکر کی حد	.102
244	قوموں کی تبدیلی اور اہل حال کا کردار	.103
244	یاد حق مومن کی سب سے بڑی دولت ہے	.104
246	اللہ کی رحمتیں کچھ کام خفیہ کرتی ہیں	.105

246	عند اللہ عظیم ندی کا معیار	.106
247	انسان ہونا اور بات ہے بندہ ہونا اور بات ہے	.107
248	عبد مازون غلامی کا اعلیٰ ترین معیار	.108
248	حقیقی وابستگی اور اس کے تقاضے	.109
249	عالم اور شیخ العالم کی وضاحت	.110
250	نعمت گوئی، ایک حساس کام	.111
250	روحانیت کیا ہے؟	.112
251	روحانیت کی پہچان کیا ہے؟	.113
252	موت و حیات	.114
254	اس سے قُرب کیسے ہو؟	.115
254	حال اور قال میں کیا فرق ہے؟	.116
254	صاحب نظر کی توجہ ذات کو بدلتی ہے	.117
255	بندہ صاحب نظر کب بتتا ہے؟	.118
256	ذات سے کیا مراد ہے؟	.119
257	کیا یہ شرک نہیں؟	.120
257	اس میں شرک کی کونی بات ہے؟	.121
257	نمزاں اور اس کی منازل	.122
258	یا اللہ یار حسن یار حیم کی اہمیت	.123
258	عمراں خان کو نصیحت	.124

259	ایک نوجوان کو نصیحت	.125
259	ہم جس اور ہم سفر	.126
261	مزارات پر حاضری کے فائدے	.127
262	ایک فرض جو ہر وقت فرض ہے	.128
262	اصحاب ایمین اور اصحاب اشمال	.129
263	دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنے کی توجیہات	.130
263	بندگی حقیقی محبت کا امتحان ہے	.131
265	خواص کی ریکارڈ	.132
265	درویشوں کے ساتھ تعلق کے فائدے	.133
266	مزارات پر حاضری کا طریقہ	.134
266	اللہ کا شکر اور اس کا طریقہ	.135
267	تین چیزیں اکٹھی ہو جائیں تو عمل وجود میں آتا ہے	.136
267	مؤمن کا اصل اثاثہ	.137
268	ذکر کے درجات	.138
268	ختم خواجگان شریف کے فوائد	.139
269	ختم شریف کی موجودہ ترتیب کب عمل میں آئی؟	.140
269	بیعت ہونے کے فائدے	.141
270	انگوٹھے چومنا	.142
270	اللہ تعالیٰ نے رزق اپنے ذمہ لے رکھا ہے	.143

271	معتبر تابع داری	.144
271	لا الہ الا اللہ کا ذکر سب سے افضل کیوں ہے؟	.145
271	ذکر کے متعلق ایک ضروری مسئلہ	.146
271	ذکر کے متعلق اہل تصوف کی سوچ	.147
273	ذکر کی برکات	.148
273	ذکر اور استقامت	.149
275	دین ایک ہے سلاسل مختلف کیوں ہے؟	.150
276	انما انا پسر مُتکم	.151
277	خیر اور شر (عروج و زوال کی علامات)	.152
278	خیر کے تین ادوار	.153
280	تعلق کے اعتبار سے انسانوں کی تین اقسام	.154
281	زیان کا رلوگ	.155
281	روحانی قرب	.156
282	قرب اور چیز ہے ہم جس ہونا اور بات ہے	.157
283	روح کی غذا حاصل کرنے کا طریقہ	.158
283	پیر کا لفظ کیوں استعمال ہوتا ہے؟	.159
285	فقیری کیا ہے؟	.160
285	جب تک انسان مر نہ جائے کنہ ھوں پر نہیں اٹھایا جاتا	.161
287	علماء سے محبت	.162

287	نگے سر نماز پڑھنا کب جائز ہے (ایک فقہی مسئلہ)	.163
288	باجماعت نماز کے بعد دعا	.164
288	جو انوں کو نصیحت	.165
289	بیعت اور اس کے فائدے	.166
289	سوال: دوسو سے کیوں آتے ہیں؟	.167
290	روحانی سفر اور اس کے لوازمات	.168
290	ہر سلسلہ طریقت کا ایک مخصوص وظیفہ ہے	.169
292	قربِ مصطفیٰ و سلیمانی ہے قرب خدا تعالیٰ کا	.170
292	پیر کا ادب کامیابی کی ضمانت ہے	.171
294	روحانیت اور بشریت	.172
295	علم ایک چراغ ہے	.173
295	تین چیزیں بندے کی زندگی پر حاوی ہیں	.174
296	آکسفورڈ یونیورسٹی میں ایک عیسائی کے ساتھ ملاقات	.175
297	صوفیاء کہتے ہیں پہلے محبوب پھر معبد	.176
299	الصلوة معراج المو منین	.177
299	صوفیاء کسی سے نفرت کیوں نہیں کرتے	.178
299	تین چیزوں کا پاک ہونا لازم ہے	.179
300	احسین منی وانا من الحسین	.180
300	مومن اور مسلمان	.181

302	عمل عقیدے کا محتاج ہے	.182
303	تجدد کی برکات	.183
303	راہ سلوک کے مسافروں کے لیے ہدایات	.184
303	حینی یار رسول اللہ	.185
304	عالم دنیا عالم برزخ اور عالم عقبی کی ضروریات پوری کرنے والا جامع وظیفہ	.186
305	صرف نماز پڑھ لینا نجات کے لیے کافی نہیں ہے	.187
306	ذکر اور اخلاص	.188
307	دریا میں اہمیں ہوں تو اس پر گرد نہیں بیٹھتی	.189
308	جس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنی ہے وہ پہلے نبی پاک ﷺ کے ساتھ محبت کرے۔	.190
309	مختلف سلاسل طریقتِ ذوق کی تقسیم کا نام ہے۔ اصل سب کی شریعت ہے	.191
309	نعمت گوئی کے لیے نسبت، طہارت اور علم کا ہونا ضروری ہے	.192
310	لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْأَنْعَمُ	.193
312	نبی اکرم ﷺ کی امت کا پہلا گواہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ	.194
312	نمازِ جنازہ کے بعد دعا کی حکمت	.195
313	تصوف کے ساتھ وابستگی کا فائدہ	.196
314	صوفی وہ ہے جو ایک لمحے کے لیے غافل نہ ہو	.197
314	بندہ ہمیشہ حسن کی تلاش میں رہتا ہے	.198

315	ذات تک پہنچنا ہو تو صفات کا تذکرہ کرو	.199
315	علم کافیسان نبی ﷺ کی خیرات ہے	.200
316	قبضہ دو قسم کا ہوتا ہے	.201
318	وجہمک علیک حق	.202
318	پاکیزہ عملِ عشق نبی کا محتاج ہے:	.203
319	شیخ کی نارا ضگی	.204
320	چشتی فیض کا واقعہ	.205
321	سحری کے وقت جانے کا نسخہ	.206
321	نوافل قرب کا ذریعہ ہیں فرائض کیوں نہیں؟	.207
322	کون سامنازی بیک وقت نمازی بھی ہے اور غازی بھی؟	.208
322	مزارات پر حاضری مسائل کے حل کا ذریعہ ہے	.209
323	دروود شریف کا ورد	.210
323	حضور قبلہ عالم خواجہ غلام مجی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا انداز تبلیغ (ایک جملہ)	.211
325	حضرت میاں میر کا واقعہ	.212
335	مطلق ذکر کے معانی (قرآن و حدیث کی روشنی میں)	.213
339	ذکر کے الفاظ کی تخصیص	.214
339	وہ آیاتِ قرآنی جن کی مراد لا الہ الا اللہ ہے۔ (صحابہ کرام کے فرائیں کی روشنی میں)	.215

341	احادیث نبویہ سے مطلق ذکر کی توثیق 153 احادیث مبارکہ	.216
371	امت کے جدید و ممتاز اکابرین علماء و صوفیاء کے نورانی اقوال	.217
374	اقوالِ زریں۔ حضور شیخ العالم علیہ الرحمۃ	.218
380	ذکر جلی اور ذکر خفی پر حضور شیخ العالم علیہ الرحمۃ کی قرآن و سنت اور اکابرین امت کے بیانات کی روشنی میں علمی تحقیق	.219

## تقریظ

اللہ تعالیٰ نے انسان کے ظاہری وجود کو مٹی سے بنایا اس میں روح پھونگی تو وہ زندہ ہو گیا، اس نے حرکت کرنا شروع کر دی اور بولنا بھی شروع کر دیا۔ اس طرح انسان بدن اور روح کے مجموعہ کی صورت میں معرض وجود میں آگیا۔ بدن ان اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے جن کو دیکھا بھی جاسکتا ہے اور چھوا بھی، خواہ وہ ظاہری اجزاء ہوں یا غیر ظاہری، جبکہ روح کا معاملہ بدن سے بالکل مختلف ہے۔ اسے نہ تو دیکھا جاسکتا ہے اور نہ ہی چھو جاسکتا ہے۔

علم کپیوٹر کی دو معروف اصطلاحیں ہیں: ایک ہارڈویئر اور دوسرا سافت ویر۔ انسان کا ظاہری وجود ہارڈویئر کی مانند ہے اور باطنی وجود یعنی روح سافت ویر کی مانند ہے۔ اگر ہارڈویئر میں کوئی خرابی ہو تو ہارڈویئر کا ماہر اسے دور کرے گا اور اگر سافت ویر میں کوئی نقص پیدا ہو جائے یا کوئی فائل کرپٹ ہو جائے تو اسے سافٹویئر کا ماہر ہی صحیح کرے گا۔ انسان کا بدن ہارڈویئر کی طرح ہے اور روح سافٹویئر کی طرح۔ اگر انسان کے ظاہری جسم میں کوئی بیماری پیدا ہو جائے تو اس بیماری کا ماہر طبیب / ڈاکٹر علاج کرے گا۔ اگر روحانی امراض پیدا ہونا شروع ہو جائیں تو ان کا علاج بدنبال امراض کا ماہر نہیں کر سکے گا بلکہ روحانی امراض کا ماہر ہی ان کا علاج کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی ایسی بیماری پیدا نہیں کی ہے جس کے علاج کے لئے کائنات میں کوئی موثر دام موجود نہ ہو۔ اس حقیقت کی گواہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان کی ہے: "لکل داء دواء فإذا أصيّبَ دواءً الداء برأ باذن الله عزوجل"

(صحیح مسلم، کتاب السلام، باب لکل داء دواء و استحباب التداوى حدیث نمبر: 5741)۔

ترجمہ: (ہر بیماری کی ایک دوڑے جب وہ دوا پہنچتی ہے تو اللہ کے حکم سے شفا ہو جاتی ہے)۔ گویا انسان کی جسمانی و روحانی امراض کی ادویات اللہ تعالیٰ نے تخلیق کر رکھی ہیں۔ انہیں حسب ضرورت استعمال کرنا یا نہ کرنا انسان کے اختیار میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء و رسول علیہم السلام کو دیگر فرائض منصوبی اور ذمہ داریوں کو انجام دینے کے ساتھ انہیں اپنی مخلوق کی روحانی بیماریوں کے مستند معانج کے طور پر بھی مبعوث کیا جاتا رہا اور یہ سلسلہ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم پر آکر ختم ہو گیا۔ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جن مقاصد کے حصول کے لئے مبعوث کیا ان میں سے ایک مقصد انسانی نفوس کا تزکیہ کرنا ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ  
يَأْتِيُوكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ وَيُعْلَمُونَ أَنَّهُ مِنْ رَبِّكُمْ وَإِنَّ  
كَانُوا مِنْ قَبْلِ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (سورۃ ال عمران: 164)

(بیشک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا کہ ان میں ان ہی میں سے (عظمت والا) رسول ﷺ بھیجا جوان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار مقاصد کے حصول کے لئے نبی کرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کو مبعوث کیا تو انہوں نے 11 ہجری (یعنی اپنی رحلت) سے قبل ان مقاصد کے حصول کو بدرجہ اتم پایا یہ تکمیل تک پہنچایا۔ اس وقت کائنات میں ان ہی مقاصد کے فیوض و برکات جاری و ساری ہیں، اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔

ان مقاصد میں سے ایک مقصد "یزکیهم" ہے، یعنی مخلوق الہی کا ظاہری و باطنی طور پر تزکیہ کرنا۔ اسی تزکیہ کو تصوف کہتے ہیں۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم میں تزکیہ ہی کے لئے لفظ "احسان" مستعمل ہے۔

حدیث جریل علیہ السلام میں ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم سے احسان کے متعلق استفسار کیا گیا تو آپ نے جواب فرمایا: "الاحسان ان تعبد الله كانك تراہ فان لم تكن تراہ فانه يراك" (احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو، ورنہ یہ عقیدہ لازمی طور پر رکھو کہ اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے)۔

احسان کے اس درجہ کو ہی پاسکتا ہے جس کے ظاہر و باطن کا تزکیہ ہو چکا ہو۔ تزکیہ کی اس صفت سے متصف انسان کو صوفی کہا جاتا ہے۔ بندگان الہی میں سے صوفی کا اطلاق صرف اس پر ہوتا ہے جو نظری اور عملی طور پر تصوف سے منسلک ہو اور اس راستے کا شاہ سوار ہو۔ بقول حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ: "تصوف کی راہ وہی پاسکتا ہے جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن مجید اور بائیں ہاتھ میں سنت رسول صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم ہو۔ وہ ان دو چراغوں میں راستہ طے کرتا ہے تاکہ شبہات کے گڑھوں میں نہ گرار ہے"

(تصوف تلاش احسن کی ہمہ گیر تحریک، مرتب: ذاکر محمد اسحاق قریشی رحمہ اللہ، ص 250)

تصوف دین اسلام کے عالمگیر نظام حیات کی ایک ایسی پر کیف اور پر سرور کیفیت کا نام ہے جو اسلامی شریعت کو اپنی ذات پر فکری و عملی طور پر نافذ کرنے کے بعد فضائل اخلاق سے مزین ہو کر مخلوق الہی کو ان سے نوازتے رہنے کے بعد طاری ہوتی ہے۔ آسان الفاظ میں یوں سمجھتے کہ نبی اکرم حضرت

محمد ﷺ نے جن کاموں کے کرنے اور جن کے نہ کرنے کا حکم دیا ہے، اس حکم پر عملی طور پر مظاہرہ کرتے رہنے کا نام اسلامی تصوف ہے۔ یعنی اچھے کام کرنے اور ہمیشہ کرتے رہنے، برے کام ترک کرنے اور ہمیشہ کے لئے ترک کر دینے کا نام اسلامی تصوف ہے۔ اسی کے لئے قرآن مجید میں تزکیہ کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔

دین اسلام کے درج ذیل تین شعبے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں:

الف۔ ایک شعبہ عقائد یعنی ایمانیات کا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ، ملائکہ، آسمانی کتب، انبیاء و رسول علیہم السلام اور آخرت پر قلبی ولسانی اور عملی طور پر ایمان لانا مطلوب ہوتا ہے۔ یہ علمائے علم الکلام یعنی متكلّمین حضرات کا شعبہ ہے۔ وہی اس شعبہ کے متعلقات پر کام کرتے ہیں اور انہیں آگے منتقل کرتے ہیں۔

ب۔ دوسرا شعبہ اعمال کا ہے، جس میں عبادات و معاملات اور اخلاقیات یا آداب معاشرت شامل ہیں۔ یہ فقہاء کرام کا شعبہ ہے جو اس کے متعلقات پر کام کرتے ہیں اور اسے آگے بڑھاتے ہیں۔

ج۔ دین اسلام کا تیسرا شعبہ روحانیت کا ہے۔ اس شعبہ کا تعلق روح اور قلب سے ہے۔ بندے کی تمام روحانی و قلبی کیفیات اسی شعبہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ امت کے صوفیاء حضرات کا شعبہ ہے جو اس کے متعلقات پر کام کرتے ہیں اور انہیں اپنے سے بعد میں آنے والوں کے لئے پیش کرتے ہیں۔

نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ والہ واصحابہ وسلم نے جس طرح دین اسلام کے دیگر شعبوں میں اپنے اسوہ حسنہ کے ذریعہ نظری و عملی طور پر ہدایات پیش کی ہیں اسی طرح روحانیت کے

شعبہ میں بھی نظری و عملی انداز میں راہنماء صول پیش کیے ہیں۔ حدیث جبریل علیہ السلام اس حقیقت پر شاہد ہے جس میں نبی کرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم نے نہایت مختصر مگر جامع انداز میں ایمانیات، اعمال اور روحانیت کے شعبہ کے متعلقات کو سمو دیا ہے۔

دین کے یہ تینوں شعبے آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ ان کا آپس میں بہت گہرا ربط و تعلق ہے۔ اگر بندے کے عقائد صحیح ہیں اور زبان سے ان کا اقرار بھی کرتا ہے مگر عملی طور پر ان کا مظاہرہ نہیں کرتا تو وہ معیاری مسلمان کھلانے کا حقدار نہیں ہو گا۔ اگر بندہ اعمال کا مظاہرہ کرتا ہے مگر اس کا عقیدہ صحیح نہیں ہے تو اس کے اعمال اللہ تعالیٰ اور نبی کرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ کے ہاں قابل قبول نہیں ہوں گے کیونکہ اعمال کی قبولیت کے لئے عقیدے کا صحیح ہونا لازمی شرط ہے۔ اگر بندے کا عقیدہ صحیح ہے اور اس کے ظاہری اعمال بھی درست ہیں مگر اس کے روحانی یعنی باطنی اعمال میں خلل پایا جاتا ہے یا سرے سے وہ روح کی غذا کا اہتمام ہی نہیں کرتا تو اس سے ایمان اور اسلام یعنی عقائد و اعمال دونوں ناقص رہ جائیں گے۔

اس سے ثابت ہوا کہ اسلامی شریعت کے یہ تینوں شعبے آپس میں ایک دوسرے سے مریبوط ہیں اور ایک دوسرے کو قوت دیتے ہیں، ایک دوسرے کی بالیگی کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی بقاء کا سبب بنتے ہیں۔ اگر بندہ ان میں سے کسی ایک شعبہ کے متعلقات کو نظر انداز کرتا ہے تو دوسرے شعبہ سے تعلق رکھنے والے امور میں بگاٹ پیدا ہو جائے گا اور نتیجتاً درجہ کمال تک پہنچنے کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔ درجہ کمال یعنی قرب الہی کے حصول کے لئے مومن ہونا ضروری ہے۔ اسلامی شریعت کی صرف ظاہری تعلیمات کا عملی مظاہرہ کر کے بندہ مسلمان تو ہو گا مگر کامل مومن نہیں کھلا سکے گا۔

اس لئے بندے کو ایک طرف سے ایمانیات و عقائد کے شعبہ پر توجہ دینا ہو گی اور ایمان کے تقاضے پورے کرنا ہوں گے اور دوسری طرف سے اسلام کے بنیادی ارکان و اصولوں کا عملی طور پر مظاہرہ کرتے ہوئے ان کے تقاضے پورے کرنا ہوں گے اور تیسرا طرف سے ایمان اور اسلام کے متعلقات کو جاندار بنانے، ان میں حسن پیدا کرنے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کے قابل بنانے کے لئے اسلام کے تیسرا شعبہ یعنی احسان کے متعلقات پر بیدار مغربی کے ساتھ خوب توجہ دینا ہو گی، کیونکہ احسان کے متعلقات پر عمل کرنے سے، پہلے دو شعبوں کے متعلقات میں ایسا نور پیدا ہوتا ہے جس سے ان میں نکھار آ جاتا ہے اور بندہ عقائد و اعمال کی حلاؤت اور میٹھا س محسوس کرتا ہے۔ اس میں مزید ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔ ایسا س وقت ہو سکتا ہے جب بندہ کی روح بیدار ہو اور روح تباہی بیدار ہو سکتی ہے جب اسے مطلوب غذائی۔ روح کی غذا فضائل اخلاق سے مزین ہونا اور رذائل اخلاق سے چھکارا حاصل کرنا ہے۔ یہ اسلامی تصوف کا موضوع ہے جسے قرآن مجید میں تذکیرہ اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم میں احسان کہا گیا ہے۔

اسلامی تصوف کا شعبہ اسلامی شریعت کی روح اور جان ہے۔ جس طرح بدن اور روح لازم و ملزم ہیں اسی طرح اسلامی شریعت اور اسلامی تصوف آپس میں لازم و ملزم ہیں۔ اگر اسلامی تصوف کو اسلامی شریعت سے الگ کر دیا جائے تو وہ اسلامی تصوف کھلانے کا مطلقاً حقدار نہیں ہو سکتا۔ تصوف پر شریعت کا اور شریعت پر تصوف کا غالبہ لازمی امر ہے۔ جو بندہ اسلامی شریعت اور اسلامی تصوف پر عمل پیرا ہو گا اسی پر اصطلاحی معنی میں لفظ "صوفی" کا اطلاق ہو گا۔

اس تناظر میں شیخ العالم حضرت پیر محمد علاء الدین صدیقی نقشبندی رحمہ اللہ کی ذات، ان کی شخصیت کے مختلف النوع پہلوؤں، ان کے احوال و آثار کا دقت نظر اور خلوص نیت کے ساتھ جائزہ لینے کے بعد عیاں ہو جاتا ہے کہ ان پر حقیقی معنی میں لفظ صوفی کا اطلاق نظری اور عملی طور پر ہوتا ہے اور ایسا

اطلاق ہوتا ہوا نظر آتا ہے جو گھر ای و گیر ای کی صفت سے متصف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اپنی مخلوق پر کہ بیسویں صدی عیسیٰ میں حضرت شیخ العالم رحمہ اللہ کی صورت میں ایک ایسی عبقری شخصیت نمودار ہوئی جس نے بندگان الہی کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ ان کی صحت کی طرف بھی توجہ دی اور ایسا انقلاب برپا کیا جس کے آثار و ثمرات سے امت محمد صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کے افراد مستفید اور فیضیاب ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ سلسلہ جاری و ساری ہے، اور ان شاء اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں کبھی بھی انقطاع واقع نہیں ہو گا، کیونکہ ایک طرف سے اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم، دوسرا طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی خصوصی نظر کرم اور تیسری طرف سے حضرت شیخ العالم رحمہ اللہ کا تصرف مخلوق الہی سے متعلق ہر لحاظ سے جن مفید امور کو حاصل ہو تو ان کے فیوض و برکات مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ملت اسلامیہ کے افراد کو سیراب کرتے رہتے ہیں۔ حضرت شیخ العالم رحمہ اللہ کی جوزنده کرامات ہیں وہ اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں، جیسے مجی الدین اسلامی یونیورسٹی نیز یاں شریف، مجی الدین اسلامک میڈیکل کالج میرپور، مساجد و مدارس کا سلسلہ، فروغ اسلام کیلئے برطانیہ میں کیے جانے والے اہتمامات، قومی و بین الاقوای سطح پر مخلص و متحرک خلفاء اور حصول تقوی و فیوض و برکات کے لئے ذکر و اذکار کی محافل وغیرہ۔

حضرت شیخ العالم رحمہ اللہ ماشاء اللہ دارالفناء سے ہجرت کر کے دارالبقاء میں مقیم ہیں اور عارضی حیات دنیوی کے درجہ سے ترقی کر کے ابدی حیات برزخی کے درجہ پر فائز ہیں۔ اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے روحانی تصرف کے ذریعہ ان جملہ امور کی دیکھ بھال نہ کرتے ہوں، اپنے ورثاء و خلفاء کے قلوب و نفوس اور ان کی ارواح پر حکمرانی نہ کرتے ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے اپنے جبیب مکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی بعثت کے مقاصد اربعہ کے آثار و ثمرات کو اپنی مخلوق میں نسل در نسل منتقل کرتے جا رہے ہیں۔

❖ پہلا مقصد بعثت جو کہ قرآنی آیات کی تلاوت کرنا ہے۔ سن 11 ہجری سے پہلے نبی مکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم نے کمل کیا تو اس کے نتیجہ میں علم قرأت و تجوید معرض وجود میں آیا۔ اس وقت سے یہ علم نسل در نسل مسلمانوں میں منتقل ہوتا جا رہا ہے اور تاقیامت یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔ حضرت شیخ العالم رحمہ اللہ کے قائم کئے ہوئے دینی مدارس میں علم تجوید و قرأت کا اہتمام اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

❖ دوسرا مقصد بعثت ہے نفوس افراد کا ترقیہ کرنا۔ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم نے سن 11 ہجری سے پہلے اپنے اس مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچایا تو نتیجہ کے طور پر علم تصوف معرض وجود میں آگیا۔ اصحاب صفة رضی اللہ عنہم اس علم کی پہلی مثال ہیں۔ صدی بصدی یہ علم ارتقائی میازل طے کرتا رہا اور ہر ایک دور میں صوفیاء اپنے آثار و ثمرات سے مخلوق اہلی کو فیضیاب کرتے رہے۔ یہ سلسلہ جاری ہے اور ان شاء اللہ تاقیامت جاری و ساری رہے گا۔ حضرت شیخ العالم رحمہ اللہ اسی سلسلہ کی ایک متنی و مضبوط کڑی ہیں۔ انہوں نے تصوف کے سلاسل میں سے سلسلہ نقشبندیہ کی نیریاں شریف میں آبیاری کی اور اسے پرداں چڑھایا۔ توفیق اللہ تصوف کے نظری و عملی میدان میں ایسی محنت کی جس کے نتیجہ میں مختصر عرصہ میں نیریاں شریف کے قرب و جوار، اطراف و اکناف اور ملک کے طول و عرض میں نظری و عملی تصوف سے متصف خلفاء کا جال بچھتا چلا گیا اور گروہ در گروہ مریدین معرض وجود میں آتے چلے گئے۔ حضرت شیخ العالم رحمہ اللہ نے اسلامی تصوف کی خدمات میں صرف روایتی طریقے استعمال کرنے پر ہی الکتفاء نہیں کیا بلکہ سو شل میڈیا کو بھی ذریعہ بنایا۔ اس کامنہ بولنا ثبوت ان کا اپنا نور ٹوں وی ہے جس پر دیگر تقاریر کے ساتھ ساتھ مشنوی مولانا روم کے وہ دروس ہیں جنہوں نے مخلوق کے دلوں پر ان مٹ

اثرات مرتب کیے۔ ان شاء اللہ مستقبل قریب میں مجی الدین اسلامی یونیورسٹی نیریاں شریف کی فیکٹی آف عریک اینڈ اسلامک سٹڈیز کے تحت شعبہ اسلامی تصوف کا قیام اسی سلسلہ کی کڑی ہو گا۔

تیسرا مقصد بعثت ہے قرآن مجید کی تعلیم دینا۔ نبی مکرم خاتم الانبیاء والرسل علیہم السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم نے قرآن مجید کی آیات کی تلاوت سکھانے کے ساتھ ساتھ اس کی تعلیمات کو بھی سکھانے کی ذمہ داری کو ادا کیا اور سن 11 ہجری سے پہلے اس مقصد بعثت کو حاصل کر لیا، تو نتیجہ مقصد کے طور پر علم تفسیر نے جنم لیا اور مفسرین قرآن معرض وجود میں آنا شروع ہو گئے۔ ان کی پہلی جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، دوسری جماعت تابعین اور تیسرا تبع تابعین رحمہم اللہ پر مشتمل ہے۔ ان کے بعد یہ سلسلہ جاری ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ تا قیامت جاری رہے گا۔

واضح رہے کہ قرآن مجید اگر کلیات کے اعتبار سے ام العلوم والمعارف ہے تو اس کی تفسیر جزئیات کے اعتبار سے ام العلوم والمعارف ہے۔

حضور شیخ العالم رحمہ اللہ نے اس میدان میں بھی نبی مکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی بعثت کے مقاصد کے آثار و ثمرات اور فیوض و برکات کو عملی طور پر آگے منتقل کرنے کا اہتمام و انصرام کیا۔ دینی مدارس، مجی الدین اسلامی یونیورسٹی اور میڈیکل کالج اسی اہتمام کی عملی صورتیں ہیں۔ یہ دونوں ادارے اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ حضور شیخ العالم رحمہ اللہ علیہ نے انسان کی بدنب امراض کے علاج کیلئے میڈیکل کالج جکہ روحانی امراض کے علاج کے لیے یونیورسٹی قائم کی۔

2023ء میں یونیورسٹی میں فیکٹری آف عربیک اینڈ اسلامک سٹڈیز اور شعبہ قرآن و علوم القرآن کا قیام بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ راقم الحروف کوئی الحال ان دو کاموں کو شروع کرنے میں ابتدائی نویت کا کردار ادا کرنے کی توفیق اور ہمت نصیب ہوئی ہے، جو محض اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم اور نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی خصوصی نظر کرم کے ساتھ ساتھ حضور شیخ العالم رحمہ اللہ کے روحانی تصرف کا نتیجہ و شمرہ ہے۔ الحمد لله ثم الحمد لله۔

چو تھا مقصد بعثت ہے حکمت کی تعلیم دینا۔ نبی کرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم نے اپنے اقوال یعنی احادیث اور اپنے اعمال یعنی عملی سنت کی صورت میں اس مقصد کے متعلقات کو پیش کیا۔ قرآن مجید کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی باتیں اور عملی کام، جو اصل میں قرآن مجید ہی کی تفسیر ہیں، حکمت سے بھر پور ہیں۔ ہر ایک اپنی سمجھ اور اپنی استطاعت کے اعتبار سے اس حکمت کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتا ہے۔ اس چو تھے مقصد سے مستفید ہونے والی پہلی جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھی۔ جب نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم نے سن 11 ہجری سے پہلے اس مقصد کو حاصل کر لیا تو نتیجہ مقصد کے طور پر کائنات میں علم حدیث و سنت جلوہ گر ہوا جسے محدثین اسلام آگے بڑھانے کا اہتمام کرتے گئے اور کتب حدیث معرض وجود میں آتی گئیں۔ آج تک مختلف جہات سے ان کتب کی خدمات کا سلسلہ جاری ہے اور تاریخ اسلام جاری رہے گا۔

حضرت شیخ العالم رحمہ اللہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں۔ ان کے قائم کردہ اداروں میں حدیث و سنت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یونیورسٹی میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر علوم الحدیث کی مختلف جہات پر سندری تحقیقی مقالات لکھوائے جاتے ہیں۔ مستقبل میں فیکٹری آف عریبک اینڈ اسلامک سٹڈیز کے تحت شعبہ حدیث و سیرت کا قیام اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہو گی۔

محضریہ کے حضور شیخ العالم رحمہ اللہ نے بتوفیق اللہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی بعثت کے مقاصد کے آثار و ثمرات اور فیوض و برکات کے پھیلانے میں ان تحکم مخت کی جس کے نتیجہ میں ناقابل فراموش خدمات کا ایک سلسلہ جاری ہوا جو آج تک جاری ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ جاری و ساری رہے گا کیونکہ یہ سلسلہ مخلوق کے لئے نفع بخش ہے۔ اور جو چیز مخلوق کے لئے نفع بخش ہو وہی نشوونما پاتی ہے، اس کی بالیدگی ہوتی رہتی ہے اور مخلوق الہی کو اپنے فیوض و برکات سے مستفید کرتی رہتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَآمَّا مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَبْكُثُ فِي الْأَرْضِ﴾۔ (سورۃ الرعد، ۱۳: ۱۷)

ترجمہ: (اور البتہ جو کچھ لوگوں کے لئے نفع بخش ہوتا ہے وہ زمین میں باقی رہتا ہے)۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم میں ہے: "خير الناس من ينفع الناس"

(کنز العمال، حدیث نمبر 44154)۔

ترجمہ: (لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے)۔

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ اور نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کی اس حدیث کا واضح طور پر اطلاق حضور شیخ العالم رحمہ اللہ کی شخصیت پر ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے جن کاموں کا اجراء کیا ان کے منافع اور فیوض و برکات سے لوگ مستفید ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ سلسلہ جاری ہے اور ان شاء اللہ مزید پہنچنی و استحکام کے ساتھ جاری و ساری رہے گا۔

بالآخر اسلامی شریعت اور اسلامی تصوف سے نظری و عملی طور پر متصف و مزین حضور شیخ العالم پیر علاء الدین صدیق نقشبندی کی صورت میں یہ ہستی 3 فروری 2017ء بروز جمعۃ المسارک، باذن اللہ دار الفتناء سے دارالبقاء میں خاص اعزاز کے ساتھ منتقل ہو گئی اور قبر میں، جسے (صالحین کے لئے) جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہونے کا اعزاز و شرف حاصل ہوتا ہے، میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

دارالبقاء میں منتقل ہو جانے کے بعد ان کے فرزند ارجمند سجادہ نشین دربار عالیہ نیریاں شریف و چانسلر محبی الدین اسلامی یونیورسٹی نیریاں شریف حضرت پیر سلطان العارفین صدیقی، نقشبندی ازہری حنفیۃ اللہ ان کے مشن کو اسلامی شریعت و اسلامی تصوف کے سائے میں نظری و عملی طور پر آگے بڑھانے میں مصروف عمل ہیں اور مختلف النوع جہات سے کامیابیاں سمیئے جا رہے ہیں۔

آپ ہی کے حکم کی تعمیل کے نتیجہ میں تصوف سے متعلق یہ اہم کتاب تلاشِ احسن جو کہ پیر علاء الدین صدیقی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات اور تصوف کی ضرورت و اہمیت پر مبنی منفرد تالیف "السرخسی دار الترجمة والطبعاعة" فیکلٹی آف عربیک اینڈ اسلامک سٹڈیز سے کتابی شکل میں زیور طبع سے آراستہ کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے صدقے اور ان کے طفیل اس کتاب کے مؤلف اور نظر ثانی کرنے والے اساتذہ کرام اور معاونین کو ابدی خوشیوں والا زوال نعمتوں سے نوازاتے ہوئے اپنی مخلوق کے لئے ہر لحاظ سے نفع بخش بنائے اور عوام الناس کو اس کتاب کی روح سے مستفید و فیض یاب کرے۔

امین یارب العالمین و یارب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی

پروفیسر / ڈین فیکلٹی آف عربیک اینڈ اسلامک اسٹڈیز

محبی الدین اسلامی یونیورسٹی نیریاں شریف آزاد جموں و کشمیر ، 20 / نومبر 2024ء

## پیش لفظ

### خلیفہ محمد انیس صدیقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ وحده والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعده وعلی  
اله الطیبین الطاھرین وعلی اصحابہ الکاملین المعظمین وبارک وسلم دائمًا ابدا۔

اما بعد! تمام تعریفیں اس ذاتِ واحدہ لاشریک کے لیے جو خالق والمالک ہے ساری کائنات کا اس کی ذات و  
صفات میں اس کا کوئی شریک نہیں، اس کے ہم پر احسانات کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ تَعْدُوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا﴾

(اس کی نعمتوں کو شمار کرنا پاہو تو گن نہیں سکتے۔)

یہی کرم کیا کم ہے کہ جب روحوں کی تقسیم ہو رہی تھی تو ہماری روح کو اشرف الخلوٰقات میں اور جب  
امتوں کی تقسیم ہو رہی تھی تو ہمیں سید الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمت میں پیدا فرما کر  
،﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ﴾ کے لقب سے ملقب فرمایا اور ساتھ ہی یہ حکم بھی ارشاد فرمایا کہ ﴿وَلَتُكُنْ  
مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ﴾ تم میں کی ایک جماعت چاہیے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف دعوت  
دے۔ اگرچہ یہاں کچھ سطحی سوچ کے حامل افراد نے دعوت کے بنیادی تقاضوں کا خیال نہ رکھتے ہوئے  
اس حکم کے تقدس کو پامال کیا اور یہ خیال نہ رکھا کہ دعوت کچھ اصولوں کی متقاضی ہے اور وہ ہے علم اور  
تقویٰ کا نور۔ اگر ان دونہ سبھی اصولوں کو لازم و ملزم منہ سمجھا جائے تو یوں ہی ہو گا کہ جو خود چرا غ دست  
بدامان نہ ہو وہ خود تو گڑھے میں گرے گا ہی دوسروں کو بھی اسی گڑھے میں گرائے گا، اس لیے علم و  
تقویٰ کو اگر ایک دوسرے کے ساتھ مشروط نہ رکھا جائے تو یہ نبوی منیجہ بھی نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتا۔  
اس عظیم فریضے کی انجام دہی کو علم کے ساتھ مشروط رکھا گیا کہ اور یہ اصول ہے کہ شرط کے ختم ہوتے

ہی مشروط خود بخود ختم ہو جائے گا۔ تقویٰ ذاتی فعل ہے اور علم و چراغ ہے جو بندے کو انبیاء کی وراثت کا حقدار ٹھہراتا ہے۔

مگر علم ہو اور عشق رسول نہ ہو تو بات پھر بھی ادھوری رہ جاتی ہے وہ اس لیے کہ علم صرف بندے کو گناہ سے روک سکتا ہے تنفر نہیں کر سکتا بندہ اس وقت تک بُرے فعل سے باز نہیں آتا جب تک اس فعل سے نفرت نہ ہو جائے اس کے لیے بندے کو علم کے ساتھ ساتھ ایسی باطنی قوت کی ضرورت ہے جس کو عشق کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ یہ دولت ہے جس کے پاس ہو گی اس کی زبان بولے یانہ بولے نگاہ سے ہی کام ہو جاتا ہے اس لیے قائدِ لاہوری نے کہا تھا:

بجھی عشق کی آگ انڈھیرہ ہے

مسلمان نہیں را کھ کاڑھیرہ ہے

علم اور عشق دونوں لازم و ملزوں ہیں یہاں ایک واقعہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو موثر تبلیغ کے لیے علم کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

**تصوف میں علم کی اہمیت**

جن دونوں محبوبِ الہی خواجہ نظام الدین دہلوی علیہ الرحمۃ کو ابھی خلافت نہیں ملی تھی ان دونوں یہ مولانا نظام الدین کے نام سے مشہور تھے، آپ ایک دفعہ دہلی سے اجودھن (پاک پتن شریف) حاضر ہوئے اور اپنے ساتھ ایک شخص کو لے آئے اور خواجہ فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ اور عرض کی کہ حضرت میں اس شخص کو اس لیے لایا ہوں کہ آپ ان کو خرقہ غلافت عطا فرمائیں یہ بہت نیک اور پرہیز گار آدمی ہیں حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا مولانا نظام الدین کیا یہ عالم دین ہیں؟

آپ نے فرمایا حضرت باضابطہ یہ عالم تو نہیں ہیں لیکن پرہیز گار اور شب بیدار ذاکر آدمی ہیں خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک ایسا جملہ ارشاد فرمایا جو تصوف کی تاریخ میں آئین کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

"مولانا نظام الدین انہیاء کی نیابت علم کے بغیر نہیں ہوتی"

یہاں سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ صوفیاء کرام نے دین حق کی تبلیغ کے لیے کس چیز کو بنیاد بنا�ا؟ یعنی علم اور تقویٰ دونوں کو لازم و ملزم قرار دیا۔ فرمایا! مولانا آپ ان کو واپس دہلی لے جائیں اور فلاں فلاں کتابیں پڑھ کر جب یہ کتابیں از بر ہو جائیں تو میرے پاس لے آئیں۔ چنانچہ محبوب الہی ان کو واپس دہلی لے گئے اور کچھ عرصہ بعد واپس آئے اور ان کو بھی ساتھ لا کر حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کی۔ حضرت میں نے وہ چار کتابیں اور ساتھ فلاں فلاں کتابیں بھی پڑھا کر ان کو از بر کرائی ہیں آپ نے فرمایا۔ اب یہ تبلیغ کے قابل ہیں اسی وقت دستارِ خلافت (ان دونوں لفظ، خرقہ، بولا جاتا تھا) عطا فرمائی اور ساتھ ہی حکم دیا کہ سید ہے بگال چلے جاؤ اور وہاں لوگوں کو دین حق کی دعوت دو۔ یہ تبلیغ کے وہ بنیادی اصول ہیں جن کے تحت اولیائے کرام نے دین حق کی تبلیغ کا کام کیا۔

معلوم ہوا کہ تبلیغ کے لیے یہ وہ بنیادی اصول ہیں جو دلوں کی دنیا کو ایسا بدل دیتے ہیں کہ ایسا انسان بولے یانہ بولے جو اس کی نگاہ میں آگیا اس کے اندر وہ تاثیر پیدا ہو جاتی ہے کہ قلندر لاہوری کو بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ

دل سے جوبات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے  
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

یہی وجود اسلام کی بقاء کے ضامن ہوتے ہیں اس کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ سین میں ۸۰۰ سال اسلام کی حکمرانی رہی مگر اس وقت وہاں اسلام کا وجود نہیں اور روس میں کمیونزم کے مسلسل ۷۰ سالہ جر

کے باوجود اسلام اپنی پوری تو انائی اور آب و تاب کے ساتھ موجود ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ شر قدر، بخارا، تاشقند میں صوفیاء کے مزارات موجود تھے۔ یہاں میں ایک عظیم صحافی کے کالم کا حوالہ دینا ضروری سمجھتا ہوں پورا کالم تو بہت طویل ہے کچھ اقتباسات نقل کرنا قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش خدمت ہیں۔

اس وقت میرے سامنے ۲۰۰۹ء جنوری ۲۰۰۹ء روز نامہ نوائے وقت کے ایک نہایت سینٹر اور معزز کالم نگار جناب عطاء الرحمن صاحب کا، "تجربہ" کے عنوان سے لکھا جانے والا کالم موجود ہے جس کا عنوان ہے "ایک شام خیابانِ چورا شریف میں" اس میں انہوں نے چورا شریف کے بزرگوں کی تحریک پاکستان میں خدمات کے حوالے سے تفصیلی ذکر کیا ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح نے تحریک پاکستان میں بزرگان دین کو اس تحریک میں اپنا کردار ادا کرنے کے لیے تمام سلاسل کے بزرگوں کو دعوت دی اور یہ کہا کہ جب تک علماء و مشائخ کسی تحریک کا حصہ نہ بنیں وہ تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اس سلسلے میں جہاں انہوں نے ہندوستان بھر کا دورہ کیا وہاں وہ پیر سید کبیر علی شاہ صاحب کے دادا مر حوم علیہ الرحمۃ کے پاس بھی آئے چنانچہ اس خانوادے نے بھی دیگر مشائخ کے ساتھ مل کر مسلمانان بر صغیر کے لیے علیحدہ مملکت کے حصول کی خاطر خدمات سرانجام دیں۔ اسی سلسلے میں کارکنان تحریک پاکستان کی ایک تقریب اور اس کے شرکاء کا ذکر کرنے کے بعد قطر از ہیں کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو امتیاز حاصل ہے کہ اس کے روحانی پیروکاروں اور درویشوں نے جہاں خانقاہوں کے ذریعے گھر گھر جا کر رشد و ہدایت کو روشن رکھا وہاں جب حالات متفاضی ہوئے تو گلمہ حق بلند کرتے ہوئے خانقاہوں سے باہر نکل کر رسم شبیری ادا کرنے میں بھی کوئی دیقانہ فروگزاشت نہیں کیا۔

اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کا تفصیلی ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"یہاں تک کہ طالسطانی جیسا ناول نگار بھی ان کا ذکر کرنے اور اثرات کا تذکرہ کرنے پر مجبور ہوا۔"

تھوڑا آگے چل کر لکھتے ہیں کہ وسطی ایشیائی مسلم ریاستوں کے اندر جہاں کے عظیم صوفی بزرگ حضرت بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے نام اور کام سے یہ سلسلہ منسوب ہے ان ریاستوں میں کمیونزم کے تسلط کی پون صدی کے دوران جن لوگوں نے عوام و خواص کے اندر دین حق کے ساتھ وابستگی کے جذبے کو برقرار رکھا وہ نقشبندی درویش ہیں جو خاموشی سے گھر گھر جاتے اور لوگوں کو دینی تعلیمات سے آشنا کرتے تھے۔ کمیونٹ حکومت کے تمام ترجیح کے باوجود وہ اس حکیمانہ طریقے سے تبلیغی مساعی کو بروئے کارلاتے رہے کہ آخر کار کمیونزم کی موت واقع ہو گئی اور اسلام کا الاؤپہلے کی طرح روشن ہو گیا۔"

مزید آگے چل کر لکھتے ہیں:

"دسمبر ۱۹۹۱ء اور جنوری ۱۹۹۲ء میں نوائے وقت کی طرف سے کمیونزم کے خاتمے اور سوویت یونین کے بکھر جانے کے واقعے کا مشاہدہ کرنے کے لیے نوائے وقت نے اپنی ایک ٹیم بھیجی اس کے ساتھ میں بھی ماسکو گیا۔ وہاں سے تاشقند، شرق قند، بخارا اور دوشنبے کا سفر کیا۔ کچھ دن بسر کر کے مجھے اندازہ ہوا کہ نقشبندی سلسلے کے صوفی بزرگوں کے اس سماج پر اثرات کتنے گہرے اور دیر پایہن یہاں کے جس مسلمان گھرانے میں جانے کا اتفاق ہوا، میزبان نے وہاں کی روایات کے مطابق فوراً یہ کہتے ہوئے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا لیے یا اللہ یہ جو مہمان ہمارے گھر میں آیا اس کو ہمارے لیے رحمت و برکت کا باعث بنا اس کے بعد وہاں کے رسم و رواج کی نہایت دلکش منظر کشی کی۔"

مزید لکھتے ہیں: ازبکستان کے مفتی اعظم محمد یوسف صاحب سے ملاقات کے لیے جب ان کے دفتر میں داخل ہوا تو مجھے دیکھتے ہی پکارا تھے۔ تم پاکستانی صحافی ہو۔ احلاو سحلہ۔ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ اب ہم آزاد ہیں اس لیے کھل کر باتیں ہوں گی۔ اس کے بعد انہوں نے مختلف مصروفیات، دعوتوں اور بالخصوص خواجہ بہاء الدین بخاری علیہ الرحمۃ اور امام بخاری علیہ الرحمۃ کے مزار پر حاضری کا ذکر کیا اور کبھی وہاں کے تفصیلی حالات کا ذکر کرنے کے بعد لکھا کہ میری خاندانی جڑیں خواجہ حافظ عبدالکریم

صاحب عید گاہ شریف راولپنڈی والوں کے ذریعے نقشبندی سلسلے کے سرچشمتوں سے سیراب ہوتی رہی ہیں۔"

میں نے اتنا طویل واقعہ کیوں لکھا ہے؟ صرف اس لیے کہ امت پر جب بھی مشکل وقت آیا وہ سیلا ب بے دینیت کے حوالے سے ہو یا کسی اور وجہ سے اس کے آگے بند باندھنا کسی نیک منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانا ان ہی بزرگان دین اہل تصوف کا مر ہون منت رہا ہے اور وہی کام کامیابی کے ساتھ انجام تک پہنچا ہے جس میں تصوف کی اعلیٰ صفات سے متصف لوگ شامل ہوئے۔ آگے قیام پاکستان کے عمل میں صوفیاء اپنا کردار ادا نہ کرتے تو کچھ لوگ تو ایسے بھی تھے جن کا کہنا تھا کہ الحمد للہ پاکستان بنانے کے جرم میں ہم شامل نہیں ہوئے مگر

مدعی لاکھ براچا ہے تو کیا ہوتا ہے

وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

اور منظورِ خدا بھی وہی ہوتا ہے جو اس کے مقبول بندے چاہتے ہیں۔ تاریخ کے اور اق اس بات پر گواہ ہیں کہ زیر نظر کتاب، "مفہج الکنز"، جس کی پہلی جلد کے پانچ ایڈیشن حضرت صاحب قبلہ عالم کی زندگی میں طبع ہو کر دوستوں تک پہنچ بھی چکے ہیں ۲۰۱۳ء کے بعد یہ کام رک گیا اب یہ جلد دوم ہے اس کا اکثر حصہ حضرت صاحب قبلہ کی زندگی میں لکھا جا چکا تھا حضرت صاحب ہر روز پوچھتے تھے آج جو لکھا ہے وہ مجھے دکھاؤ۔ اس کی تصحیح بھی فرماتے اور کچھ مزید اپنے دست مبارک سے لکھ بھی دیتے۔ اس جلد کی طباعت کے لیے دوستوں نے مجھ سے رابط بھی کیا اور مجھ سے مسودہ بھی لے گئے۔ رقم کا بندوبست بھی ہو گیا بلکہ ٹائیپ تک بھی دوستوں کے مشورے سے فائل ہو گیا مگر میرا دل مطمئن نہیں تھا میری دلی خواہش یہ تھی کہ اس کتاب کو حضرت صاحب کا ادارہ چھاپے۔ یہ چونکہ حضرت صاحب قبلہ عالم کے ملفوظات ہیں اس لیے اسی ادارے اور حضرت صاحب قبلہ کے جانشین صاحبزادہ پیر ڈاکٹر محمد سلطان

العارفین صاحب الاذہری مدظلہ العالی کے ہاتھوں یہ کام ہو یہ ان کا حق بتا ہے الحمد للہ میری یہ خواہش پوری ہوئی یہاں جلد اول میں تعاون کرنے والوں کا ذکر نہ کرنا ان دوستوں کے ساتھ زیادتی ہو گی۔ پہلی جلد میں کراچی سے خلیفہ پیر عبدالجید صاحب، لاہور سے خلیفہ محمد شریف ڈار صاحب، چودھری محمد واجد صاحب اور حضرت علامہ مولانا محمد الطاف نیروی صاحب کی بہت محنت اور قربانی شامل ہے۔ ویسے تو اس میں حافظ مولانا محمد عدیل یوسف صاحب نے بھی بہت کام کیا تھا مگر اب ان کا نام لیتے ہوئے بھی احتیاط سے کام لینا پڑ رہا ہے وہ اس لیے کہ حضرت صاحب ان کو حافظ چھوڑ کر گئے تھے اور اب انہوں نے اپنے نام کے ساتھ اتنے القابات لگائے ہیں کہ جیرت ہوتی ہے کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ حالانکہ وہ خلیفہ نہیں ہیں۔ خیر! وہ شہر میں رہتے ہیں وہاں سب کچھ چل جاتا ہے مگر طریقت کے اپنے اصول و ضوابط ہیں جواب ڈور ڈور تک نظر نہیں آتے۔ اس کے بعد انشاء اللہ تیسری جلد میں حضور قبلہء عالم خواجہ غلام مجی الدین غزنوی علیہ الرحمۃ کی بالخصوص منازل سلوک کے بارے میں تعلیمات اور مختصر حالاتِ زندگی جو سینہ بسینہ مجھ تک پہنچی ہیں ان کا ذکر اور حضرت صاحب قبلہء عالم کے حالات زندگی اور کارہائے نمایاں لکھوں گا اس میں پیر کی اقسام کا بھی ذکر ہو گا۔ انشاء اللہ

الحمد للہ اس کتاب کے جملہ معاملات سجادہ نشین دربار عالیہ نیریاں شریف جناب صاحبزادہ پیر ڈاکٹر محمد سلطان العارفین صاحب الاذہری مدظلہ العالی نے اپنے ہاتھ میں لے لیے ہیں اور یہ کتاب مجی الدین اسلامی یونیورسٹی کی طرف سے چھاپ کر میری دیرینہ خواہش پوری کر دی ہے جس کے لیے میں بہت شکر گزار ہی نہیں ہوں بلکہ اگر یوں بھی کہہ دیا جائے تو بے جانہ ہو گا کہ یہ کام حضرت صاحب کی مرضی پر موقوف تھا کہ وہ اس کام کے لیے کس کو اس اعزاز سے معزز فرمانا چاہتے ہیں۔

احقر العباد خلیفہ محمد امیں صدیقی نقشبندی  
ستہ پانی، ضلع کوٹلی، آزاد کشمیر

**تصوف:**

## احیائے شریعت کی ایک انقلابی تحریک

Mysticism: A Revolutionary Movement for  
Revival of Shariah

از ڈاکٹر ضیاء الحق یوسف زئی

سابق وائس چانسلر مسیحی الدین اسلامی یونیورسٹی

تعارف: ڈاکٹر ضیاء الحق یوسف زئی صاحب کا مختصر تعارف اس لیے ضروری ہے تاکہ ان کے مضمون کی  
اہمیت کا اندازہ ہو سکے۔

ڈاکٹر صاحب قبلہ جن کا گذشتہ دونوں انتقال ہوا ہے ان کی پیدائش موضع دامان ضلع ایک میں ہوئی۔  
انہوں نے پاکستان، سعودی عرب، امریکہ اور تیونس میں تعلیم حاصل کی۔ پاکستان سے ایم اے، سعودی  
عرب سے ایم فل، امریکہ سے پی ایچ ڈی اور تیونس سے پوسٹ گریجویٹ ڈپلومہ حاصل کرنے کے بعد  
NUML یونیورسٹی اسلام آباد سے بطور پروفیسر ریٹائر ہوئے۔ اور پھر مسیحی الدین اسلامی یونیورسٹی  
نیریاں شریف، آزاد کشمیر میں وائس چانسلر رہے۔ ان کا تعلق دینی علمی گھرانے سے تھا اسی وجہ سے  
انہوں نے مکمل درس نظامی پڑھا۔ فقہ، تفسیر، حدیث اور بالخصوص تصوف پر انہیں مکمل عبور حاصل تھا۔

تصوف ایک آفاقی سچائی (Universal Truth)

تصوف کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی انسان کی اپنی تاریخ، اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق سے پہلے عالم  
ارواح (Metaphysical) میں انسان کی فطرت (Nature) میں اپنی روح میں سے کچھ پھونک کرو  
علم و دیعت (Innate) کیا جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت ہوتی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَنَحْ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ﴾ (السجدة:9)

ترجمہ: اور اللہ نے اپنی روح میں سے کچھ انسان میں پھونکا۔

جب انسان عالمِ ارواح سے آب و گل (Physical) میں آیا تو جسم اور نفس کے دیزپردوں میں دبا ہوا انسان عالمِ ارواح میں عطا کی ہوئی معرفتِ الہی جس کا اس نے خود بنا گا دہل اقرار کیا تھا یکسر بھول گیا، اس اقرار کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الَّذِنُتُ بِرِبِّكُمْ قَالُوا إِلَّا﴾ (الاعراف:172)

ترجمہ: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، سب نے یک زبان ہو کر کہا: کیوں نہیں تو ہی ہمارا رب ہے۔ اس دنیا میں انسان کا اصل امتحان جسم اور نفس کے دیزپردوں کو دور کر کے دوبارہ اسی سابقہ معرفتِ الہی کو زندہ کرنا ہے اور یہی تخلیق انسان کا مقصد ہے۔ ایک حدیث قدسی میں اسی کو بتایا گیا ہے:  
"كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَأَحْبَيْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخُلُقَ"

ترجمہ: میں (تخلیق کائنات سے پہلے) ایک پوشیدہ خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ میں متعارف ہو جاؤں، تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

تخلیق انسان کا یہ مقصد سب انبیاء کا مرکزی اور متفقہ فارمولہ ہے، یہ مقصد پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام (Adam) نے بھی بتایا اور یہی سب انبیاء نے بھی اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی امت کو بتایا، جب ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین سب انسانوں کے لئے قیامت تک رسول بننا کر سمجھے گئے تو قرآن نے اسی مرکزی فارمولہ کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَنَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ﴾ (الذاريات:56)

ترجمہ: اور میں نے جن و انسان کو اس غرض سے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔

عبادت کا مفہوم نہایت وسیع ہے۔ عبادت وہ عمل ہے جو کہ اس دور کی شریعت الٰہی کے مطابق ہو اور امت میں معبد کا نمائندہ (نبی) سب سے زیادہ محبوب بن جائے، اگر عبادت میں محبت نہیں ہو گئی تو یہ عبادت بے جان ہو گی۔ محبت ہی روحِ عبادت ہے، بغیر محبت کے عبادت اس گلاب جیسی ہے جو دیکھنے میں حسین لگے لیکن خوشبو سے خالی ہو۔ ایسے پھول کو سو گھنے سے ماہی سی ہو گی، ہر دور میں امتی کی عبادت صرف اس وقت قبول تھی، جب وہ امتی اپنے نبی سے محبت کرتے ہوئے نبی کے الٰہی حکم پر عمل کرتا تھا اور یہی معیار قرآن کریم نے حضرت محمد ﷺ کے بارے میں سب انسانوں کو فرمایا:

﴿ قُلْ إِنَّ كُنُتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَأَنِّي أَعُوْنِي يُحِبِّكُمُ اللَّهُ ﴾ (سورہ آل عمران: ۳۱)

اسلام میں بھی امتی کی عبادت صرف اس وقت قبول ہے جب حضرت محمد ﷺ سے محبت ہر چیز سے زیادہ ہو اور آپ سے ہی محبت اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ ہی منبعِ معرفتِ الٰہی ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے آپ ﷺ کے نور کی تخلیق ہوئی۔ جابر بن عبد اللہ الانصاریؓ نے جب سوال کیا:

"یا رسول اللہ ما ہو اول خلق اللہ" تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اول ما خلق اللہ نوری" ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میر انور پیدا کیا (بعد میں باقی مخلوق کو)۔

اس لئے آپ ﷺ منبعِ معرفتِ الٰہی ہیں اور منبعِ بور محبت بھی، دیگر انبیاء نے محبت اور معرفتِ الٰہی کا درس اپنے اپنے زمانے میں آپ ﷺ کے نمائندے ہونے کی حیثیت سے دیا۔

جب بھی کسی نبی کے دور میں اس دور کی شریعت پر عمل صرف رسمی عبادت بنا، نبی اور اللہ تعالیٰ سے محبت کا جذبہ مفقوڈ ہوا اور امت معرفتِ الٰہی کا مرکزی فارمولہ بھول گئی، ان میں عبادت تو تھی لیکن عبادت روح سے خالی تھی، شریعت بے جان ہو گئی اور اس پر عمل کے باوجود نہ توعاشرے کی اصلاح ہوئی اور نہ ہی تزکیہ نفس کر کے معرفتِ الٰہی کا حصول ہوا، بلکہ شریعت پر عمل کے باوجود مادیت، نفس پرستی، بد اخلاقی اور معرفتِ الٰہی سے ڈوری پیدا ہوئی تو اپنے اپنے دور میں انبیاء کے سچے تبعین نے امت کی

بیداری کے لئے روحانی تحریکیں شروع کیں تاکہ امت کی عبادت میں دوبارہ روح پیدا ہو، اور وہ تزکیہ نفس کے راہ پر چل کر ذاتِ الہی کی معرفت حاصل کر سکے، (خلیق احمد نظامی: تاریخ مشائخ چشت: ص 56) اور قرآن نے اسی کہنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنْ أَعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الظَّاغُوتَ﴾

(النحل: 36)

ترجمہ: ہم نے ہر دور (ہر امت) میں نمائندہ بھیجا جس نے اس دور کے انسانوں کو متنبہ کیا کہ تم اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو (یعنی معرفتِ ذاتِ الہی حاصل کرو) اور طاغوت (غیر اللہ) کی بندگی سے دور رہو۔

### اسلام اور تصوف (روحانیت)

اسلام روحانیت کا دین ہے، جہاں حقیقی اسلام ہو گا وہاں روحانیت بھی ہو گی۔ فقر و درویش، بصیرت اور معرفتِ الہی زہد و بے نیازی، جذب و سلوک، محبت و عشق، اتباعِ شریعت اور صفائی باطن (تزکیہ نفس) روحانیت کے مختلف پرتوہیں، ایک عام مسلمان جو روحانیت سے دور ہو، صرف عادت کے طور پر رسمی اور بے جان عبادت سے وابستہ ہو، محبتِ رسول اللہ اور عشقِ الہی سے خالی ہو وہ ان روحانی حقیقوں سے یکسر نا آشنا اور لذتِ ایمان سے خالی رہ کر شکوک و شبہات کے گھرے سمندر میں ڈوبا رہتا ہے، ان روحانی حقائق کی تصدیق اس باطنی قوت مشاہدہ سے ہی ہو سکتی ہے جو ارباب روحانیت یعنی اولیائے کرام کو عطا یہ خداوندی کے طور پر یا ان کی انتحک ریاضت اور جدوجہد کے بعد حاصل ہوتی ہے، ان نفوس قدسیہ کے روحانی تصرفات اور باطنی فیوضات نے ہی اس دنیائے آب و گل کو ہمیشہ زندہ و جاوید رکھا اور عصیان و لغزشوں سے آلوہ انسانی قلوب کو روحانیت کے انوار سے روشن اور منور رکھا، ان پاک ہستیوں نے اپنی شبانہ روز کاوشوں سے مردہ دلوں کی آنکھوں کو کھولنے کی کوشش کی تاکہ انسان کو اپنی خودی (Self) کا

مشاهدہ ہو کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ کیوں آیا ہے؟ اور کہاں جانا ہے اور اسے بتایا کہ وہ اپنے رب کی پہچان کے لئے کس طرح سخت مجاہدات سے گزر کر مشاہداتی کیفیات تک پہنچ سکتا ہے۔

آج عالم اسلام گونا گوں ایلیسی ساز شوں کا شکار ہے اور ان میں سب سے بڑی سازش اسلام کے روحاںی نظام کو منکروں اور بے اصل ثابت کرنے کی ہے اور بڑے بڑے سکالرز کی خدمات بھی مستعاری ہوئی ہیں کیونکہ ان ساز شیوں کو علم یقین ہے کہ امت مسلمہ نے ایمان، حق اور ثابت قدیمی کا لازوال جذبہ ماضی میں اسی روحاںی نظام سے حاصل کیا اور آج بھی ان میں یہ جذبہ اسی روحاںی نظام سے ہی باقی رہ سکتا ہے جب تک امت مسلمہ میں اس روحاںی نظام سے وابستگی رہی اس وقت ان کی سیسیہ پلاٹی دیوار میں دراڑ نہیں ڈالی جاسکتی۔ امت کے وہ افراد کتنے خوش قسمت اور محبو بیتِ یزداد اس سے فیض یا بہیں جنہوں نے اسلام میں روحاںی نظام کی آبیاری کی اور اس کے آس پاس ایسی مضبوط حصار قائم کی جس کو ایلیسی ساز شیں کسی صورت زک نہیں پہنچا سکتیں، ایسے افراد صدرِ اسلام کی روحاںی درخشنده روایات کے پاسدار ہیں اور یہ لوگ ہمیشہ فرخندہ اقبال رہے اور رہیں گے۔

**﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ (المائدۃ: ۳)**

جبیا کہ میں نے ابتداء میں ذکر کیا کہ تصوف کی تاریخ انسان سے وابستہ ہے، اس کی تاریخ بہت ہی پرانی ہے یہ ایک آفاقی سچائی جو ہر نبی کے دور میں منظر عام پر آئی جس نے ہر امت کی رسمی عبادت کو از سر نو رو جانشی اور رسمی عبادت کو شعوری عبادت میں بدلتے کی پوری پوری کوشش کی تاکہ انسان اس چشمہ فیض سے میٹھا پانی پی کر ترو تازہ ہو جائے اور اس کے مردہ دل میں عشق و محبت الہی دوبارہ اُمّد آئے۔ تصوف کی ابتداء اگرچہ پہلے انسان سے شروع ہوئی لیکن اس کی تتمیل اسلام کی آمد سے ہوئی، اسلام نے جس طرح شریعتوں کی تتمیل کی اس طرح سابقہ نظام ہائے طریقت کی بھی تتمیل کی اور جب ان دونوں کی تتمیل ہوئی تو قرآنی صد ابند ہوئی کہ آج آپ کے دین کو مکمل کر دیا گیا ہے، ارشاد خداوندی ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَنْتُمْ عَلَيْكُمْ نِعْمَةٌ﴾

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین (شریعت و طریقت) کو مکمل کر دیا اور ان دونوں کی تکمیل سے تمہارے اوپر اپنی نعمت (ہدایت) کو پورا کر دیا۔

قرآن کریم کی نظر میں اصل ہدایت شریعت اور طریقت سے معین ہوتی ہے، شریعت بغیر طریقت اور طریقت بغیر شریعت ادھوری عبادت اور مگر اسی ہے اور اسی نکتہ کو صوفیائے کرام نے ہر دور میں سمجھانے کی کوشش کی۔ شریعت اور شرعاۃ دونوں کا لغوی مطلب ہے منہاج یعنی سلیبیں (Methodology) اور طریقت کا لغوی مطلب طریقہ کار (Curriculum / Modality) طریقت شریعت کو زندگی میں نافذ کرنے کا طریقہ کار ہے جب تک کسی سلیبیں کو طریقہ کار کے مطابق نافذ نہ کیا جائے تو اس سلیبیں سے خاطر خواہ نتائج نہیں نکلتے، اس لئے جب تک شریعت پر عمل طریقت کے بتائے ہوئے اصولوں پر نہیں ہو گا، شریعت ایک بے جان جسم ہو گی، صرف رسم ہو گی، زندگی میں انقلابی فکر یعنی روحانیت نہیں پیدا کرے گی، اسی وجہ سے اسلام میں شریعت اور طریقت دونوں لازم و مزروع ہیں۔

نہایت ہی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج امت مسلمہ ان دونوں کے تلازم کو بھلا کر بھٹک رہی ہے، مسلم معاشرے میں دینی مدارس، مساجد، دینی محافل، دین پر کتابیں اور رسائل، دینی جماعتیں نہ جانے دین کے لئے کیا کچھ ہو رہا ہے لیکن پھر بھی امت مسلمہ اقوام عالم کے لئے روں ماذل نہیں بن سکی، کیونکہ ہمارے میٹھے میٹھے دینی بول اور روح سے خالی عبادتیں ہماری معاشرتی زندگی سے بالکل مختلف ہیں، ہم کہنے کو تو بہت کچھ کہتے ہیں اور عادۃ دین کے لئے بہت کچھ کرتے ہیں لیکن یہ سب کچھ اصل روحانیت سے خالی ہے اور یہ شریعت کا سلیبیں طریقت کے طریقہ کار سے آگے بڑھانے سے ہی ہو سکتا ہے۔ صوفیائے کرام نے مسلمانوں کو یہی نکتہ سمجھانے کی ہر دور میں کوشش کی۔

## تصوفِ اسلام کی تاریخ

جبیسا کہ پہلے بتایا گیا کہ تصوف کو اسلام سے پہلے تمام شریعتوں میں اپنے اپنے وقت کی شریعتوں کو نوال اور رسم و عادت سے نکال کر متاخر بنانے کے لئے اس وقت کے انبیاء کرام کے تبعین نے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا اور اپنی اپنی محاصلہ کو شششوں سے شریعت کو طریقت سے منسلک کیا، تاکہ انحطاط میں ڈوبی ہوئی قوم اور افراد کی سیرت کی تربیت اور شخصیت کی تعمیر ہو سکے۔ ظہورِ اسلام کے بعد، جاہلیت اور معصبِ قبائلی رسم و رواج کے شکنجه میں جکڑی ہوئی قوم کو نبی پاک ﷺ نے شریعت اور طریقت کے ذریعے آزادی دلوائی اور خلافتِ راشدہ میں بھی یہی طرزِ عمل رہا۔ لوگوں میں مقصدِ حیات سے آگاہی پیدا ہوئی، اخلاقی پستی سے نکل کر ایک گراں بہاگوہر بنے، اخلاص کا نمونہ بنے، روحانیت کی اعلیٰ منازل طے کیں، اللہ تعالیٰ اور نبی پاک ﷺ ان کی ہر ادا کا مطبع نظر بنا، شریعت کے ہر چھوٹے بڑے حکم پر عمل کرنے سے ان کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور نبی پاک ﷺ سے محبت کا اظہار تھا، اور اخلاقی اقدار کا وہ نمونہ پیش کیا کہ خالق کائنات بھی ان پر نماز کرتا ہے اور فرشتے بھی ان پر رشک کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو داگی رضا اور اپنی طرف سے خیشیت اور تقویٰ کا سرٹیفیکیٹ دیا، ارشادِ خداوندی

ہے:

﴿رَّحْمَةُ اللَّهِ عَنْهُمْ وَرَضْوَا عَنْهُ دُلْكَ لِمَنْ حَشِيَّ رَبَّهُ﴾

ترجمہ: اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور یہ مرتبہ ان کو خیشیت اور تقویٰ سے ملا۔

### دورِ نبوت اور خلافتِ راشدہ

نبی پاک ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے دور میں اسلام اپنی پوری آب و تاب سے شریعت اور طریقت کے طور پر نافذِ العمل تھا، شریعت پر پوری طرح عمل تھا، لوگوں کے دلوں میں آخرت کا خوف اور دنیا کو خواہشات کی تکمیل کے لئے نہیں بلکہ آخرت کی فلاح کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا، معاشرے میں اعلیٰ

اخلاقی قدر و کام کا دور دورہ تھا، اللہ تعالیٰ اور نبی پاک ﷺ کی محبت ہر انسان کے دل میں خون کی طرح سراحت کرچکی تھی، اصول مساوات ہر شعبہ زندگی میں جاری و ساری تھا، باہمی مشاورت ہی ہر منسٹے کا حل تھا، حاکم و مکولم کی کوئی تخصیص نہ تھی، قانون بڑے اور چھوٹے کے لئے یکساں تھا، روحانیت کا بول بالا تھا، ہر شخص اخلاص اور تقویٰ کا پیکر تھا، ہر ادا میں نبی پاک ﷺ کی اطاعت اور ہر ادا کے پیچھے رضاۓ الہی مقصود تھا، مختصر چشم آفتاب نے ابتدائے آفرینش سے ایسا روحاںی نظام جو سماج اور سیاست کو پوری طرح اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہو، نہیں دیکھا تھا۔

### دور اموی

لیکن جب خلافت راشدہ کا اختتام ہوا تو بنو امیہ کے دور میں نبوی نظام کا سارا محور بدل گیا، خلافت کی جگہ ملوکیت نے لے لی، عوامی مشاورت کا رواج ختم ہو گیا، عوام اور خلفاء کا تعلق کمزور ہو گیا، امت کی اجتماعیت ختم ہو گئی، سماج میں اخلاقی قدریں ناپید ہو گئیں، عدل و مساوات کے لئے لوگ ترسنے لگے، رضاۓ الہی اور نبی پاک ﷺ سے محبت نام کی حد تک تھی، شریعت صرف رسومات کا نام بن گئی، شریعت پر عمل کرنے میں طریقت کو یکسر بھلا دیا گیا، شریعت اور طریقت میں تفریق پیدا کر دی گئی، عبادات صرف دکھلاؤ اور عادت بن گئی، روحانیت سے یکسر خالی معاشرہ ایک بے جان جسم بن گیا، جب صورت حال اتنی گھمیز ہوئی تو بہت سے دیندار لوگوں نے حکومت سے قطع تعلق کر کے عزلت نشینی اختیار کر لی اور حکومت کی اصلاح کی عملاً کوئی کوشش نہ کی کیونکہ ان کے خیال میں خاموشی اور عزلت نشینی قوم و ملت کے مفاد میں زیادہ بہتر تھی، ان کے خیال میں اگر بنو امیہ کے خلاف کوئی تحریک چلاتے تو ملت کا شیر ازہ بکھر جاتا، حضرت ابوذر غفاریؓ جیسا مجاہد بھی ان حالات میں خاموشی اختیار کرنے پر مجبور ہوا، بہر حال اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جن بزرگوں نے بنو امیہ کے خلاف خروج کے مقابلہ میں گوشہ گیری کی انہوں نے کسی ذاتی غرض کے لئے ایسا نہیں کیا بلکہ ملت کی بہبود کی خاطر ایسا کیا تھا۔



### **صوفیہ کا پہلا طبقہ: (650ء تا 850ء)**

ان حالات میں مردال حق کا ایک طبقہ اصلاح حال کے لئے سربستہ ہوا، انہوں نے بنوامیہ کے خلاف ایک تحریک چلائی اور لوگوں کو دوبارہ منہاج نبوت یعنی شریعت اور طریقت کے راستے پر ڈالنے کی کوشش کی، ان کی اصلاحی مرکز بصرہ اور کوفہ سے شروع ہوئے، اس طبقہ کا زمانہ 661ء سے 850ء تک ہے۔ اس طبقہ میں اویس ترقی، حسن بصری، مالک دینار، فضیل بن عیاض، ابراہیم بن ادھم، حسیب عجمی اور محمد واسع وغیرہ شامل تھے۔

بنوامیہ کے دور میں اسلام کو محض ایک سیاسی پروگرام کے طور پر پیش کیا جانے لگا، سیاسی ہنگامہ آرائیوں نے پوری قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، صوفیہ کے اس طبقے نے یہ ثابت کرنے کی بھروسہ کو کوشش کی کہ اسلام صرف ملک گیری کی ہو سکا نہیں بلکہ یہ اصلاح و تربیت کا ایک مکمل نظام ہے جو انسان کو ارتقاء روحانی کا راستہ دکھا کر کر معرفتِ الٰہی سے ہمکنار کرتا ہے، اس طبقہ نے خلفاء بنی امیہ کو ان کی بے راہ روی کا احساس دلایا، ان بزرگوں نے خلفاء کو اسلام کے احکامات کو مکمل طور پر فراموش کرنے سے روکا، شریعت کو طریقت کے طریقہ کار پر لانے کی ان بزرگوں نے انٹھ کو کوشش کی، معاشرتی اصلاح، تکمیل اخلاق، روحانیت کا ارتقاء خیشتِ الٰہی، فکر آخرت، حب نبی پاک ﷺ اور عشقِ الٰہی جو بعثتِ نبوی کے اولین مقاصد تھے، ہمیشہ ان بزرگوں کا مطبع نظر رہا۔

### **صوفیہ کا دوسرا طبقہ: (850ء تا 1000ء)**

بنوامیہ کا دور ختم ہونے کے بعد بنو عباس کے دور میں اسلام کو ایک اور فتنہ سے ڈھینٹ کرنی پڑی، یونانی فلسفہ اور علوم جب اسلامی معاشرے میں متعارف ہوئے تو عقلیت پسندی کا ایک طوفان امداد آیا، عوام الناس کے عقائد میں تذبذب، ایمان میں شک اور ذہن میں خلش پیدا ہونے لگی، اعتقاد کی ساری بنیادیں ہل گئیں، سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ عقلیت پسندی کے اس طوفان کو عباسی خلفائے، مامون معتصم

اور واثق باللہ کی مکمل آشیب باد حاصل تھی، حکومت کی سرپرستی میں عقلیت پسند طبقہ (معزلہ) نے اسلام کے عقائد کے کسی گوشہ کو نہ بخشا، ذات و صفاتِ باری تعالیٰ، خلقِ قرآن، جنت و دوزخ، معراج النبی ﷺ، مجرات اور ہر عقیدہ کو عقل کی کسوٹی پر پر کھا جس کی عملی صورت آج بھی کہیں کہیں عقلیت پسند سکالروں کی صورت میں موجود ہے اور اسلامی عقائد سے متعلق آیات قرآنی کی ایسی رکیک تاویلات کیں جن سے یونانی فلسفہ کی تائید ہو سکے۔

عقلیت پسندی کی اس دور میں صوفیہ کا ایک اور طبقہ پیدا ہوا جنہوں نے عقلیت کے اس طوفان کے سامنے بند باندھا اور سیسہ باندھا اور سینہ پر ہو گئے، اور اسلام کی حقیقت کو شریعت اور طریقت کے اصلی رنگ میں پیش کیا انہوں نے عقلیت کے خلاف آواز اٹھائی، نبی پاک ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت اور عشق کو اسلامی شریعت اور طریقت کے ذریعے پیدا کرنے کی کوشش کی اور مسلمانوں کو اس بات کے باور کرانے پر آمادہ کیا کہ عقلیت کے زہر قاتل سے بچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے عشق اور نبی پاک ﷺ سے محبت ہے۔ ان بزرگوں نے عشق و محبت سے عقلیت کا مقابلہ کیا، صوفیہ کے پہلے طبقہ نے بنو امیہ کی ملوکیت کے خطرات سے اسلام کا دفاع خشیت الہی سے کیا اور اس دوسرے طبقہ نے معزلہ اور عقلیت پسندوں کے خطرات سے اسلام کا دفاع محبت بنوی ﷺ اور عشق الہی سے کیا اور خود بھی محبت نبی ﷺ اور عشق الہی میں سرشاری کے ساتھ زندگی گزاری۔ عقلیت پسندی کے اس دور میں صوفیہ کا جو طبقہ شریعت اور طریقت پر کار بند رہ کر دین اسلام کا دفاع کرتا رہا ان میں مشہور شخصیات درج ذیل ہیں:

حضرت بایزید بسطامیؒ، حضرت ذو الون مصریؒ، حضرت جنید بغدادی، حضرت معروف کرخی، حضرت سری سقلمیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبل (صوفیہ میں تو شمار نہیں تھے لیکن ان کی ذہنی کیفیات صوفیہ سے

ملتی جلتی تھیں اور انہوں نے اپنی کتاب الزاحد میں محبت الہی کو ہی عقلیت پسندی کا واحد علاج بتایا)۔

(بروکلمن: ضمیمه ج ۱۔ ص 325)

ان صوفیہ نے عقلیت کی لامر کزیت کو طریقت (قبی کیفیات) کے ذریعے دور کرنے پر زور دیا، انہوں نے شریعت کے اتباع کے ساتھ استغراق، مراقبہ، محاسبہ اور حال و مقام کی کیفیات پر اصلاح کی کوششیں کیں۔

### صوفیہ کا تیرسا طبقہ (1000ء)

صوفیہ کا یہ طبقہ نہایت ہی اہم ہے، صوفیہ کے اس طبقہ کا تعلق شریعت کے ان ٹھیکیداروں سے ہوا جنہوں نے شریعت کے احکام سے بچنے کے لئے حیلے اور ہر قید شرعی سے نکل بھانے کے لئے بہانے تراشے (ان حیلوں سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کو دھوکا دیا جیسے بچوں کو دھوکا دے کر بہلا یا جاتا ہے) ان حیلہ سازوں نے شریعت الہی کو باز پچھے اطفال بنادیا تھا، شریعت جو عدل و انصاف کے قیام کے لئے آئی، اسی کے نام سے مکر و فریب اور ظلم و ستم کو جائز قرار دیا گیا، شریعت کا نام لے کر اللہ تعالیٰ کی دنیا میں برائی پھیلائی گئی، انہی شیطانی حیلوں سے بندگانِ الہی کے حقوق تلف کئے گئے، مختصر دنیا میں شریعت کے ہوتے ہوئے شریعت کے نام پر شریعت کا قتل عام کیا گیا اور اسلامی معاشرے کی تباہی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی، ان حیلہ بازوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اصلاح باطن، ترکیہ نفس، خشیتِ الہی، محبتِ نبی پاک ﷺ اور عشقِ الہی جو شریعت کا اصلی مقصد بالکل گم ہو گیا اور شریعت عرفانی روح سے محروم ہو کر بالکل مردہ ہو گئی، عبادات شعور سے جدا ہو کر محضِ رسم اور عادت بن گئی۔

یہ وہ زمانہ تھا جس میں اسلامی فتوحات ہوئیں، اسلامی حکومت کے حدود میں وسعت ہوئی، نئے مسائل پیدا ہوئے جن کے متعلق کوئی صریح حکم نہ قرآن میں تھا اور نہ ہی احادیث نبوی میں، اجتہاد اور استنباط وقت کی اہم ضرورت تھی، قرآن و حدیث میں غور و فکر کر کے ان مسائل کا حل تلاش کرنا وقت کی

ضرورت تھا، آئمہ کرام، ابوحنیفہ (آٹھویں صدی عیسوی)، امام مالک<sup>ؒ</sup> (آٹھویں صدی عیسوی)، امام شافعی<sup>ؒ</sup> (نویں عیسوی) اور امام احمد بن محمد بن حنبل (نویں صدی عیسوی) نے اپنی اپنی بصیرت سے ان نوزائیدہ مسائل پر غور و فکر کر کے قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنی اپنی بصیرت سے ان نوزائیدہ مسائل پر غور و فکر کر کے قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنی اپنی رائے پیش کی اور اسلامی معاشرے کی اس ضرورت کو پورا کیا، ان آئمہ کرام کے ذہن میں کبھی یہ خیال بھی نہ آیا کہ ان کی اجتہادی رائے کو حرف آخر مانا جائے لیکن انسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان پاک ارواح کے وصال کو سوال بھی نہ گزرے کہ ان کے تبعین نے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا اور ان کی اجتہادی آراء کو شریعت کی طرح قطعی اور لازمی مان لیا، انسانی سماج میں روحانات اور تقاضے بدلتے ہیں جن میں نئے اجتہاد کی ضرورت رہتی ہے، اسی وجہ سے اجتہاد کا دروازہ بند کرنے سے امت مسلمہ میں جمودی فکر، باہمی تعصب اور اختلافات نے نئے خطرناک رنگ میں جنم لیا اور پھر چیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا شریعت کے احکام سے بچنے کے لئے حیله بازی نے رہی سہی کسر بھی نکال دی، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ شریعت صرف رسمی عبادت تک محدود ہو گئی اور فقہی مذاہب کی آڑ میں جو ایک رحمت تھی باہمی تکفیر، قتل و فقایل اور وحدت اسلامی کا جنازہ نکل گیا، تزکیہ نفس اصلاح باطن، معاشرتی اصلاح، عرفانی فکر، محبت نبی پاک ﷺ اور عشق الہی جو اسلام کا مقصد اولین تھا بھلا دیا گیا، شریعت طریقت سے جدا ہو کر بے جان جسم بن گئی۔

جب اس دور کے صوفیہ نے امت کی اس زیوں حالی کو دیکھا تو انہوں نے شریعت کی مقصدیت کی طرف توجہ دینا اپنا فرض سمجھا، شریعت اور طریقت کا رشتہ ملانے کی بھرپور کوشش کی اسلام کی حقیقی روح کو بیدار کرنے کے لئے کوشش ہوئے، تزکیہ نفس، اصلاح معاشرہ، عرفانی فکر، محبت نبی پاک ﷺ اور عشق الہی کا بھولا ہوا سبق دوبارہ سکھانے کے لئے کمرستہ ہوئے ان بزرگوں نے امت کو سمجھانے کی کوشش کی کہ جب تک دل کی دنیا پاک و صاف نہیں ہو گی صرف شریعت پر بے شعور عمل کرنے سے

شریعت کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس طبقہ میں جن صوفیاء نے شریعت کی مقصدیت کا دفاع کیا، ان میں چند مشہور درج ذیل ہیں:

شیخ ابوسعید ابن العربي (952ء وفات)، شیخ ابو محمد الخدی (959ء وفات)، شیخ ابونصر السراج (988ء وفات)، شیخ ابوطالب الحنفی (996ء وفات)، شیخ ابو بکر (1000ء وفات)، ابو عبد الرحمن السعیدی (1021ء وفات)۔ شیخ ابوسعید ابن العربي جید عالم، محدث اور فقیہ تھے اور حضرت جنید بغدادی کے مرید تھے۔ آپ نے طبقات نامی کتاب لکھی، شیخ ابو محمد الخدی نے حکایات الاولیاء نامی کتاب لکھی، شیخ ابو عبد الرحمن السعیدی نے طبقات الصوفین نامی کتاب لکھی، شیخ ابوطالب الحنفی نے قوت القلوب نامی کتاب لکھی، شیخ ابو بکر نے التعارف لمذهب اهل التصوف نامی کتاب لکھی اور شیخ ابونصر السراج نے کتاب اللمع نامی کتاب لکھی۔

ان بزرگوں نے اپنی تالیفات میں یہ ثابت کیا کہ تصوف قرآن و حدیث کی پیداوار ہے عبادت کا وہی تصور دیا جو فقہ میں ہے لیکن عبادت کے باطنی پہلو یعنی طریقت پر زور دیا تاکہ شرعی عبادت مقصدیت حاصل کرے۔ ان سب تالیفات میں اس بات پر زور دیا گیا کہ شریعت اور طریقت دونوں لازم و ملزم ہیں اور دونوں سے مل کر دین اسلام کی تکمیل ہوئی۔

﴿الْيَوْمَ أَكِملَ لَكُمْ دِينُكُمْ وَأَتَمِّنَتْ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيَتْ لَكُمُ الْإِسْلَامُ﴾ دینا میں اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ ان صوفیہ نے اپنی تالیفات میں اصلاح نیت پر بہت زور دیا اور اعمال جو شریعت کے تابع ہیں ان سے مقصدیت یعنی تقویٰ اور تزکیہ نفس تک اس وقت پہنچ سکتے ہیں جب نیت کی اصلاح ہو، اسی طرف نبی پاک ﷺ نے ایک حدیث میں توجہ دلائی: انما الاعمال بالنیات (ابخاری)، نیت کی اصلاح یا اخلاق نیت اور اس کیفیت تک پہنچنا ہی طریقت ہے۔

دو سویں صدی عیسیٰ یعنی صوفیہ کے تیسرا طبقہ کا دور اس وجہ سے بھی اہم ہے کہ اس دور میں صوفیہ کے حلقہ اور گروہ بننے شروع ہوئے، جنہوں نے ترکیہ نفس، محبت نبی پاک ﷺ اور عشقِ الہی تک پہنچنے کے لئے خاص طریقہ کا انتخاب کیا، کسی نے شوق و مستی، کسی نے تعذیب نفس، کسی نے فقر اور ترک دنیا، کسی نے عزلت اور گوشہ نشینی، کسی نے محاسبہ نفس، کسی نے فنا اور کسی نے حضور قلبی پر زور دیا، لیکن مقصد سب کا ایک تھا ترکیہ نفس، محبت نبی پاک ﷺ اور عشقِ الہی۔

اس دور میں اگرچہ تصوف نے ایک باقاعدہ تحریک کی شکل اختیار کر لی تھی، تصوف پر مستند کتابوں کا اور ذخیرہ بھی اکٹھا ہوا، صوفیانہ اصطلاحات رائج ہوئیں، صوفیہ کے حلقہ اور گروہ بھی نغمہ پر پذیر ہوئے لیکن یہ سب چیزیں ابتدائی مرحلہ میں تھیں لیکن ان کی تکمیل جس کے بعد تصوف مسلمانوں کی زندگی کا ایک عنصر ہوا اور تصوف نے باقاعدہ سلسلوں (Sufi Orders) کی شکل اختیار کی یہ کام گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں صدی میں مکمل ہوا۔

### تصوف گیارہویں صدی عیسیٰ میں

اس صدی میں تصوف کے خیالات کو عوامِ الناس میں مقبول کرنے کی طرف پوری توجہ دی گئی، ہر فقہی مذہب کے علماء اور صوفیہ نے تصوف کی حمایت میں قلم اٹھایا۔

تصوف اور شریعت کے درمیان تطابق کی کامیاب کوشش کی گئی، فقہی علماء کرام کا ایک بلاطہ تصوف کی ترویج کے دوڑ میں شامل ہوا۔ ہمہ جہت صوفیہ اور علماء کی کوششوں سے تصوف ایک عوامی تحریک کے طور پر ابھر اور فقہی مکاتب فکر کی طرح، سلاسل تصوف منظم ہونے شروع ہوئے، جن مشائخ عظام نے اس میں مرکزی روپ ادا کیا ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ الشیخ ابو نعیم الاصبهانیؒ: فقہی اعتبار سے شافعی المذہب تھے، علم حدیث میں یہ طولی رکھتے تھے، تصوف میں ان کی مشہور تالیف حلیۃ الاولیاء ہے نہایت ہی مستند کتاب ہے یہاں تک کہ امام ابن جوزیؒ نے اس کتاب کا خلاصہ کیا۔

۲۔ الشیخ ابو القاسم القشیریؒ: قرآن کریم پر گہری بصیرت تھی، اور تصوف کے نکات کو قرآن کریم کی روشنی میں لٹائے اشارات کے نام سے مرتبہ کیا۔ تصوف میں یکتاۓ زمانہ تھے، دیگر علوم دینیہ پر بھی دسترس کامل تھی فقہی اعتبار سے حنفی تھے تصوف میں آپ کا رسالہ قشیریہ بہت ہی معنی خیز ہے۔ اس رسالہ میں قشیری نے تصوف پر اعتراضات کو نہایت ہی دقیق انداز میں قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں دور کیا اور بتایا کہ تصوف (طریقت) شریعت سے کوئی علیحدہ چیز نہیں بلکہ شریعت کی خادمہ ہے اور شریعت کی مقصدیت کو بحال کرنے کا ایک ذریعہ ہے شیخ قشیری کا اسلوب نہایت دلکش ہے اور دلائل نہایت ہی منطقی اور عقلی ہیں، کتاب میں احراق حق کو سامنے رکھا گیا اور تعصب سے ہمہ تن گریز کیا گیا اور تصوف کی اصطلاحات کو قرآنی آیات سے واضح کیا گیا۔

۳۔ الشیخ علی البجوریؒ: اپنے وقت کے مستند عالم اور بزرگ تھے، عالم اسلام کا سفر کیا، آخر لاہور آکر قیام پذیر ہوئے، تصوف میں مشہور تصنیف کشف الحجوب ہے، یہ فارسی زبان میں تصوف پر پہلی کتاب تھی، بجوریؒ نے تصوف اور شریعت کے متقابل ہونے کی غلط فہمی کو دور کیا، تصوف میں یہ کتاب مرشد کا مقام رکھتی ہے، آپ فقہی اعتبار سے حنفی تھے۔

۴۔ الشیخ عبد اللہ الانصاری الحرویؒ: محدث اور عظیم صوفی تھے، فقہی اعتبار سے حنبیلی تھے، بدعت کے خلاف ہمیشہ سینہ سپر رہتے تھے، تصوف کو مقبول بنانے میں بہت کام کیا، اس میدان میں کافی کتابیں لکھی ہیں، منازل السارین، طبقات الصوفیہ اور مناجات بہت مشہور ہیں۔

۵۔ الشیخ ابوسعید ابوالخیر: اس دور کے مشہور صوفی اور باعمل عالم دین تھے، فارسی اور عربی پر کامل دسترس تھی۔ تصوف میں مشہور کتاب،، مناجات،، اور فارسی میں تصوف پر ربعیات کا ذخیرہ چھوڑا۔ ان ربعیات میں عشق الہی کی آگ بھری ہوئی ہے، اپنی ربعیات میں کشته عشق الہی کے متعلق فرماتے ہیں کہ کشته عشق الہی کشته جہاد سے افضل ہے۔

غازی برہ شہادت اندر تگ و پواست  
غافل کے شہید عشق فاضل ترازوست  
در روز قیامت ایں برال کے ماند  
کیں کشته دشمن ست و آں کشته دوست

### تصوف بارہویں صدی عیسوی میں

یہ صدی عالم اسلام کے لئے سیاسی طور پر بدترین صدی تھی، خلافت بغداد پر نزع کا عالم طاری تھا، اخلاقی طور پر پستی اپنے عروج پر تھی، ہر طرف اخلاقی اخطاط کارنگ چھایا ہوا تھا، سیاسی اور روحانی نظام دونوں بے جان ہو چکے تھے، شریعت ایک بے روح جان بن چکی تھی، اسی طرح اندرس (اپین) میں بھی مسلمانوں کا اقتدار آخری بھکیاں لے رہا تھا، اخلاقی ابتری اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ شمشیر و سنان کی جگہ طاؤس و ربائب نے لے لی تھی، روحانیت سے دوری ہو چکی تھی، پورے عالم اسلام میں سعادت اخروی کی راہیں مسدود ہو چکی تھیں، علمائے شریعت ذاتی اغراض کے غلام بن چکے تھے شریعت میں طریقت سے اس حد تک دوری ہو چکی تھی کہ علم شریعت صرف تین چیزوں کا نام بن چکا تھا، مناظرہ، خطبات اور فتوے، مناظرہ صرف فخر و نمود کا ذریعہ تھا، خطبات میں دل فرمی اور رنگیں و مسیع فقرنوں کا استعمال تھا، فتوے صرف رسمی طور پر مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے تھے، للہیت، روحانیت اور فکر آخرت عالم

اسلام سے ناپید ہو چکی تھی، صرف شریعت رسی طور پر بے جان جسم سے باقی تھی اور لوگوں کے دلوں میں محبت نبی پاک ﷺ اور عشق الہی کلی طور پر محو ہو چکا تھا۔

ان دگر گوں حالات نے صوفیہ اور علمائے حق کو پریشان کر دیا، ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو بچانے کے لئے اسباب مہیا کئے اور یہ سنت الہی ہے، چنانچہ صوفیہ اور علمائے حق مسلمانوں کو اس زبوب حالی سے نکالنے کے لئے کمربستہ ہوئے اور پھر مسلمانوں کو شریعت کے اس منہج پر جسے طریقت کہتے ہیں دوبارہ چلانے کی کوشش کی۔ تائید ایزدی نے ان کے ہاتھ مضبوط کیے اور ان بزرگانِ دین کی جدوجہد سے عالم اسلام میں دوبارہ نشأۃ ثانیہ پیدا ہوئی، جن صوفیہ اور علمائے شریعت نے اس دور میں فعال کردار ادا کیا ان میں سے چند مشہور درج ذیل ہیں:

۱۔ امام ابو حامد الغزالی

ابتداء میں درس و تدریس سے منسلک تھے اور اس کے علاوہ مختلف موقع پر رسی طور پر وعظ و نصیحت بھی کرتے تھے، ایک دن غزالی کے بھائی احمد غزالی نے جو ایک صوفی اور درویش تھے امام غزالی کو خشک شریعت سے باہر نکل کر شریعت کو منہاج نبوت پر چلانے کے لئے طریقت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے یہ اشعار پڑھے۔

واصبت تهدی ولا تهدی  
وتسمع وعظا ولا تسمع  
فيما جعر الشحر حتى مقى  
تسن الحديث ولا تقطع

ترجمہ:- تم دوسروں کو نصیحت کرتے ہو لیکن خود ہدایت سے دور ہو، تم لوگوں کو پسند و وعظ کرتے ہو لیکن خود حق کی بات نہیں سنتے۔ اے چھری تیز کرنے والے پتھر کب تک تو لوہے کو تیز کرتا رہے گا لیکن خود نہیں کاٹے گا۔

ان اشعار کا امام غزالی پر اتنا اثر ہوا کہ طریقت اور ریاضت (تصوف) کا طریقہ اختیار کر لیا اور ایک عظیم صوفی بنے، شریعت کو علی منہاج النبوت یعنی طریقت پر چلانے کیلئے کمر بستہ ہوئے اور اس میدان میں انقلاب برپا کیا۔ امام صاحب نے تصوف کو ایک باقاعدہ فن کی حیثیت دی۔ اور اپنی معرکتہ الاراء کتاب، „احیاء العلوم“، کو اسلامی تصوف کے لئے وقف کیا اور دوسری کتاب *المنفذ من الضلال* لکھ کر فلسفہ یونان کی بے راہ روی سے لوگوں کو خبر دار کیا، آپ کی ان دونوں تصنیفوں نے عالم اسلام میں تمہلکہ مجادیا اور دین اسلام ایک صحیح ڈگر پر دوبارہ واپس آیا، شریعت اور طریقت کے ملاپ نے اسلام کو مقصدیت پر ڈال دیا۔

## ۲۔ الشیخ محمد الدین الحبیبی

آپ اللہ تعالیٰ کے ولی کامل تھے، صاحبِ کشف و کرامات تھے، انہیٰ نرم دل، خلیق اور کریمِ انسان تھے۔ آپ کے حلقہ میں کمزوروں اور فقیروں کی سب سے زیادہ تواضع کی جاتی تھی۔ امیر، وزیر یہاں تک کہ سلطان کی بھی اتنی قدر و منزلت نہ تھی۔ آپ کے واعظوں میں تاثیر اور اخلاق میں ایک خاص قسم کی کشش تھی، آپ کی مجلس میں غیر مسلم یہود و نصاریٰ، مشرک، عصاة اور فاسق سب شریک ہوتے اور ہبہت سے آپ کے دست مبارک پر مشرف با اسلام ہوئے، افغانستان اور اس کے قرب و جوار میں آپ کی تعلیمات سے انقلاب روحانی برپا ہوا، یہاں کے لوگ اس سے پہلے بدھ مت کے زیر اثر تھے۔ آپ کے دو تصانیف بہت مشہور ہیں: (۱) *غذیۃ الطالبین* (۲) *الفیوضات الربانیۃ*۔

*غذیۃ الطالبین* میں آپ نے مسلمانوں کی بارہویں صدی عیسوی میں حالت زار کو وضاحت سے بیان کیا اور اس دور میں اسلامی فرقوں پر مکمل روشنی ڈالی، آپ نے ان دونوں کتابوں میں شریعت اور طریقت جو کہ اصل دین اسلام ہے اور ان دونوں کے تلازم کو واضح کیا، آپ نے یہ ثابت کیا کہ شریعت بغیر طریقت کے بے جان اور طریقت بغیر شریعت کے گمراہی اور دھوکا ہے۔ آپ کے مواعظ کے دو مجموعے فتوح

الغیب اور فتح ربانی بھی شائع ہو گئے ہیں۔ اگر غزالی نے بارہویں صدی عیسوی میں تصوف کو ایک مستقل فن بنانیکی خدمت کی تو شیخ عبد القادر جیلانی نے عملی اعتبار سے تحریک تصوف میں ایک جان ڈالی اور معراج کمال تک پہنچایا۔

### ۳۔ الشیخ نجیب الدین عبد القادر السہروردی

آپ احمد غزالیؒ اور شیخ جیلانیؒ کے شاگرد تھے، ان سے سب کسب فیض کیا، بارہویں صدی عیسوی میں اصلاح و تربیت کا کام بڑے پیمانے پر کیا۔ آپ کی دجلہ کے کنارے خانقاہ تھی جس میں تصفیہ قلوب اور تزکیہ نفوس کا کام جاری تھا۔ یہ بارہویں صدی عیسوی کے آخر کے عظیم صوفیہ میں شمار ہوتے تھے۔

### ۴۔ الشیخ محی الدین ابن عربی الاندلسی

اپنیں میں پیدا ہوئے چھوٹی عمر میں ہی قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کی، اپنیں کے دگر گوں حالات سے تنگ آکر مشرق کی راہ لی۔ مصر، حجاز، عراق اور ایشیائی کوچک میں گھومے۔ لیکن چین نصیب نہیں ہوا۔ آپ کی تصانیف میں فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ بہت مشہور ہیں، آپ کے فلسفہ تصوف کا مرکزی نقطہ وحدت الوجود (Oneness of being) ہے، آپ کی وحدت الوجود کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ سلسلہ کائنات سے الگ نہیں، لیکن اہل طہار کے نزدیک اللہ تعالیٰ کائنات سے الگ ایک جد اذات ہے، اہل ظاہر آپ کے وحدۃ الوجود کے نظریے کونہ سمجھ سکے کیونکہ ان کے نزدیک وحدت حق اور کثرت خلق میں تضاد نہ تھا، جیسے دھاگا ایک ہو اور ایک دھاگے میں کئی گرہیں لگائی جاسکتی ہیں، گرہوں کا وجود اگرچہ دھاگہ سے ممتاز نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں وہ گرہیں دھاگے سے زیادہ کوئی چیز نہیں، صرف صورت بدلتی ہے۔

بادھدِ حق زکثرت خلق چباک  
صد جائے اگر گرہ زنی رشتہ کیست

لیکن چونکہ وحدۃ الوجود کا مسئلہ نازک ہے اس لئے اس کو پیش کرنے میں اختیاط کرنی چاہیے عوام الناس کے سامنے اس پر بات نہیں کرنی چاہیے۔ اس مسئلہ کو اسلام کے فرقی انقلاب میں ایک انقلابی عنصر کی حیثیت سے استعمال کرنے کے لئے مجددانہ بالغ نظری اور بیدار مذہبی شعور کی ضرورت ہے۔

#### ۵۔ الشیخ شہاب الدین حمّر السہروردی

ابن عربیؒ کے معاصر تھے، شیخ سہروردی جنید بغدادی کے مکتب خیال سے تھے اور ابن عربیؒ بایزید بسطامیؒ اور ابو الحسن خرقانی کے ہم خیال تھے۔ سہروردی کی کتاب عوارف المعارف تصوف کی ایک بہترین کتاب ہے، اس میں تصوف کے بنیادی عقائد، خانقاہوں کی تنظیم، مرید اور شیخ کے تعلقات وغیرہ مسائل پر قرآن و سنت کی روشنی میں بحث کی گئی، مصطلحاتِ تصوف کی جامع انداز میں واضح کیا گیا، آپ کا شمار بغداد کے شیخ اشیوخ میں ہوتا تھا، اس کا اعتراف ابن خلکان نے وفیات الاعیان (ج۔ اص: 380)، تاج الدین سکلی محدث نے طبقات (ج: 5 ص: 380)، تاج الدین سکلی محدث نے طبقات (ج: 5 ص: 3-144) میں اور شیخ سعدی نے بھی اپنے ایات میں کیا۔

#### باطل قولوں کے خلاف علم حق بلند کرنے والے صوفیاء

مذکورہ صوفیائے کرام نے نامساعد حالات میں علم حق بلند کیا، امراء پر محلی تقدیم کی اور ان کو خوف آختر دلائی، نبی پاک ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی دعوت دی اور شریعت کے ذریعے روحانیت، محبت نبی پاک ﷺ اور عشق الہی پیدا کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔ اندرس میں دین کی ابتر صورت پر ابن عربیؒ نے سلطان عز الدین کیکاوس سلطان روم کو ایک نظم لکھ کر بھیجی جس سے آپ خود اندازہ لگائیں کہ اس صدی کے صوفیاء کس طرح بے خوف و خطر ہو کر سلاطین کو اصل اسلام یعنی شریعت اور طریقت کی دعوت دیتے تھے۔

كتبت كتابي والدموع تسيل  
ومالي الى ماير تضيه سبيل

اريد دين النبي محمد  
يقام ودين المبطلين يزول  
(نحوات مكيه: ج 4 ص: 692)

ترجمہ: میں اپنا خط لکھ رہا ہوں اور (دین کی حالت زار) پر میرے آنسو بہرہ رہے ہیں  
اور میرے بس میں نہیں کہ میں ان کو راضی (روک) کر لوں  
میں چاہتا ہوں کہ محمد ﷺ کے اصل دین کو دیکھوں کہ وہ بلند ہو جائے  
اور جھوٹوں (یعنی دینی ٹھیکیداروں) کا دین مت جائے

اسی طرح امام ابو حامد غزالی نے جو سلحوتی بادشاہ محمد بن ملک شاہ (سلطان سنجھ کا بھائی تھا) ایک ہدایت نامہ  
نصیحت الملوك سے بھیجا اور کہا:

اے سلطان! اگر دنیا کی لذات کی غرض رکھتا ہے تو غور سے دیکھ!  
دنیاوی لذتیں کیا ہیں! اگر کھانے کا زیادہ حریص ہے تو جانور ہے۔

اگر حریر کی پوشاک کا دلدادہ ہے تو مرد نما عورت ہے اور اگر تو غیض و غضب اور تکبر کی گرفت میں ہے  
تو آدمی کی صورت میں درندہ ہے (ابن ایشر۔ واقعات 497ھ)

بار ہویں صدی میں تصوف ایک علم و فن کے اعتبار سے اوج کمال کو پہنچ گیا تھا، فلسفہ تصوف، اصطلاحات  
اور بنیادی مسائل، شریعت اور تصوف (طریقت) کا مر بو طریثتہ اور ہر چیز قرآن و حدیث سے واضح کر  
دی گئی تھی، اب تصوف کو یہ انتظار تھا کہ وہ ایک عوامی تحریک کے طور پر سامنے آئے، تیر ہویں صدی  
میں جب طریقت (تصوف) کے سلاسل شریعت کے فقہی مذاہب کی طرح منظم ہوئے تو شریعت اور  
طریقت دونوں یک جان بن کر منظر عام پر آئے اور لوگوں کے لئے اصل دین اسلام کی شکل نمودار ہوئی  
جس میں شریعت نے ریلوے انجن اور طریقت (تصوف) نے ریل کی پٹڑی کا کام کیا۔

## تصوف تیرہویں صدی عیسوی

تیرہویں صدی عیسوی میں عالم اسلام اپنی تباہی کی آخری منزل پر پہنچ گئی تھی، سیاسی اور سماجی نظام دونوں تباہ ہو گئے تھے، ہر طرف لوٹ مار غارت گری کا راج تھا، سماج میں انسانی اوصاف یکسر ختم ہو چکے تھے بلکہ یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ اخلاقی زوال سیاسی زوال سے پہلے آخری حد کراں کر چکا تھا، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس صدی میں عالم اسلام پر تاتار سے بڑھ کر کوئی اور قہر الہی نہ تھا لیکن عالم اسلام کا زوال تاتار (منگول) کے حملہ کا نتیجہ نہ تھا بلکہ اس کے بر عکس تاتار کا حملہ مسلمانوں کے زوال کا نتیجہ تھا، تاتار عالم اسلام پر قہر خداوندی بن کر آئے، عالم اسلام کی اینٹ سے اینٹ بھادی، لہلاتی کھیتیاں بخوبی بنا دیں، دجلہ مسلمانوں کے خون سے رنگ گیا، کتب خانے نذر آتش کر دیئے، خانقاہوں اور اسلامی مدارس کو گرا دیا۔ یہ وہ قہر خداوندی تھا جس کی دعوت خود مسلمانوں نے دی، پورا عالم اسلام مجموعی طور پر نبی پاک ﷺ کے دین اسلام سے دور ہو چکا تھا۔ علماء شعبدہ باز تھے، امراء ظالم تھے، اسلام ایک یتیم بچہ بن گیا جس کے سر پر ہاتھ رکھ کر مالی فائدے حاصل کئے جاتے تھے، نبی پاک ﷺ سے محبت مفقود ہو گئی تھی، خوف خدا نام کی کوئی چیز نہ تھی، شریعت ایک مردہ جسم بن گئی جس میں روحاںیت نہ تھی، صرف رسم و عادات اور دنیاوی اغراض کے لئے اس کا استعمال کیا جاتا تھا، فکر آخرت خام خیالی تھی، مادیت اور دنیاداری رگ و ریشہ میں سراہیت کر بیکی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا نظام بھی عجیب ہے، زوال انتہاء کو پہنچ تو تجدید کی صورت نمودار ہو جاتی ہے تاتار (منگول) جب عالم اسلام پر ان کے کروتوں کی وجہ سے قہر الہی بن کر آئے تو اللہ تعالیٰ نے انہی تاتار (منگول) سے اسلام کی تجدید کی، وہ حلقة گبوش اسلام ہوئے اور کعبہ کو صنم خانے سے پاساں مل گئے۔ جب اس دور کے صوفیائے کرام نے تباہی دیکھی، ان پر ان حالات کا بڑا اثر ہوا۔ دوسری طرف عوام الناس بھی روح فرسا مناظر دیکھ کر انبابت، خضوع، توکل اور روحاںیت کی طرف مائل ہوئے، انہوں نے اپنے مسائل کا حل

اسی میں سمجھا، شریعت اور طریقت (تصوف) پر کیجا عمل شروع ہوا۔ خانقاہیں آباد ہوئیں، اسلامی مدارس فعال ہوئے اسلامی دنیا کا شاید ہی ایسا کوئی گوشہ ہو جہاں طریقت کے خانقاہیں اور شریعت کے لئے اسلامی مدارس کا قیام عمل میں نہ لایا گیا ہو۔ تاتار کے ہاتھوں سے تباہی نے عالم اسلام کی جانوں سے روح نکال دی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے انہی تاتار کو ہمت دی کہ انہوں نے اسلام قبول کر کے شریعت اور طریقت (تصوف) کو منہاج نبوی پر چلا کر لوگوں میں ایک بار پھر زندگی لوٹا دی۔

اس دور کے شرعاً نے اپنے اشعار کو تصوف سے معمور کیا اور عالم اسلام کی فضاؤں کو طریقت (تصوف) سے معطر کیا، ان میں مولانا روم، اور شیخ سعدی بہت مشہور ہیں۔

مولانا روم علم شریعت کے ماہر تھے، علم باطنی (تصوف) کی طرف مائل ہوئے، مشاہیر صوفیہ سے فیض حاصل کیا، ان میں ابن عربی<sup>ؒ</sup>، صدر الدین قونوی<sup>ؒ</sup> اور شہاب الدین سہروردی قابل ذکر ہیں۔

مولانا روم کی مشنوی جوزبان پہلوی میں قرآن ہے نے تصوف کے میدان میں انقلاب لایا اور تصوف کے دقات، اسرار اور عظیم الشان مسائل کا ایک گوہر نایاب بن گئی۔

اسلامی تصوف کی تاریخ تیر ہویں صدی میں ہر اعتبار سے مکمل ہو جاتی ہے، روحاںی سلاسل معرض وجود میں آئے اور یہی سلاسل تصوف کے ارتقاء کی آخری منزل ثابت ہوئے اور عالم اسلام کے ذہنی انتشار کو دور کرنے اور اس کے بنیادی فلسفہ کو دوام بخشنے میں سلاسل نے مرکزی کردار ادا کیا۔ ان سلاسل نے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

اس صدی میں چار مرکزی سلاسل تصوف کا قیام ہوا۔ جو درج ذیل ہیں:

**تصوف کے چار سلاسل کا قیام**

سلسلہ خواجگان

سب سے قدیم سلسلہ ہے، ترکستان میں قائم ہوا۔ خواجہ محمد اتالیسوی اس سلسلہ کے سب سے بڑے بزرگ تھے، لیکن اس کو مقبول بنانے میں خواجہ بہاء الدین نقشبندی کا عمل دخل ہے۔ اس وجہ سے اس سلسلہ کو سلسلہ نقشبندیہ بھی کہتے ہیں۔ ہندوستان میں یہ سلسلہ خواجہ باقی باللہ نے سولہویں صدی عیسوی میں متعارف کرایا۔ خواجہ باقی باللہ کے بعد ان کے مرید خاص مجدد الف ثانی نے ستر ہویں عیسوی میں اسے ہندوستان میں ترقی دی اور اس کے بعد یہ سلسلہ، سلسلہ مجددیہ کے نام سے مشہور ہوا، اس سلسلہ میں اتباع سنت پر بہت زور دیا جاتا ہے اور اسی طرح آثار صحابہ پر عمل کرنے کی خاص تاکید کی جاتی ہے۔

#### سلسلہ قادریہ

شیخ عبد القادر جیلانی اس سلسلہ کے سرخیل ہیں۔ اس سلسلہ میں روحانی تربیت، اخلاقی اصلاح اور شریعت و طریقت کی تبلیغ پر زور دیا جاتا ہے۔

#### سلسلہ چشتیہ

اس سلسلہ کی داغ نیل تو شیخ ابو اسحاق شامی نے دسویں صدی عیسوی میں رکھی لیکن یہ سلسلہ تیر ہویں صدی عیسوی میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے ہاتھوں پروان چڑھا۔

#### سلسلہ سہروردیہ

اس سلسلہ کے بانی شیخ شہاب الدین سہروردی ہیں۔ انہوں نے اس سلسلہ کی ترویج بہت محنت کی اور جس بزرگ نے سلسلہ سہروردیہ کو ہندوستان میں پھیلا�ا وہ بہاء الدین رُز کریما ملتانی تھے، انہوں نے ملتان، اوج شریف اور بہاؤ پور کے دیگر مقامات پر سلسلہ سہروردیہ کی خانقاہیں بنائیں۔

تیر ہویں صدی عیسوی کے بعد کی صدیوں میں آج تک تصوف کی تحریک زوال، انحطاط، اصلاح و تجدید کے مختلف مراحل سے گزرتی رہی اور گزر رہی ہے لیکن تصوف کا بنیادی فلسفہ جو تیر ہویں صدی عیسوی میں پایہ تکمیل کو پہنچا اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا اور نہ ہی اس کے عملی پروگرام میں کوئی تبدیلی ہوئی۔

## حقیقتِ تصوف

تصوف عرفان ذاتِ الہی کا علم ہے، اس لئے تصوف کو عرفان بھی کہتے ہیں۔ اسلامی تصوف / عرفان نے اسلامی ثقافت کے دامن میں آنکھ کھولی اور اسی کے سایہ میں پروان چڑھا، جس طرح دیگر اسلامی علوم مثلاً تفسیر، حدیث، علم کلام، علم فلسفہ۔ فقه / اصول فقہ اور عربی زبان و ادب نے اسلامی ثقافت کی جھوپ میں جنم لیا اور ارتقا میں منازل طے کیں، لیکن تصوف / عرفان اور دیگر اسلامی علوم میں واضح فرق یہ ہے کہ تصوف / عرفان کا اسلامی سماج سے گہرا تعلق رہا۔ ثقافتی پہلو کی وجہ سے اس علم سے متعلق افراد کو عرفاء اور سماجی تعلق سے انہیں صوفیاء کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ تصوف / عرفان میں بڑے بڑے عرفاء / صوفیائے پیدا ہوئے جنہوں نے اسلامی اخحطاط کے ہر دور میں دین اسلام کو سہارا دیا تھا، مایوس سماج کو شریعت پر عمل پیدا کر کے نئی روح بخشی اور یہی ان کا طرہ امتیاز ہے، دیگر اسلامی علوم سے متعلق افراد نے کوئی سماجی طبقہ نہیں بناسکا، انہوں نے اپنے آپ کو صرف اسلامی ثقافت سے وابستہ رکھا اور اسلامی سماج میں ان کی الگ فرقہ کی حیثیت سے کوئی پہچان نہ تھی لیکن اس کے بر عکس صوفیاء / عرفاء نے اسلامی سماج میں اپنے تشخیص کو برقرار رکھا، عوام میں گھل مل گئے، سماج کی خدمت کی، یہاں تک کہ سماج ان کو اپنے ساتھ مربوط سمجھتے تھے، ان کی ذکر و اذکار کی مجالس، سماج سے خلوص بھرا میل جوں، خانقاہی نظام میں روحانیت کی تربیت اور ان مجالس میں مخصوص لباس، تزین، آداب اور رسوم وغیرہ کی بھرپور شرکت نے انہیں دیگر اسلامی علوم سے وابستہ افراد سے ایک مخصوص رنگ دیا۔ میں یہاں تصوف / عرفان کے سماجی / تصوفی پہلو سے نہیں بات کروں گا کیونکہ یہ ایک علیحدہ بحث ہے درج ذیل سطور میں تصوف / عرفان کے ثقافتی / علمی پہلو یعنی اسلامی علوم میں سے ایک علم کے زاویے سے اپنے خیالات کا اظہار کروں گا:

## تصوف کے علمی و ثقافتی اعتبار سے دو شعبے:

- ۱۔ عملی شعبہ
- ۲۔ نظری شعبہ

### عملی شعبہ

تصوف / عرفان کا عملی شعبہ ایک عملی علم ہے اور کسی حد تک اخلاقی ہے، یہ شعبہ انسان کا خالق کائنات، کائنات اور خود انسان کے اپنی ذات کے ساتھ روابط کو بیان کرتا ہے، یہ عملی شعبہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ سالک توحیدِ الہی یعنی معرفت ذات باری تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے کہاں سے اپنے سفر کی ابتداء کرے اور دورانِ تربیت ترتیب وار کن مراحل کوٹے کرنا ہو گا اور اس کیٹھن / دشوار سفر میں اسے کون کون سی مشکلات پیش آئیں گی، ان میں کس طرح استقامت اور ثابت قدم رہنا ہو گا اور اس کے قلب پر جو مرکز باری تعالیٰ ہے کون کون سی واردات طاری ہوں گی۔

یاد رکھیں یہ عملی تصوف / عرفان انسان اکیلے نہیں طے کر سکتا، یہ کوئی پرائیویٹ پریکٹس نہیں، اس کو صرف ایک کامل مرشد / عارف کی کڑی گنگانی میں ہی طے کیا جاسکتا ہے، اس کے لئے کامل مرشد / عارف کی اشد ضرورت ہے، اکیلے اس میدان میں جولانی طبع دکھانا گمراہی کے خطرہ سے خالی نہیں ہے، اس عملی عرفان میں سالک کی منزل مقصود توحیدِ الہی یعنی معرفت ذات باری تعالیٰ ہے اور اس پر خطر راستے پر چلتے ہوئے ہر قدم پر سالک کو شریعت کا اتباع کرنا ہو گا، شریعت کی کسی بھی قدم پر حکم عدالتی سالک کو اپنے منزل مقصود سے بہت دور کر دے گی، سالک شریعت کے مکمل اتباع اور مرشد کامل کی گنگانی میں سلوک کی منازل طے کرنے کے بعد شریعت پر عمل کر کے ایمان کی حلاؤہ محسوس کرنے لگے گا، وہ عبادت میں ذاتِ الہی کا مشاہدہ کرے گا، عبادت اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کے پیرائے میں بدل جائے گی، عبادت میں للہیت پیدا ہو گی، قلب انوارِ الہی کی تجلیات سے روشن ہو جائے گا، اس کی

ہر اداء عبادت بن جائے گی، اسے یہ محسوس ہونا شروع ہو جائے گا کہ اس کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہے، وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کو اپنے ساتھ محسوس کرنا شروع کر دے گا اور اس کو ایسا طمینان قلبی حاصل ہو گا کہ دنیا کی کسی نعمت کا زوال اور نہ ہی کسی نعمت کا حصول اسے پریشان کر سکے گا، وہ معرفتِ الہی کے ایسے سمندر میں غوطہ زن ہو گا جس کے سامنے دنیا و مافیہا سب بے و قعٹ ہو جائیں گی، اس کیفیت تک رسائی عقل و فکر کے بس کی بات نہیں، یہ صرف مرشد کامل کی گمراہی میں شریعت کے اتباع، مجاهدہ، ریاضت اور نفس امارۃ کی تہذیب سے حاصل ہوتی ہے، مرشد کامل کی نظر میں نفس انسانی ایک پودے یا ایک بچے جیسی ہے، پودہ اور بچہ ایک مخصوص نظام کے تحت نمو اور رشد کے مراحل طے کرتا ہے یک دم نہ تو پودا ایک تن آور درخت بن سکتا ہے اور نہ بچہ ایک طاقتور جوان، اسی طرح نفس انسانی جب عرفان تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے تو آغاز سے مقصد کے حصول تک اسے تدریجی منازل سے گزرنا پڑتا ہے اور مرشد کامل اس پورے راستے میں اس کی گمراہی کرتا ہے اور ان منازل کو ترتیب وار طے کر کے منزل مقصود یعنی معرفتِ الہی تک پہنچاتا ہے جس کے بعد اس کی ہر عبادت معراج ہوتی ہے اور وہ ذات باری تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے۔ (مزید معلومات کے لئے، اسلامی علوم کا تعارف،)۔

### نظری شعبہ

نظری تصوف / عرفان کا موضوع بحث وجود / ہستی ہے، یہ وجود / ہستی تین مظاہر میں ہے، اللہ تعالیٰ کائنات اور انسان، تصوف / عرفان نظری میں وجود حقیقی (اللہ تعالیٰ) کو عقل میں اتار کر اس کی تصویر (صورۃ ذہنیہ) بنایا کوئی کمال یہ ہے کہ وجود حقیقی سے دوری ختم کر کے پیوست ہو جائے اور ہر لمحہ اس کا مشاہدہ ہو، اسی طرح تصوف / عرفان نظری میں وجود صرف ذات باری تعالیٰ کا ہے، صرف وہی وجود حقیقی ہے، اس کے علاوہ جملہ کائنات اور خود انسان کا وجود، وجود الیہ کا لکھ ہے یعنی تمام مخلوقات پسخول انسان وجود باری تعالیٰ کے جلوے اور پرتو ہیں، اللہ تعالیٰ کا وجود تمام موجودات کے وجود پر چھایا ہوا ہے،

اسی لئے تصوف میں خلق خدا کی خدمت اور رضا جوئی اللہ تعالیٰ کی خدمت اور رضا جوئی ہے موجودات کے وجود کی کوئی اصلیت اور حقیقت نہیں، کچھ بھی نہ تھا تو اللہ تعالیٰ تھے اور کچھ بھی نہیں رہے گا تو اللہ تعالیٰ باقی رہے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالبَاطِنُ﴾ (الحدید: 3)

### فلسفہ اور تصوف

عرفان نظری کے درمیان وجود / ہستی میں زمین و آسمان کا فرق ہے، الہیاتی فلسفہ میں اللہ تعالیٰ کا وجود اصالت رکھتا ہے اور قائم بالذات ہے، قتا اور عدم سے ماوراء ہے وہ واجب الوجود ہے، وجود میں کسی علت کا محتاج نہیں، لیکن کائنات اور انسان بھی ایک وجودی حقیقت ہے لیکن ان میں یہ دونوں ممکن الوجود اور قائم بالغیر ہیں اور ان کا وجود اللہ تعالیٰ کا وجود کا معلوم ہے اور یہ دونوں فناء اور عدم کے دائے میں ہیں۔  
محاکمہ

تصوف / عرفان اور نظری دونوں شعبوں میں دین اسلام کی نہایت ہی دقیق تفسیر ہے، میرے نزدیک تصوف / عرفان کے جملہ حقائق کو عربانے نے قرآن، حدیث، آثار صحابہ اور آئندہ کرام کے اقوال اور سیرت کو سامنے رکھ کر بیان کیا ہے، لیکن ان اسلامی حقائق تک رسائی صرف اور صرف اس وقت ممکن ہے جب قلب نفس امارہ کی کدوں توں سے پاک ہو، اور روحانیت مادیت پر غالب ہو، ظاہری علوم اور سلط اسلام کی نظر سے ان دقیق حقائق کو سمجھنا اگرنا ممکن نہیں تو بے حد مشکل ضرور ہے لیکن کسی حقیقت کو عدم استعداد کی وجہ سے نہ سمجھنا اس بات کا جواز نہیں مہیا کرتا کہ حقیقت کا انکار کر دیا جائے۔

اس میں کوئی انکار نہیں کہ تصوف / عرفان کے بعض مسائل میں لغزشیں موجود ہیں اور یہ ایک طبعی امر ہے جس طرح دیگر اسلامی ثقافتی علوم میں متکلمین، مفسرین، محدثین، فقہاء اور اسلامی فلاسفہ سے لغزشیں ہوئی ہیں لیکن اس بات میں ذرہ بھر بھی شک نہیں کہ یہ سب اسلام کی تشریع میں ہرگز ہرگز

بُری نظر رکھتے تھے ان سب کا مقصد اولین اپنی بساط علمی کی بنیاد پر احراق حق تھا، تصوف / عرفان کے خلاف مسلمانوں میں جن لوگوں نے قلم اٹھایا اور کہا کہ تصوف / عرفان اسلام سے خروج ہے، اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، تصوف / عرفان میں قرآن و حدیث سے استدلال صرف ایک دھوکہ ہے، اور اسی طرح جن بعض مت指控ب مستشرقین نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اسلام ایک بد ویانہ مذہب ہے اس کے مخاطبین جزیرہ عرب کے اجڑ لوگ تھے، اس لئے اسلام عام فہم، آسان اور سادہ تعلیمات پر مشتمل ہے، اسلام میں تصوف / عرفان کے لطیف افکار اور گہری علمی استعداد سے سمجھ میں آنے والے مسائل نہیں ہیں اور یہ سب اسلامی دنیا میں عظیم تہذیبوں سے جو دقيق علمی اصولوں پر قائم تھیں آئے ہیں، اگر ہم تصوف / عرفان کے خلاف خود مسلمانوں کے بیانات کا جائزہ لیں تو ہمیں ان کی اسلام سے محبت میں کوئی شک نہیں لیکن تصوف / عرفان کے خلاف دانستہ طور پر ان کی لب کشائی کی اصل وجہ اپنی مذہبی اجارہ داری قائم رکھنی تھی اور جن مستشرقین نے تصوف / عرفان کو اسلام میں نووارد کہا ان کا اس بیان سے اصل مقصد اسلام سے دشمنی اور کدورت ہے، اگر غیر جانبدار ہو کر اور تعصب کی عینک اتار کر ایک صاحب علم و بصیرت، تصوف / عرفان کی امہات الکتب کا مطالعہ کرے ان کی زبان اور اصطلاحات سے بھی واقف ہو تو پہلے تو اسے کوئی چیز خلاف شریعت نظر نہیں آئے گی اور اگر کوئی چیز کسی وجہ سے سمجھ بھی آئے تو مجھے یقین ہے کہ وہ اس کو اپنی کم علمی تو سمجھ لے گا لیکن عرفاء / صوفیاء کرام کے اخلاص اور ایمان میں ہر گز شک نہیں کرے گا۔

## تصوف / عرفان کے آخذ

دیگر اسلامی علوم کی طرح تصوف / عرفان کے اصل آخذ قرآن و حدیث ہی ہیں، اس کے اصول و قواعد کا استنباط انہی آخذ سے کیا گیا ہے قرآن کریم جہاں اللہ تعالیٰ کو کائنات کا خالق بتاتا ہے وہاں یہ بھی بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ اور ہر چیز میں موجود ہے قرآن میں ایسی بہت سی آیات ہیں جن سے تصوف / عرفان کے سوتے پھوٹتے ہیں اور عرفانی را ہوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔ ان میں سے چند بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔

﴿فَأَيْنَمَا تُولُوا فَثَمَّةَ وَجْهُ اللَّهِ﴾ (ابقرہ: ۱۱۵)

﴿وَفِي أَنفُسِكُمْ أَكْلَافٌ تُبْصِرُونَ﴾ (الذاریات: ۲۱)

﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ﴾ (الحدید: ۳)

﴿وَإِذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَّتَّلْ إِلَيْهِ تَبَتِّلَ﴾ (المزمول: ۸)

﴿قُلْ إِنِّي صَلَّاكَ وَنُسُكِكَ﴾ (الانعام: ۱۶۲)

﴿وَالَّذِينَ أَمْتُوا أَشْدُ حُبَّاً لِّلَّهِ﴾ (البقرۃ: ۱۶۵)

﴿وَإِذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ﴾ (الاعراف: ۲۰۵)

﴿الَّذِي أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ﴾ (الاحزاب: ۹)

﴿أَلَا إِذْ كُرَّ اللَّهُ تَكَبَّرَ الْقُلُوبُ﴾ (الرعد: ۲۸)

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ مَنْ دَسَّاها﴾ (الشمس: ۹-۱۰)

﴿يَبْيَنُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا﴾ (الفرقان: ۲۳)

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَرَكَّى﴾ (العلی: ۱۳)

﴿أَلَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (النور: ۳۵)

﴿وَلِكُنَ الِّبِرُّ مِنِ اتْقَى﴾ (البقرة: ١٨٩)

﴿وَأَنْهُنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾ (آل عمران: ١٦)

﴿وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلِكُنَ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ﴾

مذکورہ آیات کریمہ اور اس قسم کی دیگر آیات کریمہ زبانی کو محلی توحید سے بالاتر توحید الہی، محبت نبی پاک ﷺ، تزکیہ نفس اور تقویٰ کی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ ان آیات میں حب الہی کو تمام محبوتوں سے بالاتر، حق نبی پاک ﷺ سب حقوق سے افضل، نفس کا تزکیہ اور تقویٰ فلاح و کامرانی کا واحد راستہ اور ذرہ ذرہ کی ذات باری تعالیٰ کی تشیع اور تقدیس کی نشاندہی کی گئی ہے، اسی طرح نبی پاک ﷺ کی سیرت طیبہ اور خاص طور پر غارِ حرائیں تحنت (Seclusion)، مناجاتیں، معنوی احساسات اور عرفانی، سوزو گداز اور قلبی بصیرتیں، نیز اسلامی دعائیں جو معارف کا خزینہ ہیں یہ سارے وہ آخذ ہیں جن سے تصوف / عرفان کے اصول و ضوابط مانحوذ ہیں۔

### مغرب کے غیر متعصب مستشرقین کا اعتراف

اس کا اعتراف مغرب کے غیر متعصب مستشرقین نے بھی کیا ہے، برطانیہ کے نیکلسن (Nicholson)، فرانس کے لوئی ماسینیوں (Loui Massig Non) اور دیگر غیر متعصب مستشرقین ولبر فورس (Wilber Force)، کلارک (Clarke)، ہٹی (Hitti)، گب (Gibb) اور لوکے گارڈ (Gibb) نے اعتراف کرتے ہوئے بیانگ دہل کہا کہ اسلامی تصوف / عرفان کا سرچشمہ قرآن و حدیث ہے اور بتایا کہ حلافت راشدہ کے بعد ہر دور میں سیاسی استحکام اور عدم استحکام میں اسلامی سماج کو سہارا اسلامی تصوف نے دیا، ان میں امید کی کرن پیدا کی، اگر اس وقت عرفاء / صوفیاء اسلامی سماج کو بچانے کے لئے لگوٹاہے کتے تو اسلام کو ناقابل تلافی نہ صان پہنچتا۔

نیکلسن اسلامی تصوف / عرفان کو اسلامی شفافیتی علوم کا جزو لا یہیک ثابت کرتے ہوئے رقطراز ہے: ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن فرماتا ہے:

- ۱۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔
  - ۲۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اللہ (معبود) نہیں۔
  - ۳۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز نے فنا کی وادی میں چلے جانا ہے۔
  - ۴۔ اللہ تعالیٰ انسان کی شہرگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہے۔
  - ۵۔ جس طرف رج کرو اللہ تعالیٰ وہیں موجود ہیں۔
  - ۶۔ اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنی روح پھوکی۔
  - ۷۔ اللہ تعالیٰ جسے نور نہ دے وہ نور سے محروم ہے۔
  - ۸۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوتی ہے۔
  - ۹۔ کسی چیز میں انسان کی مرضی نہیں چلتی، مرضی صرف اللہ تعالیٰ کی چلتی ہے۔
  - ۱۰۔ انسان کی ہر سرگوشی میں اللہ تعالیٰ موجود ہے۔
  - ۱۱۔ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ بستا ہے اس لئے کوئی چھپا ہوا عمل اس سے پوشیدہ نہیں۔
  - ۱۲۔ ہر چیز نے آخر میں اس ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے، وہی ہر چیز کا مرکز اور مر جع ہے۔
- ان آیات اور ان جیسی دیگر آیات میں اسلامی عرفان / تصوف کی مضبوط جڑیں ہیں، صوفیاء نے یقیناً ان آیات، معراج اور مقام نبی پاک ﷺ سے متعلق آیات پر غور و فکر کر کے تصوف / عرفان کی کیفیات کو بیان کیا ہے، نیکلسن (Nicholson) نے یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ وحدت کائنات کا اصول بھی تصوف / عرفان میں قرآنی آیات کے ناظر میں بیان کیا گیا ہے یہاں تک کہ احادیث نبوی میں بھی ان کی تائید ہے۔ ایک حدیث قدسی ہے:

"لَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ إِلَى الْنَّوَافِلِ حَتَّىٰ أَحْبَبْتَهُ..."

ترجمہ: اگر میر اپنے زائد عبادت کو باروں بنایا کر میرے نزدیک ہو جائے تو میں اپنے اور اس کے درمیان دوستی ختم کر دیتا ہوں، وہ میر انہٹائی قربی دوست بن جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کی زبان اور ہاتھ جن سے وہ بولتا اور کپڑتا ہے۔  
(فتح الباری حدیث نمبر 6502)

مولانا روم نے اسی نتائج کی طرف اشارہ کیا:

مردان خدا، خدا نہ باشد  
لیکن از خدا، جد اند باشد  
گفتہ او گفتہ اللہ بود  
گرچہ از حلقہ عباد اللہ بود

علامہ اقبال نے اسی طرف اشارہ فرمایا:

ہاتھ ہے اللہ کا، بندہ مومن کا ہاتھ  
 غالب و کار آفرین، کارکشا، کار ساز

مذکورہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ اور انسان میں اک مک مکا کی کیفیت کو بیان کیا گیا جو شریعت اور طریقت کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے۔ نبی پاک ﷺ کا زائد عبادت میں بھی معمول تھا، حضرت مغیرہ بن شعبہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ زائد عبادت (نفلی عبادت) اس کثرت سے کرتے کہ آپ کے قدم مبارک متورم ہو جاتے تھے۔ جب ہم نے آپ ﷺ سے پوچھا، اے آقا! آپ اس قدر عبادت کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ تو گناہ گاروں کے لئے شفاعت کرنے والے ہیں، تو فخر انسانیت نے جواب دیا، کیا میں اپنے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں!

## لفظ تصوف پر ایک طائرانہ نظر

لفظ تصوف کی صرفی /لغوی(Lexical/Morphological) تشریح میں مختلف آراء ہیں۔

۱۔ لفظ تصوف کا اصل صفات ہے جس کا معنی صاف کرنا، گندگی اور آلودگی کو دور کرنا اور اس سے بچنا۔

۲۔ لفظ تصوف کا تعلق اصحاب صفت سے ہے یہ صحابہ کرام کا ایک مخصوص گروہ تھا جنہوں نے مسجد نبوی میں ایک مخصوص چبورتہ کو اپنا مسکن بنایا اور وہ دن رات دنیا کی آلودگی سے کنارہ کش ہو کر تعلیمی دین اور ترکیب نفس میں مشغول رہتے تھے۔

۳۔ تصوف کا اصل صوف ہے، صوف کا معنی اون ہے، صوف کا کھر درالباس درویشانہ زندگی کی علامت ہے۔

۴۔ تصوف دراصل تسوف ہے، سوف یونانی لفظ ہے، جس کا مطلب ہے حکمت اور دانش، دوسری صدی ہجری میں مسلم دانشمندوں نے اسلامی عقائد کو یونانی فلسفہ میں پرکھنا شروع کیا وہ اپنے آپ کو فیلاسوف(Lovers of Greek Wisdom) کہتے تھے لیکن اس دور میں اہل حق نے یونانی فلسفہ کے اثر رسوخ کو ختم کر کے قرآن و حدیث کی حکمت کو اجاگر کیا اور ذوق ایمان، حلاوت ایمان اور ایمانی کیفیات پر زور دیا جس سے نفس کا ترکیب، روح کی بالیدگی اور ایمانی کیفیات کی تکمیل ہوتی ہے تو انہوں نے اپنے لئے سو فی کا لفظ استعمال کیا جس کا مطلب ہے قرآن و حدیث کی حکمت والے (Lovers of Islamic Wisdom) اس حکمت قرآنی کا پیدا کرنے کے لئے انہوں نے ریاضت، مجادہ، محاسبہ نفس، ذکر الہی، محبت نبی پاک ﷺ کی مجالس کا انعقاد اور ذاتِ الہی میں غور و تدبیر پر زور دیا، یہی سو فی کا لفظ اور تسوف کا لفظ بعد میں صوفی اور تصوف استعمال ہونے لگا کیونکہ س اور ص کے

حروف کا ایک دوسرے کی جگہ استعمال بغیر کسی معنوی تبدیلی کے عربی زبان میں عام صوتی تبدیلی ہے جیسے سد اور صد، یسدون اور یاصدون اور مسیطرو اور مصیطرو غیرہ  
 (ڈاکٹر ضیاء، تصوف؛ بتلاش الحسن: ص 158)

### تصوف اور صوفی کی اصطلاحوں کی ابتداء

تصوف اور صوفی کی اصطلاح میں دوسری صدی ہجری میں استعمال ہونا شروع ہوئیں اور پہلا شخص جس کے لئے لفظ صوفی استعمال ہوا وہ بغداد کے عظیم صوفی ابوالہاشم (المتومنی 150ھ) تھے، یہ اپنے وقت کے عظیم صوفی ابراہیم بن ادہم کے ہم عصر (Contemporary) تھے اور اپنے احباب کو تربیت دینے اور ذکر و اذکار کے لئے پہلی خانقاہ (Spiritual Convent) بھی اسی نے دریائے دجلہ کے کنارے قائم کی جو رشد و ہدایت اور روحانیت کے ایک مرکز کے طور پر پہچانی جاتی تھی، اس کے بعد اسلام کی حقیقی روحانی تربیت (شریعت اور طریقت) کے لئے خانقاہی نظام رفتہ رفتہ آگے بڑھاتا کہ شریعت میں تقویٰ / روحانیت کی روح کو زندہ کیا جائے اور عبادات اور دیگر سماجی، معاشرتی اخلاقیات کو محض رسوم کے دائرے سے نکال کر روحانی رنگ چڑھایا جائے، مسلم سماج اور معاشرے میں نبی پاک ﷺ کی محبت پیدا کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے قرب و وصل قائم کیا جائے، ایسا قرب و وصل جس سے دوستی ختم ہو جائے اور "من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جان شدی" والا منظر پیدا ہو جائے، میں اسلامی تصوف ہے اور یہی شریعت کا مقصد اعلیٰ ہے، جن لوگوں کی زندگی اس ڈگر پر چلنی شروع ہو جائے انہیں صوفیاء کہا جاتا ہے، ہر دور میں صوفیاء کا یہی پیغام رہا کہ نبی پاک ﷺ سے محبت میں شریعت کا مکمل اتباع کیا جائے اور اپنے فکر و عمل میں ہرشے سے کٹ کر صرف اللہ تعالیٰ کے ہو جاؤ یہی اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے۔

﴿وَإِذْكُرْ أَسْمَ رَبِّكَ وَتَبَّتَّ إِلَيْهِ تَبَّتِيلاً﴾ (الزلزال: 8)

اور نبی پاک ﷺ کا فرمایا ہے:

"اَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَمَا نَكَتَ تَرَاهُ"

(حدیث، جبریل، صحیح البخاری)

یہ لامتناہی مادی کائنات (Physical World) تصوف کی نظر میں اللہ تعالیٰ اور انسان کے درمیان ایک حسین جگاب ہے، یہ حسین دنیا پنے روئے تاباں کی وجہ سے انسان کے نفس امارہ میں ایک عجیب کشش رکھتی ہے، اس سے نظر بچانا اور اللہ تعالیٰ کو اپنے قلب و ذہن میں سمانا کچھ آسان نہیں، جو مسافر اس کٹھن اور پر خار راستہ کو کامیابی سے سر کرتا ہے اور دنیا کی تابانی سے منہ موڑ کر اور نفس امارہ کی خواہشات سے کٹ کر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اسی کو صوفی کہتے ہیں، صوفی اپنی حقیقت سے پوری طرح آگاہ ہوتا ہے کہ اس کی اپنی حقیقت کچھ بھی نہیں، وہ امر الہی کا ایک پرتو ہے، یہ اس کی حالت بے خودی ہے اور صوفی کی یہ بے خودی ہی اس کی خودی کا تاج ہے، وہ خودی کو معرفتِ الہی کے لئے ایک جگاب سمجھتا ہے، خودی کو مٹا کر اس کا قلب صاف آئینہ بن جاتا ہے جس میں اسے ہر لمحہ تصویر باری تعالیٰ ہی نظر آتی ہے، قرآن کریم ایسے دل کو، قلب سلیم، سے تعبیر کرتا ہے اور ایسے انسان کو اللہ کا بندہ اور اہل جنت ہونے کی بشارت دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِلَّا مَنْ آتَى اللَّهَ بِقُلْبٍ سَلِيمٍ﴾  
(الشعراء: 89)

حرف آخر (اسلام کے تین شعبے)

فقہاء (علمائے شریعت) اور صوفیاء / عراء (علمائے طریقت) دونوں کے نزدیک۔

ا۔ دین اسلام کے تین شعبے ہیں:

(۱) اعتقادات

(۲) اخلاق

(۳) احکام (اوامر و نوای)

اعتقادات کے شعبے کا عقل و فکر سے، اخلاق کا نفس سے اور احکام کا تعلق اعضاء / جوارج سے ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ صوفیاء کے نزدیک اعتقدات میں فہمہ کی طرح صرف عقلی۔

اور ذہنی اعتقاد ہی کافی نہیں بلکہ جس پر اعتقاد ہوا س تک رسائی بھی ضروری ہے اور اعتقادی حلق تک پہنچنے کے لئے درمیان میں نفس امارہ کے پر دے اٹھائے جائیں۔

اسی طرح صوفیاء / عرفاء کے نزدیک صرف اخلاق ہی کافی نہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ اخلاق سے ایمانی ترین ہوتی ہے لیکن یہ عمل محدود ہے اسے متحرک کرنے کے لئے سلوک کی منزلیں کسی مرشد کامل کی نگرانی میں طے کی جائیں تاکہ شریعت کا اصل مقصود یعنی محبتِ نبی پاک ﷺ اور معرفتِ ذاتِ الہی ہو سکے۔

اسی طرح صوفیاء / عرفاء کے نزدیک احکام شریعت پر سختی سے عمل کیا جائے لیکن یہ عمل شعوری ہو، شعوری عمل میں للهیت، خلوص اور رضائے رب ہونی چاہیے۔ صوفیاء کے نزدیک احکامِ الہی کو شریعت اور احکام میں رضائے رب کی طلب کو طریقت اور شریعت کو اتباع رسول ﷺ میں کیا جائے تو محبت اور اس کے بعد جب قربِ الہی حاصل ہو کر بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وصل ہو جائے، دوری ختم ہو اور اپنے بے حقیقت ہونے پر یقین کامل ہو جائے تو یہ معرفتِ الہی اور یہی انسانیت کی معراج اور تخلیق انسان کا مقصدِ اعلیٰ ہے، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ تصوف کے چار اركان ہیں۔

### تصوف کے چار اركان

- ۱۔ شریعت: یہ ایک راستہ جو اللہ تعالیٰ نے احکام کے ذریعے متعین کیا۔
- ۲۔ اس راستے پر نبی پاک ﷺ کی تعلیمات کے مطابق چلنا طریقت۔
- ۳۔ اس راستے پر چل کر منزلِ مقصود تک رسائی یعنی رضائے خدا، حقیقت
- ۴۔ اور منزلِ مقصود تک پہنچ کر اسرار اور موز کا مکشف ہونا معرفت ہے۔

کیا تصوف ایک متوازی دین ہے؟

از پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی

تصوف سے مراد کیا ہے؟ اس کا اشتھقاق کسی مادہ سے ہے؟ یہ کب ایک اصطلاح بننا؟ کیا یہ خالص اسلامی طرز فکر کا مظہر ہے؟ یا اس میں غیر اسلامی عناصر بھی شامل ہیں؟ اور یہ کہ علم تصوف کی اسلامی نظام فکر اور طرزِ حیات میں حیثیت کیا ہے؟

یہ اور اس طرح کے دیگر سوالات ہر دور میں موافق اور مخالف حلقوں میں اٹھائے گئے ہیں۔ ان سوالات کا بنیادی سبب یہ تھا کہ صوفیائے کرام کا کردار اور صلاحیت میں بشری تفاوت موجود تھا۔ معاند چونکہ ہمہ وقت اس تفاوت کی لگھات میں ہوتا ہے اس لئے قیل و قال کامید ان سجوار ہتا ہے۔ بارہاں چشمہ صافی میں انانیت پسندی اور کوتاہ نہیں نے گدلاہٹ بھی پیدا کی یہ صورت حال عین ممکن ہے کہ ہر انسان اعلان وابستگی کے باوجود کردار و سیرت کی ہمہ سالمیت کا اہل نہیں ہوتا۔ بد قسمتی یہ ہوئی کہ بعض اوقات صلاحیت کے تفاوت نے مخالفت کو تحریک دی اور بعض اوقات صوفیانہ لہجہ کا اختصاص تفہیم مدعا کی راہ میں رکاوٹ بنا ہر دو صورتوں میں نعروہ بازی کا خروش بے مزہ کرتا رہا۔ بلکہ بسا اوقات بات یہاں تک پہنچی کہ غیر محمود نتائج اخذ کرنے والوں نے تصوف کے پورے نظام کو رد کرنے کا شور چایا حتیٰ کہ یہ الزام بھی لگا کہ اس سارے سلسلہ تصوف کے پورے نظام کو رد کرنے کا شور چایا حتیٰ کہ یہ الزام بھی لگا کہ اس تصوف کا مقصد اسلام نہ تھا۔ یہ تو خود ساختہ تصورات اور غیر اسلامی میلانات کا ملغوبہ ہے۔ یہ ایک عجمی اثر ہے، یہ یونانی افکار کا مجموعہ ہے، اعتراضات اٹھتے رہے فتویٰ بازی بھی خوب ہوئی مگر تصوف ایک میدانی ندی کی صورت روای دوال رہا یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں کہ صدیوں کے تامل میں کہیں لغرش بھی ہوئی ہوگی اور کہیں ایصال فکر نتیجہ خیز نہیں ہوا ہو گا، مگر سوچئے اگر اسی روش کو استخراج کا محور بنایا جائے تو دنیا کا کون سا فکر محفوظ رہے گا۔ حقائق کی دنیا میں استنباط کی الجھنیں کہاں نہیں ہیں؟

ضرورت تو یہ ہوتی ہے کہ غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے اور متانج اخذ کرنے میں ذاتی پسند و ناپسند شخصی میلانات اور خود ساختہ نظریات کو حائل نہ ہونے دیا جائے۔ صوفیاء کا دعویٰ بھی ہے اور یقین بھی کہ تصوف داخل کی اصطلاح باطن کی تہذیب اور خارج و ظاہر کی تربیت کا کفیل ادارہ ہے اس سے وہ قوتیں بیدار ہوتی ہیں جو داخل کو قوی اور ظاہر کو آداب آشنا بناتی ہیں۔ تصوف کے ضوابط اور اندازِ اخذ و ترک کے ذریعے صفائے قلب کی روشنی اعضاء و جوارح کے اعمال میں نمایاں ہوتی ہیں جس سے باطن و ظاہر کی یک رنگی کی نمود ہوتی ہے اور انسان ایک یکسانی کا مظہر قرار پاتا ہے اس سے ملی وحدت کو بھی فروغ ملتا ہے اور اصلاح بشر کی تحریکوں میں قربت کا احساس بھی ابھرتا ہے۔

تصوف کے خلاف لکھنے والوں نے متعدد الزامات لگائے کبھی کہا گیا کہ اس کی اساس ہی غیر اسلامی ہے اس لئے کہ اس کا مصدر ٹیکر عربی اور اس کا ہیولہ یونانی ہے کبھی یہ طعنہ دیا گیا کہ اس پر ہندو دیدانت کے گھمبیر اثرات ہیں کبھی یہ دعویٰ کیا گیا کہ یہ ایسا طریق حیات ہے جو علم فقہ یا شریعت اسلامیہ کی حدود سے ماروئی ہے۔ ایسے تمام معتبر ضمین یہ اور اس نہ کر سکے کہ تصوف اسلامی معاشرے میں فروغ پانے والی وہ تحریک ہے جس نے پوری ملت اسلامیہ کو متاثر کیا ہے اگر اس تحریک کے عماندین غیر اسلامی نظریات کو فروغ دے رہے تھے تو بڑے بڑے آئمہ مجتہدین اس کی نسبتوں کو کیوں اپناتے رہے۔ تاریخ، حدیث و فقہ کے کتنے امام تصوف کے دامن میں اپنے آپ کو محفوظ محسوس کرتے رہے حقیقت یہ ہے کہ تصوف اور صوفیاء کو اسلامی تعلیمات سے مخفف قرار دے کر اسلام کا دامن کس قدر محدود ملکہ محروم ہو جاتا ہے اس کا اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔

تصوف، تلاشِ احسن اور جتوئے احسان کی وہ ہمہ گیر تحریک ہے جس کا مقصود عبادات میں حسن کی تلاش ہے۔ یہ ہرگز ترک عبادت نہیں، یہ تو ظاہر اعمال کے حسن کے ساتھ مقصدِ اعمال تک رسائی کا نام ہے اس میں اسلامی تعلیمات بغاوت نہیں بلکہ انکی پاسداری کا عزم موجود ہے کسی نظر سے عقیدے یا

عمل کو جاننے کا معیار وہ مستند حقائق ہوتے ہیں جن کی نسبت معیار فلاح یا ذریعہ فساد ہوتی ہے۔ صوفیا کا صدیوں کا کردار گواہ ہے کہ ان کے ہال معیار ایمان قرآن و سنت ہی ہے یہ الگ بات کہ حقائق کی دریافت کا اسلوب جدا جدار ہا اور کہیں ظاہر میں نظر کو دھوکہ بھی ہوا۔ سوچئے ایک صوفی کس کو اساس ایمان بناتا ہے اور کس اساس پر تبلیغ و دعوت پر کاربند رہتا ہے۔ اس کا فیصلہ تاریخ کا صدیوں کا سفر کر چکا ہے پھر یہ بھی تو ظاہر ہے بلکہ اظہر من الشمس ہے کہ ان آستانوں سے فیض پانے والے ملت اسلامیہ کے افراد نہ تھے تو کون تھے؟ کیا اس سوال کا جواب کسی صورت نفی میں آسکتا ہے ہاں اگر عقل خود فریب ہو خود پسندی کا خمار سرمست بنا رہا ہو اور ملت کی مجموعی روشن سے شخصی عناد ہو تو بے سروپا دعوے کئے جاسکتے ہیں و گرنہ بالغ فہم و فراست کا لازمی نتیجہ یہی نکلے گا کہ یہ سب صوفیاء دین اسلام کے بیرون کارہی نہیں بلکہ دین کی اشاعت کا معتبر حوالہ بھی ہیں۔ بہتر ہو گا کہ تصوف کی پہچان و شناخت کے لئے خواہشات کے بھنوں سے اور ان اصحابِ دانش و حکمت سے ہی پوچھ لیں کہ وہ جب تصوف کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں تو اس سے اُنکی مراد کیا ہوتی ہے؟ آئیے چند صوفیائے نظام سے اس کا جواب تلاش کریں۔

## تصوف کے بارے میں اعظم صوفیاء کی آراء

۱۔ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ (م ۲۵۶ھ) نے کے زیر عنوان ایک مکمل باب (تیسرا باب) اپنی شہرہ آفاق کتاب کشف المحبوب میں تحریر کیا ہے جس میں کلمہ تصوف کی مختلف تعبیروں کے ساتھ اس کے مفہوم و مدارج پر بھی بحث کی ہے مگر جس مرکزی نقطہ کو پوری قوت سے واضح کیا ہے وہ یہ ہے کہ سب صفاتے قلب کے لئے تک و دو ہے۔ دل کو غیر سے خالی رکھنا۔ مکروہ فریب سے بھر پور دنیا سے دل کو خالی رکھنا اور فرمایا یہ دونوں صفات سیدنا صدیق اکبرؒ گی ہیں اس لئے یعنی حضرت سیدنا صدیق اکبرؒ طریقت کے راہنماؤں کے امام ہیں۔ (۱)

۲۔ حضرت جنید بغدادی (م ۲۹۷ھ) فرماتے ہیں۔

”ہمارے طریقے کی بنیاد کتاب و سنت پر ہے اور ہر وہ طریق جو سنت کے خلاف ہو مرد و دو باطل ہے۔“<sup>2</sup>

۳۔ شیخ عبدالوهاب شعرانی (م ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں۔

”تصوف کیا ہے؟ بس احکام شریعت پر بندے کے عمل کا خلاصہ ہے۔ علم تصوف، چشمہ شریعت سے نکلی ہوئی نہر ہے۔“<sup>3</sup>

اتباع رسالت دین کی بنیاد ہے۔ صوفی، ولی یا صحابی کس قدر بلند مرتبہ ہوا سکی عظمت اور استقامت رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی وجہ سے ہی ہے۔ شریعت اسلامیہ ہر معاملے میں معیار حق ہے۔

سوچنے اجب صوفیاء سنت کو بناء حق تسلیم کر رہے ہیں اور اس کے مطابق اعمال کو ہی باعث اجر گردانتے ہیں تو کیسے یہ خیال باطل راہ پاسکتا ہے کہ صوفیاء اسلام کے متوازی تصور حیات کو اپنارہے ہیں اس سلسلے میں چند معروف صوفیاء کے ارشادات پر نظر ڈالنے۔

☆ حضرت شیخ عبدالقدیر جیلانی (م 561ھ) کا ارشاد گرامی ہے۔، جو شخص نبی اکرم ﷺ کی پیروی نہیں کرتا ایک ہاتھ میں شریعت اور دوسرے ہاتھ میں قرآن مجید نہیں تھا مگر اس کی رسائی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک نہیں ہو سکتی۔

☆ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (م 370ھ) کا ارشاد پاک ہے۔

"جس حقیقت کو شریعت رو فرمائے وہ حقیقت نہیں ہے بے دینی ہے"۔<sup>5</sup>

☆ شیخ اکبر محمد بن عربی (م 638ھ) فرماتے ہیں۔

"خبردار علم ظاہر جو شریعت کی میزان ہے اسے ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔"<sup>6</sup>

☆ امام دارالحجرۃ حضرت مالک بن انس (م 179ھ) کا فیصلہ ہے۔

"جس نے علم فقہ حاصل کئے بغیر راہ تصوف اختیار کی وہ زندگی ہوا اور جس نے علم فقہ حاصل کیا اور تصوف کے راستے پر نہیں چلا وہ فاسق ہوا جس نے دونوں کو جمع کیا وہ صحیح مؤمن ہے"۔<sup>7</sup>

☆ حضرت خواجہ معین الدین ابجیری (م 633ھ) کا ارشاد پاک ہے:

"شرع محمد ﷺ میں یہی حکم ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اسے بجالائے اور جس چیز سے منع کیا ہے اس سے پوری طرح بچارہ۔"<sup>8</sup>

☆ حضرت شاہ حکیم اللہ جہان آبادی (م 1142ھ) کا ارشاد پاک ہے۔ "اے برادر اگر تم آج کے فقراء کے مراتب کا پتہ لگانا چاہو تو ان کے اتباع شریعت پر نظر رکھو، شریعت معیار ہے، اس کسوٹی پر فقیر کی حقیقت روشن ہو جاتی ہے"۔<sup>9</sup>

☆ حضرت شیخ نصیر الدین الدین دہلوی (م 757ھ) فرماتے ہیں مشرب پیر جست نہیں 9 دلیل کتاب و سنت سے ہونی چاہیے۔<sup>10</sup>

☆

حضرت مجدد الف ثانی<sup>(م)</sup> (1034) نے تو اس بنیادی حقیقت کو بار بار واشگاف کیا ہے اور متعدد حوالوں اور متنوع اسالیب میں اتباع شریعت پر زور دیا ہے مثلاً "طریق صوفیاء پر سلوک کرنے سے مقصد یہ ہے کہ معتقدات کا جو ایمان کی حقیقت ہیں زیادہ یقین حاصل ہو جائے اور فقہی احکام کے ادا کرنے میں آسانی میسر ہو۔" 11

"شریعت تمام کمالات کی ماں اور تمام مقامات کا اصل ہے" 12  
 "جبات کل قیامت کے دن کام آئے گی وہ صاحب شریعت<sup>ؑ</sup> کی متابعت ہے اور احوال و مواجهہ اور علوم و معارف اور اشارات و رمز اگر اس متابعت کے ساتھ جمع ہو جائیں تو بہتر اور زیب ہے قسمت،، ورنہ سوائے خرابی اور استدراج کے کچھ نہیں" 13

"کل قیامت کے روز شریعت کے بابت پوچھیں گے اور تصوف کے بابت کچھ نہ پوچھیں گے۔ جنت میں داخل ہونا اور دوزخ سے بچنا شریعت کے حکم بجالانے پر منحصر ہے" 14

صوفیائے کرام کا عمل حل و حرمت میں سند نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا) یہاں تو امام ابوحنیفہؓ امام ابو یوسف و امام محمدؒ کا قول معتبر ہے نہ کہ ابو بکر شبلی اور ابو الحسن نوری کا قول 15 اور آپ نے یہ اعلان بھی فرمایا۔

"میں انتہائی یقین سے کہتا ہوں کہ سلوک (طریقہ صوفیاء) خادم علوم شریعہ ہے" 16  
 اور آخر میں واضح اور بے باک اعلان سنئے۔

"کشف والہام وحی کے ساتھ ثابت ہوئے احکام کے مخالف ہونے کی صورت میں سراسر خطاب اور غلط ہیں پس اپنے کشف کو علماء کے قول پر مقدم کرنا در حقیقت احکام قطعیہ منزلہ پر مقدم کرنا ہے اور یہ عین گمراہی اور محض خسارہ ہے" 17

یہ ہے اکابر صوفیاء کا عقیدہ جو سراسر شریعت اسلامیہ کی مطابقت میں ہے۔ کوئی باصلاحیت صوفی احکام ربانی اور سنت رسول اکرم ﷺ سے انکار، انحراف یا عدم توجہی کا نہیں سوچ سکتا، یہ ارباب تصوف و

تذکریہ ہر دور میں انسانی راہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے ہیں اور ان اصحابِ حُمْم (باہمت) کی مسلسل جدوجہد اور ان تھک کاؤشوں کا ہی نتیجہ تھا کہ اسلام کا پیغام شرق و غرب میں پھیلتا گیا اور آج بھی ان کے آستانے بعض نفس پرست نگرانوں کی بے راہ روی کے باوجود منیٰ رشد و ہدایت ہیں۔ صوفیائے کرام کی دعوت اپنی ذات کے لئے نہ تھی بلکہ انکی ساری محنت اور مسلسل مجاہدہ دین حق کی اشاعت اور احکام شریعہ کی ترسیخ و ترویج کے لئے تھا۔ اس قدر محسنین اور ایسے محسنین کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کی ساری تگ و دو کسی اور دین کے لئے تھی اسلام کے لئے نہ تھی کس قدر حقائق سے چشم پوشی ہے؟ کیا ان اکابرین نے تبعین کا کوئی ایسا گرد پیدا کیا جو دین اسلام سے مخفف ہوا؟ کیا انہوں نے احکام شریعہ کو من پسند رکھ عطا کیا؟ کیا حضرت داتا نجّاخ بخش حضرت شیخ عبدال قادر جیلانی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی یا حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے تبعین کو دین یعنی اسلام سے برگشته کیا؟

حیرت ہے ذاتی دانش کو ملیٰ دانش پر ترجیح دینے والے کس طرح دعوے کر رہے ہیں؟ کیا یہ انداز فکر جو بد قسمتی سے ذرا کم ابلاغ پر قابض ہوا جا رہا ہے مسلم امت کو انتشار ڈھنی اور خلق شمار قومی کی دلدل میں نہیں دھکیل رہا؟ دو تہائی سے بھی اکثر امت پر اس طرح کی یلغار کیا کسی ذاتی ایجنسٹے کا شاخصانہ ہے یا کسی عالمی سازش کا حصہ ہے؟ کیا مغرب میں اسلام کو بے توفیق کرنے کی خواہش کا یہ عکس تو نہیں؟

ہمیں یہ تسلیم کرنے میں کسی قسم کا تردد نہیں کہ صوفیائے کرام کے بعض اقوال قاری کو بر ایجنسٹہ کرتے ہیں جن سے ظاہر ہیں نظریں شد رہ جاتی ہیں اور خلاف حق اور خلاف واقعہ قرار دینے پر مصر ہو جاتی ہیں مگر اس قسم کے نتائج صوفیاء کے نظریات کا کامل عکس نہیں ہوتے۔ کسی عبارت میں اگر کسی قسم کا ابہام محسوس ہو راست روی یہ ہے کہ پوری تعلیمات کا تناظر پیش نظر رہے مگر افسوس اس پر ہے کہ آراء پہلے قائم کر لی جاتی ہیں پھر ان کے شواہد تلاش کئے جاتے ہیں اشکال کا پیدا ہونا عین ممکن ہے مگر ان سے

فوری معاندت کا روایہ اپنالینا دانشمندی نہیں ہے۔ بد قسمتی تو یہ ہے بعض دانشور اپنی دانش پر اس قدر اعتماد کر لیتے ہیں کہ کسی دوسرے کو لا تقدیر توجہ ہی نہیں سمجھتے معاندت کا سرو شیوں حملہ آور ہوتا ہے کہ "اناؤلا غیری" کا سماں پیدا ہو جاتا ہے۔ پھرناہ امام غزالیؒ محفوظ رہتے ہیں نہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ شمشیر بکف مد عیان فہم و فراست کے چوبائی حملوں سے نہ شیخ احمد سرہندیؒ بچتے ہیں اور نہ امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ۔ من پسند عبارات کے انتخاب میں یہ اہل جل استخاراج کی وہ گردائیاتے ہیں کہ عالم اسلام کے تمام اکابر معتوب قرار پاتے ہیں۔ کسی ایک نقطہ نظر سے اختلاف ہر صاحب علم کا حق ہے حضرت مجدد الف ثانی نے بھی یہ حق حضرت شیخ اکبر ابن عربیؒ کے نظریات کے حوالے سے استعمال کیا ہے مگر حد ادب کا بھی خیال رہا اور نقد و جرح میں بھی توازن رہا۔ فرماتے ہیں۔ "شیخ محبی الدینؒ کے حق میں فقیر کا اعتقاد خاص بھی بھی ہے کہ ان کو مقبولان میں سے جانتا ہے اور اس کے مخالف علوم کو خطاء اور مضر دیکھتا ہے۔" 18

یہ الزام کہ تصوف اسلام سے الگ ایک متوازی دین ہے پوری ملت کے جذبات پر ایک ایسا حملہ ہے جس کا مقصد ذہنی انتشار کے سوا کچھ نہیں۔ حرمت سے یہ سب کچھ وہاں ہو رہا ہے جہاں قدم قدم پر صوفیاء کا فیضان ہو یہاں ہے۔ بہتر ہو گا کہ الزامات کی بے توفیق قطار سے ایک دواعتز اضافات پر نظر ڈال لی جائے۔

### امام غزالیؒ اور مدارج توحید کا بیان

جیتنے والا اسلام امام غزالیؒ (م 505ھ) امت مسلمہ کے ان اکابر میں سرفہرست ہیں جنہوں نے تحفظ دین، صیانت عقائد اور تطہیر فکر کا وہ کارنامہ انجام دیا ہے کہ ہر دور میں لا تقدیر احترام ٹھہرے ہیں اگر توحید کا اجلا پن آپ پر بھی واضح نہیں ہوا تو پھر یہ امت کس پر اعتماد کرے۔ شرق و غرب امام غزالیؒ کے علمی رسوخ اور صفائی نظر کے قائل ہیں۔ مگر اس دور کے پینانے غلط میں آپ کی تحریروں سے متوازی عقیدے کی ہو یہی دلیل ہے ہیں۔ حضرت علامہ اقبال تلقین غزالیؒ کی راہنمائی کے لئے تڑپ رہے ہیں کہ اس

طرح راست فکری کو جلا ملتی ہے مگر کیا کیا جائے عقل کل کے دعویدار امت سے غزالیؒ جیسا نابغہ بھی چھین لینا چاہتے ہیں۔ تصور کیا ہے فقط یہ کہ آپ نے تہیم توحید کے چند مدارج کا ذکر کر دیا ہے۔ جن سے چند سطروں کو سیاق سے کاٹ کر من پسند مفہوم نکال لیا گیا ہے۔ موضوع یہ تھا کہ،، توحید کا ایقان کیسے حاصل ہو،، کہ توکل کا اعلیٰ تر مفہوم آشکار ہو جائے۔ اس پر امام غزالیؒ نے مفہوم تک رسائی کے چار مدارج بیان کئے ہیں یہ توحید منقسم ہوئی اور نہ ایمان کا مرکز تبدیل ہوا مگر اس علمی بحث کو نہ معلوم کیا بنادیا گیا خود امامؒ کی تحریر کے حوالے سے اس بحث پر آپ کا نقطہ نظر یہ ہے۔ فرماتے ہیں:

"فالرتبة الا ولی من التوحيد هي ان يقول الانسان بلسانه لا اله الا الله وقلبه غافل عنه او منكر له كتوحيد المنافقين و الثانية ان يصدق بمعنى اللفظ قلبه كما صدق به عموم المسلمين وهو اعتقاد العوام و الثالثة ان يشا هد ذالك بطريق الكشف بواسطة نور الحق وهو مقام المقربين و ذالك بان يرى اشياء كثيرة ولكن يراها على كثرتها صادرة عن الواحد القهار والرابعة ان لا يرى في الوجود الا واحد وهي مشاهدة الصديقين و تسميه الصوفياء الفناء في التوحيد لانه من حيث لا يرى الا واحد فلا يرى نفسه لكونه مستغر قاباً لتوحيد كان فانياً عن نفسه في توحيد بمعنى انه فني عن رؤيه نفسه والخلق" -19

ترجمہ: پس توحید کا رتبہ اولیٰ یہ ہے کہ انسان اپنی زبان سے لا اله الا الله کہے مگر اس کا دل اس سے غافل ہو یا اس کا منکر ہو جیسا کہ متفقین کا اقرار توحید ہے دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس کے مفہوم کو اس کا دل سچ سمجھتا ہو جیسا کہ عام مسلمان اس کی تصدیق کرتے ہیں یہ عقیدہ عوام کا ہے تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ اقرار کرنے والا نور حق کے واسطے سے اس توحید کو بذریعہ کشف مشاہدہ کرے یہ مقربین کا مقام ہے یا اس لئے کہ وہ کثیر اشیاء کو دیکھتا تو ہے مگر وہ کثرت کو دیکھنے کے باوجود یقین رکھتا ہے کہ سب ایک واحد و تھار سے ہی صادر ہوتی ہیں۔ چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ وہ سوائے واحد وجود کے کسی کو وجود میں نہیں دیکھتا یہ صد یقین کا مشاہدہ ہے اور صوفیاء اسے ہی فنا فی التوحید کا نام دیتے ہیں۔ اس لئے کہ اس مرتبہ میں وہ واحد کے سوا

کسی کو نہیں دیکھتا۔ توحید میں مستغرق ہونے کی وجہ سے جب وہ اپنے آپ کو بھی نہیں دیکھتا تو وہ توحید میں فناہ ہوتا ہے یعنی اس کا اپنا نفس اور مخلوق اس کی روایت سے معدوم ہو جاتے ہیں۔، امام غزالیؒ کی یہ وضاحت کسی ابہام کا شکار نہیں۔ حقیقتِ حال یہی ہے کہ توحید کی کیفیات اور تقاضوں کی تفہیم میں ہر انسان کی ذہنی، قلبی سطح برابر نہیں، اس لئے صرف حرف آشناً انتہاء منزل نہیں اس کے لئے غور و فکر اور استغراق و مجاہدہ درکار ہوتا ہے۔ یہ مدارج فہم ہر علم میں موجود ہیں کہ روایت کے ذریعے حاصل ہونے والا علم اطمینان قلب کی بلند منزل پانے کے لئے سراپا تجسس رہتا ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ امامؒ نے عدم روایت غیر کی بات کی ہے کہ اس مقام پر یکسوئی نظر حاصل ہوتی ہے اور تقبیل کی ارفع منزلت نصیب ہو جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی صاحب نظر کو اس ترتیب اور درجات کی حیثیت پر اعتراض ہو کہ مشاہدات متفاہر ہو سکتے ہیں مگر کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ توحید کی بلند تر رفتہ کے متلاشین پر بے دینی یا متوازی دین کے حامل ہونے کا الزام لگائے۔

### وضاحت عقیدہ ختم نبوت

مناسب ہو گا کہ ختم نبوت کے عقیدہ کے حوالے سے اٹھائے گئے اشکال پر بھی نظر ڈال لی جائے اس پر تو امت مسلمہ میں کبھی دور ایں نہیں رہیں کہ نبی اکرم ﷺ سلسلہ نبوت و رسالت کے خاتم ہیں قرآن مجید نے اس اعتقاد کو حتیٰ صورت میں بیان کیا ہے۔ احادیث مبارکہ کی کثیر تعداد اس پر شاہد ہے اگرچہ بعض مفاد پرست دنیا کے طالب اور جاہ و چشمتوں کے خوگر ایسے ضرور ملتے ہیں جو ذاتی اغراض کے لئے مدعی نبوت ہوئے گریہ ایمان سیدنا صدیقؓ اکبر کافیسان تھا کہ امت کی مجموعی روشنی میں بے اعتدالی نہیں آئی۔ صوفیائے کرام جو منصب رسالت کی عظمت و عفت کے امین ہیں ہر دور میں شمشیر بکف رہے کہ کوئی غرض و ہوس کا مارا شب خون مارنے کی جسارت نہ کرے اور اگر دیوالی خود سر بنادے تو ایسون کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا جائے۔ مغلیہ فرمانزوں اکبر اپنی جہالت کے باعث اور تربیت کے فقدان کی وجہ

سے جب تختِ دہلی پر متمکن ہوا تو بعض جاہ پرست اسکی جہالت سے فائدہ اٹھا کر اقتدار اور دولت سمیئنے لگے مگر اللہ تعالیٰ کا کرم کہ اس نے پر فتن دور میں حضرت مجدد الف ثانیؓ کو بروقت بیدار کیا آپ اپنی تمام ترجد و جد کے ذریعے حق و یقین کا نشان بن کر سامنے آئے۔ الوہیت و نبوت کی خواہش کا خوش جب عروج پر تھا تو حضرت مجددؓ کا نعرہ متنانہ بر صغری کی فضاؤں میں توحید و نبوت کی عظمت ثبت کر رہا تھا۔ افسوس اس پر ہے کہ اس محسن ملت پر یہ الزام لگایا گیا کہ آپ اور آپ جیسے دیگر صوفیے کرام حريم نبوت پر نق卜 لگا رہے تھے۔ مکتوبات کے دفاتر کے مجموعی فیض پر نظر ہوتی تو ایسی جرأت نہ ہوتی۔ مگر عیب تلاش کرنے والوں کو یہ سروکار نہیں ہوتا کہ جراحتِ لسان کس قدر حقیقت ناشناس ہوتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؓ کا ارشاد ہے، جاننا چاہیے کہ منصب نبوت، حضرت خاتم الرسل ﷺ الصلوٰۃ و التسلیمات پر ختم ہو چکا ہے لیکن اس منصب کے کمالات سے تابعداری کے باعث آپ کے پیروکاروں کو بھی کامل حصہ ملتا ہے۔ 20 اس سے یہ نتیجہ نکلا گیا کہ ان اصحاب کے نزدیک منصب تشریع اب کسی شخص کو حاصل نہ ہو گا مگر نبوت کا مقام اور اس کے کمالات اسی طرح باقی ہیں اور یہ اب بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ 21 اسی کو حريم نبوت میں نق卜 لگانا کہا گیا۔ 22

مقام حیرت ہے کہ منصب نبوت کے ختم ہونے کی صراحة کے باوجود اسے حريم نبوت میں نق卜 کیسے قرار دیا گیا۔ مکتوبات میں ایسا بیان کئی بار آیا ہے اور بڑی صراحة کے ساتھ ختم نبوت کے لزوم کو بیان کیا گیا ہے بے دریغ فتویٰ بازی کی یہ روشن تو منصب مفتیوں پر الزام تھی۔ روشن خیالی کے دعویداروں کو اس بے باکی اور خود پرستی کا شوت نہیں دینا چاہیے تھا۔ بہتر ہو گا مجدد علیہ الرحمۃ کے اس حوالے سے چند ارشادات کا مطالعہ کر لیا جائے تاکہ زیر بحث مسئلہ بے غبار ہو جائے آپ فرماتے ہیں۔

"تمام انبیاء کے خاتم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور آپ کا دین گز شتمہ تمام ادیان کا ناسخ ہے اور آپ کی کتاب تمام کتابوں سے بہتر ہے"۔ 23

"پیغمبروں میں اول حضرت آدم ہیں اور ان میں اخیر و خاتم النبوت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں" 24  
یہ اشکال جو بعض اذھان میں اٹھتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی تشریف آوری سے عقیدہ ختم نبوت کی توجیہہ  
کیا ہوگی اس پر حضرت مجددؒ نے متعدد بار واضح کیا کہ:

### وضاحت عقیدہ ختم نبوت

"یہ منصب نبوت حضرت سید البشرؐ پر ختم ہو چکا ہے سیدنا عیسیٰؑ نزول کے بعد حضرت خاتم الرسل ﷺ کی شریعت کے تابع ہوں گے"۔ 25 مزید وضاحت کے لئے دفتر اول مکتوب 209 دفتر دوم  
مکتوب 55 کے علاوہ متعدد شواہد مکتوبات سے دیکھے جاسکتے ہیں۔

اب یہ سوال کہ منصب نبوت تو ختم ہو چکا، کمالات نبوت کا اجراء تو تسلیم کر لیا گیا اس سلسلے میں حضرت  
مجدؓ کا ایک اور ارشاد ملاحظہ فرمائیے:

"اگرچہ منصب نبوت ختم ہو چکا ہے لیکن نبوت کے کمالات اور خصوصیتوں سے تبیعت اور رواشت کے  
طور پر انبیاءؐ کے کامل تابعداروں کو حصہ حاصل ہے۔" 26

حضرت مجددؓ کا استدلال یہ ہے کہ علمائے امت کو انبیائے نبی اسرائیل سے ایک گونہ نسبت دی گئی ہے یہ  
اس لئے نہیں کہ علماء نبی یا مثل نبی ہوں گے صرف اس لئے کہ ان علماء میں بعض خصائص و کمالات سرور  
انبیاءؐ کی اطاعت و اتباع سے یوں ہو یہد اہو گلگ کہ یہ فرائض نیابت انجام دیں گے۔

سوچئے اگر علماء کے کمالات جناب خاتم الرسل ﷺ کے کمالات نہیں تو اور کس کا ہے؟ مجدد صاحبؓ ہر  
کمال، ہر خصوصیت اور ہر رفتہ کو سرکار دو عالم ﷺ کا فیضان ہی گردانتے ہیں۔ ہاں انہیں یہ اعتراض  
ہے کہ یہ فیضان صحابہؐ کرام علیہم الرضوان میں سب سے زیادہ تھا اور بتدریج کم ہوتا گیا یہ تو نبوت پر  
نقبہ ہوئی نبوت کے سایوں میں اتباع کی ضرورت و اہمیت کا بیان ہوا۔ مختصر یہ کہ حضرت مجددؓ پر یہ  
الزام کہ آپ منصب نبوت پر نقبہ لگا رہے ہیں۔ دیدہ دلیری ہی نہیں حد درجہ بے اختیاطی بھی ہے۔

اختلاف کا حق سب کو حاصل ہے مگر حزم و احتیاط کے ساتھ۔ حیرت ہے کہا گیا کہ تصوف ایک متوازی دین ہے۔ فتویٰ کی گہما گہمی پہلے بھی رہی مگر افراد یا ایک گروہ کے خلاف۔ یہاں تو صدیوں کی مومنانہ روشن، حکیمانہ تبلیغ اور جہد و ریاضت کا سارا جہاں ہی رد کر دیا گیا۔ سوچنے کیا یہ امت مسلمہ کی خدمت ہے؟ یا ملی یقینی کو انتشار آشنا کرنا ہے؟ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ ایسے سائل جو اہل نقد و نظر کی حافل میں اٹھنے چاہئیں یوں سر بازار کیوں اچھا لے جا رہے ہیں۔ کیا سادہ لوح ملت کو برائی گھنٹہ کرنا اور اشتغال دلانا ہے یہ تو فکری دہشت گردی ہے، دین تو طریق حیات ہے وہ نظام زندگی ہے جو کسی بالاتر ذات کو تسلیم کرنے کے بعد اس کے احکام و قوانین کی پیروی میں اختیار کیا جائے۔ کیا صوفیاء کسی اور دین کے پیروکار تھے؟ کیا ان کے ہاں تبادل فرائض و سنن تھے؟ کیا ان کی دعوت اسلام کے لئے نہ تھی؟ صدیوں سے جاری حکمت و دانش اگر اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی اشاعت پر کار بند ہوتی تو کہیں تو نیادین یا نظام حیات تشکیل پاتا۔ ایسے دعویدار خود فربی میں ہی مبتلا نہیں۔ دین و ملت کے ساتھ ظلم بھی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی دانش سے پناہ میں رکھے جو موجب شر و فساد ہو کہ امت پہلے ہی کئی "دانشمندوں" کی مچھیر ہو چکی ہے ایسی دانش سے ہی مضطرب ہو کر علامہ اقبال یہاں تک کہہ گئے تھے۔

ز من گیر ایں کہ مرد کو رچشمے

نہ پینائے غلط بینے نکوتر

ز من گیر ایں کہ نادانے نکو کیش

ز دانشمند بے دینے نکوتر

## حواله جات

- 1- كشف المحجوب باب سوم: تصوف
- 2- تحصيل التعرف في معرفة القصه والتتصوف شيخ عبدالحق محمد اردو ترجمہ ص 6
- 3- الطبقات الکبریٰ شیخ عبد الوهاب شعرانی ص:4
- 4- فتوح الغیب۔ شیخ القادر جیلانی ص: 406
- 5- عوارف المعارف شیخ شہاب الدین سہروردی ج 1 ص 139:
- 6- الیوائیت والجواہر شیخ عبد الوهاب شعرانی ص: 22
- 7- تحصیل التعرف في معرفة الفقه والحرف ص 2
- 8- تاریخ مشائخ چشت پروفیسر خلیق احمد نظامی ج 1 ص 401:
- 9- حوالہ مذکورہ۔ ص 60
- 10- حوالہ مذکورہ۔ ص 58
- 11- مکتوبات امام ربانی جلد اول مکتوب 207
- 12- حوالہ مذکور جلد ثانی مکتوب 46
- 13- حوالہ مذکور جلد اول مکتوب 184
- 14- حوالہ مذکور جلد اول مکتوب 48
- 15- حوالہ مذکور جلد اول مکتوب 266
- 16- حوالہ مذکور جلد اول مکتوب 210
- 17- حوالہ مذکور جلد اول مکتوب 286
- 18- حوالہ مذکور جلد اول مکتوب 266

- 19- احیاء علوم الدین امام غزالی جلد چهارم حقیقتۃ التوحید
- 20- مکتوبات جلد اول مکتب 260
- 21- برهان۔ جاوید احمد غامدی ص 198
- 22- حوالہ مذکور 1999
- 23- مکتوبات جلد دوم مکتب 67
- 24- مکتوبات جلد سوم مکتب 17
- 25- مکتوبات جلد اول مکتب 301
- 26- مکتوبات جلد دوم مکتب 6

## تصوف کے متعلقہ

﴿حضرت صاحب قبلۃ عالمؐ سے پوچھے جانے والے سوالات کے جوابات اکابرین کی کتابوں سے دیئے گئے ہیں﴾

### مؤلف خلیفہ محمد انیس صدیق

اس میں شک نہیں کہ مسلم معاشرہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسیمات کے بعد جن افراد کے طفیل زندہ اور قائم رہا ان میں اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عَجَّلَ بِرَحْمَةِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰی اجمعین کے بعد۔ فقهاء محدثین علمائے ربانیین اور صوفیائے کرام شامل ہیں علمائے کرام نے ظاہر کو درست رکھنے میں تو صوفیائے کرام نے تزکیہ نفس کے ذریعہ مسلمانوں کو باطنی صفائی دنیا پرستی اور نفس پرستی کے بڑھتے ہوئے سیلاپ کی روک تھام کے سلسلہ میں بنیادی کردار ادا کیا۔ گزشتہ تیرہ صدیوں میں اسلام کی محض علمی، عقلی اور فلسفیانہ تشرع کے حاملین سیکڑوں گروہ پیدا ہوئے اور کچھ عرصے تک طاقتوں بھی رہے لیکن الحمد للہ صوفیائے کرام کے غیر متزلزل اخلاقی و روحانی تعلیم و کردار کی بناء پر نسیآنیاً ہو کر رہ گئے۔ صوفیائے کرام کے یہ پاکیزہ نفوس اب بھی موجود ہیں اور ہر دور میں موجود رہیں گے۔ ان ہی ہستیوں میں ایک نابغہ روزگار ہستی عظیم روحانی پیشوای پیر علاء الدین صدیق صاحب کے نام سے جانی و پہچانی جاتی ہے۔ یہی لوگ مسلم معاشرہ میں لاکھوں کروڑوں افراد کو دین و ایمان پر قائم رکھنے کا ذریعہ ہیں۔ البتہ یہ بجا ہے کہ عقلیت کی عالمگیر تحریک کے ہمہ گیر اثرات کی وجہ سے سیکولر افراد اور اسلامیت کی عقلیت کی تشرع کے حامل افراد اہل تصوف سے استفادہ کرنے میں بڑی حد تک محروم رہے۔ ان مفکرین کو یہ توفیق نصیب نہ ہوئی کہ وہ عام آدمی تک یہ بات پہنچا سکیں کہ اہل تصوف کا پیغام وہی ہے جو قرآن و سنت کی روح ہے اس کے بجائے وہ تصوف کو متوازی دین اور گمراہی کا نام دینے کی ناپاک جمارت کرتے رہے اور

کر رہے ہیں مثلاً "اسلام کے مقابلے میں تصوف وہ عالمگیر مذالت ہے (گمراہی) ہے جس نے دنیا کے ذہین لوگوں کو متاثر کیا ہے۔" (برھان صفحہ 192)

بر صغیر پاک و ہند میں اسلام کو لانے والے، بچانے والے اور پھیلانے والے اہل تصوف صوفیائے کرام ہی تو ہیں اور میں اپنی اسی کتاب کی پہلی جلد میں لکھ چکا ہوں کہ صوفی کا وجود اسلام کی بقاء کا ضامن ہے اور اس سلسلہ میں اپین اور روس کی مثال آپ کے سامنے ہے روس میں ستر سال کیونٹ حکمران رہے پوری قوت صرف کرنے کے باوجود اسلام کو نہیں مٹا سکے اور اپین میں آٹھ سو (800) سال مسلم حکمرانی کے باوجود اسلام مٹ گیا اس لئے کہ وہاں کسی صوفی کا وجود نہیں تھا اور روس میں صوفیاء کرام کے مزارات پر خفیہ طور پر اسلام کی تبلیغ جاری رہی اور اسلام آج پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہے۔ باقی تفصیل اسی مقدمے میں اپنے مقام پر آئے گی۔ اس نام نہاد سکالر کو مجی الدین ابن عربیؒ کی فصوص الحکم تو نظر آگئی مگر امام عبد الوہاب شعرانیؒ "ایقاۃت والجوہر" نظر نہیں آئی جس میں لکھا ہے کہ بہت سی باتیں غلط طور پر شیخ کے ساتھ منسوب کی گئی ہیں۔ اس مقام پر میں حضرت صاحب قبلہ عالم کی کا یہ فرمان لکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ "علم کی مثال ایک بے الگام گھوڑے کی ہے جب تک مطلق علم کی الگام کسی کامل شیخ کے ہاتھ میں نہ ہو یہ انسان کو تباہی کی طرف لیجاتا ہے آپ کا کیا خیال ہے جس شخص نے "بے نقط" تغیری قرآن لکھ دی تھی اس کے پاس علم اور مطالعے کی کی تھی؟ اس دور میں اگر مجدد الف ثانیؒ جیسی کامل صوفی کی شخصیت نہ ہوتی تو آج اسلام اپنی اصل حالت میں موجود نہ ہوتا۔

جب میں اکابرین کی تحقیق کو اس عنوان کی زینت بناتا ہوں جس میں اس میں ان تمام شکوہ و شبہات کا ازالہ بھی ہو گا اور حضرت صاحب قبلہ پر جس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گی کہ تصوف ہی دین کی روح اور اس کا تکمیلی شعبہ ہے۔ تصوف کے عنوان پر ہونے والے سوالات کا جواب بھی دینے کی کوشش کروں گا۔ حضرت صاحب کبھی کبھی خود جواب ارشاد فرماتے اور کبھی یہ راہنمائی فرمادیتے کہ

اس عنوان پر فلاں شخصیت نے اچھا کام کیا ہے میں نے ان شخصیات کی کتب مہیا کر کے مدل جواب دینے کی کوشش کی ہے اور اس کو مقدمہ کا نام دیا ہے اس میں مجھے کس حد تک کامیابی ہوئی ہے، اس کا فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔  
(از خلیفہ محمد انیس صدیقی)

### تصوف کی جامع تعریف

از عبدالماجد ریبابادی

اگر تصوف کی جامع تعریف کرنے کو کہا جائے تو ہر ولی اللہ نے اپنے الفاظ میں اپنے وجود ان کے مطابق ایسی جامع تعریف کی ہے کہ سب کا یہاں نقل کرنا مشکل ہے البتہ سب کوڑہن میں رکھ کر آسان الفاظ میں تصوف کی تعریف کرنے کو کہا جائے تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ: تصوف

- زہد، دنیا سے استغنا، ساری امیدیں اللہ سے وابستہ کرنے
- دنیا کے مقابلے میں آخرت پر ہر وقت نگاہ رکھنے
- اللہ کی مخلوق سے ہر وقت محبت کرنے
- آخری حد تک رواداری کا مظاہرہ کرنے
- دینی حیثیت کے پیدا ہونے
- اللہ کے بندوں کی اصلاح کے لئے بے چین ہونے
- اور اس سلسلہ میں حکمت و بصیرت کے ساتھ ساری تدامیر اختیار کرنے
- اسلام کی ظاہری اور باطنی تعلیمات پر صدق دل سے عمل پیرا ہونے
- اللہ تعالیٰ کی زمین پر عاجز بندہ بن کر رہنے
- بڑے پن سے پوری طرح دستبردار ہو جانے
- اعتماد ذات سے بہرہ ور ہونے

- نفسی توقوں سے ہر وقت چوکنار ہے
- افراد معاشرہ کی طرف سے اشتعال کی ساری کوششوں کے باوجود صبر و برداشت کا مظاہرہ کرنے روزی کے معاملہ میں اللہ پر توکل کرنے
- اللہ کو مطلوب و مقصود بنانے
- سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل پیرا ہونے کے معاملہ میں طبیعت میں ذکا و حس کا پیدا ہونے
- امیروں اور حکمرانوں کے شر سے بچنے کے لئے ان سے عدم تعلقات رکھنے
- ان طبقات میں اصلاح کی خواہش رکھنے والوں کی اصلاح کے لئے متفسر ہو جانے
- دنیاوی معاملات میں ہر قسم کے ذہنی دباؤ سے محفوظ ہونے
- اللہ کی محبت، دین کی فکر اور آخرت کی فکر کے علاوہ سارے تفکرات سے بے نیاز ہونے
- حالت خود احتسابی اور حالت مراقبہ کو غالب رکھنے
- نفس و شیطان کے مکروہ فریب سے ہر وقت چوکنار ہے
- بڑے سے بڑے مقام تک رسائی کے باوجود اللہ کی عظمت کے استحضار کے غلبہ کی وجہ سے اپنے آپ کو مخلوق میں سب سے زیادہ سیاہ کار تصور کرنے
- بحث و مباحثہ اور غیر ضروری گفتگو سے طبع خاطر نہ ہونے اور ایسے موقع پر محض اللہ کے بندوں کی مصلحت کی خاطر گفتگو میں شریک ہونے۔
- معاشرہ میں بگاڑ کے غلبہ کے وقت دوسروں سے زیادہ اپنی فکر کو غالب رکھنے
- حق و صداقت پر گامز ن ہونے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے اور اللہ کے لئے جینے اور اللہ کے لئے مرنے کا حوصلہ رکھنا۔

یہ وہ تصوف اور اس کے خدوخال جو امت کی فاضل شخصیات کی تحریروں کے مطالعہ سے ذہن پر مر تم ہوتے ہیں۔ جو تصوف و احسان انسانی زندگی میں اتنی خوبیاں اور اوصاف پیدا کرتا ہو آج ہمارا معاشرہ اس تصوف سے کتابیگانہ ہو چکا ہے۔

تصوف و احسان یعنی صحبت علمائے ربانی اور کثرت ذکر کے ماحول سے منقطع ہو جانے کی وجہ سے ہمارا معاشرہ نفس پرستی کی اس دلدل میں پھنس چکا ہے جہاں سے نکلنے کے سارے راستے مسدود نظر آتے ہیں بلکہ یہ اور بھی الیہ ہے کہ دین کی خدمت کا دعویٰ کرنے والے ذکر کو بند کرنے پر مختلف حیلوں بہانوں سے کمربستہ ہیں۔

تعارف تصوف کے سلسلے میں اس مقدمہ میں ان عرفاء علماء اور فاضل شخصیات کے افکار و علمی و روحانی خیالات سے استفادہ کیا گیا ہے جو امت کا قیمتی سرمایہ ہیں جن کا تجربہ علمی اور سیرت و کردار ہماری تاریخ کا وہ بینارہ نور ہے جس کی روشنی انسان کو شاہراہ حیات پر سفر جاری رکھنے میں آسانی میسر ہوتی ہے۔

### امام غزالی علیہ الرحمۃ اور ضرورت تصوف

امام غزالیؒ شخصیت کا مکمل تعارف لکھنے کے لئے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے ان کی حیات مبارکہ پر اکابر شخصیات کی تصانیف موجود ہیں۔ یہاں صرف اتنا ذکر ضروری ہے کہ تصوف کے بارے میں ان کے خیالات و نظریات کیا ہیں اس کی تفصیل بھی ان کی کتاب "المنقد من الضلال" میں دیکھنی چاہیے مگر ایک بات یاد رہے تصوف کی کتب صرف اسی شخص کو فائدہ دیتی ہیں جو تلاش حق کی نیت سے پڑھے اسی لئے سید الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے منع کر دیا ہے کہ ہماری کتابوں کو ہر آدمی ہاتھ نہ لگائے۔ کیوں؟ اس لئے کہ جن لوگوں نے صرف لوگوں کو گمراہ کرنے کا کام اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ وہ ہدایت کے بجائے گمراہی پھیلاتے ہیں مثلاً ایک صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں "اہل تصوف کے دین میں یہ سب چیزیں اب بھی حاصل ہو سکتی ہیں ان کے نزدیک (یعنی صوفیاء کرام کے نزدیک) وحی اب بھی آتی

ہے، فرشتے اب بھی اترتے ہیں عالم غیب کا مشاہدہ اب بھی ہوتا ہے اور ان کے اکابر اللہ کی ہدایت اب بھی وہیں سے پاتے ہیں جہاں سے جریل امین اسے پاتے ہیں اور جہاں سے یہ کبھی اللہ کے نبیوں نے پائی تھی۔"

اس کی دلیل کے طور پر امام غزالی کی کتاب "المنقذ من الضلال" کی یہ عبارت نقل کرتے ہیں۔  
"اس راہ کے مسافروں کو مکاشفات و مشاہدات کی نعمت ابتداء ہی میں حاصل ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ بیداری کی حالت میں نبیوں کی ارواح اور فرشتوں کا مشاہدہ کرتے ان کی آوازیں سنتے اور ان سے فائدے حاصل کرتے ہیں۔" (المنقذ من الضلال ص 50)

اس عبارت کی تشریح میں وہ مزید لکھتے ہیں "ان اکابر کا الہام ان کی عظمت کی وجہ سے قرآن مجید ہی کی طرح شایبہ باطل سے پاک اور ہر شب سے بالا ہوتا ہے۔" اب میں اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر گزارش کروں گا یہ اولیائے کرام کو گمراہ اور ان کے پاکیزہ کلام کی من گھڑت تشریفات اور ان کی کتابوں کو ہندوؤں کی کتابوں کے ساتھ تشییبہ دے کر یہ سمجھتے ہیں کہ جو چیز غریب کی جھوپڑی میں نہیں وہ بادشاہ کے محل میں بھی نہیں۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ کی نقل کردہ عبارت میں مشاہدات و مکاشفات کے ذکر کو اس نے وحی لکھ دیا اسی لئے کسی عاف باللہ کا قول ہے "علمی کہ راہ نماید جہالت است، وہ علم جو بندے کی صحیح راہنمائی نہ کر سکے وہ جہالت ہے۔"

اس کا تفصیلی جواب ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب کے مقالہ میں دیا گیا ہے۔

### امام غزالی علیہ الرحمۃ کے مزار پر حضرت صاحب کی حاضری

حضرت صاحب قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ میں جب ججۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوا تو مزار کی خستہ حالت دیکھ کر بہت دکھ ہوا مزار کو تالہ لگا ہوا تھا باہر ہی سے فاتحہ پڑھی اور واپس آگیا ابھی چند قدم ہی چلا تھا کہ ایک دراز قد شخصیت بہت بار عرب چہرہ ہاتھ میں عصاء لئے سامنے سے آرہے

تھے ان کے چہرہ کارنگ گلابی تھا مجھ سے مخاطب ہو کر پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا امام صاحب کے مزار پر حاضری دینے آیا تھا مگر دروازہ بند ہے پوچھا اندر جانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا۔ فرمایا میرے پیچے پیچے آؤ میں نے سوچا کوئی چالی بردار خادم ہو گا ہم چند لمحات میں مزار شریف پر پہنچ گئے۔ انہوں نے اشارہ فرمایا تو تالا کھل گیا میں خوشی سے مزار کے اندر داخل ہوا مگر ان بزرگوں کی طرف دیکھنا بھول گیا کچھ دیر وہاں مراقب رہنے کے بعد باہر نکلا تو وہ بزرگ وہاں نہیں تھے میں تالا گا کرو اپس آرہا تھا راستے میں ایک بابا جی سے ملاقات ہوئی پوچھا حاضری ہو گئی میں نے پوری بات بتائی کہ میری حاضری اس طرح ہوئی کہ اس شکل و شبہات کے بزرگ ملے انہوں نے تالا کھولا اور پھر میں نے ان کو نہیں دیکھا بابا جی فرمانے لگے وہی تو امام غزالی تھے۔ یہ 1970 کی بات ہے کہ علیٰ دنیا کی اتنی بلند پایہ شخصیات تصوف کی طرف مائل ہوں اور اپنی پوری تحقیق کے بعد یہ فرمائیں کہ "ہم نے زندگی یوں ہی ضائع کی" تو یہ جملہ اگر ایسے شخص سے منسوب ہو جن کو پوری امت جمیع الاسلام کے نام سے یاد کرتی ہے تو اس جملے کا کوئی مقام تو ہو گا (انیس)۔ اب امام صاحب علیہ الرحمۃ کی تحریر کے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں وہ فرماتے ہیں۔

### امام غزالی علیہ الرحمۃ اور تصوف

،، میں جب ان تمام علوم کی تحقیق و تشخص سے فراغت پا چکا تو پوری توجہ سے صوفیاء کے طریق حق کی طرف مائل ہوا میں نے دیکھا کہ ان کی کی راہ صرف علم و فن کی راہ نہیں بلکہ علم و عمل دونوں کی راہ ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ نفس کی دشوار گزار گھائیوں کو عبور کیا جائے اخلاق ذمیمہ کو ترک کر کے دل کو اس لائق ٹھہرایا جائے کہ اس میں غیر اللہ کے لئے قطعی کوئی گنجائش نہ رہے اور اللہ کے ذکر اور یاد کے ساتھ اس کی آبادی اور زینت کا اہتمام کیا جائے چونکہ اس سے متعلقہ علم میرے لئے عمل سے سہل تر تھا اس لئے پہلے ان کتابوں کو پڑھنا شروع کیا جن میں تصوف کی نقاب کشائی کی گئی ہے۔ جیسے ابو طالب کی

کی "وقت القلوب" اور حارث محاسی کے "مَوَالَات" اس کے علاوہ ان کے اقوال کے مطالعہ کا موقع بھی ملا۔ جو جنید بغدادی۔ شبی، بایزید بسطامی اور ان کے مشائخ کی طرف منسوب ہیں اس سے مجھے ان کے بارے میں اتنا علم حاصل ہو گیا جتنا کہ تخلیل و سماع سے ممکن ہے مگر ان کے لطائف اور خصوصی اسرار کا احاطہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک انسان تعلیم و تعلم کی حدود سے گزر کر ذوق و حال کی سرمستیوں سے واقف نہ ہو اور اپنے اندر صفات و اخلاق کی تبدیلیاں پیدا نہ کرے اور یہ بھی کیسے ہو سکتا ہے؟

کیا کبھی ایسے ہوا ہے کہ ایک آدمی جب صحت و تدرستی کرنے علمی کو پالے تو صحت و قوت کے فوائد سے بھی بہرہ مند ہو جائے یا شکم سیری کی علمی تعریف معلوم کرے تو اس سے اس کے پیٹ کے خلاء بھی پر ہو جائیں؟ سکرو مسقی کو جانتا اور چیز ہے اور سکرو مسقی سے دوچار ہونا اور بات ہے میں نے جب اس فرق کو محسوس کیا تو ان لوگوں کی صحبت میں رہنا شروع کیا اس سے اندازہ ہوا کہ یہ حضرات اصحاب اقوال نہیں اصحاب احوال ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاں تک سماع و تعلیم کے فوائد کا تعلق ہے ان سے میں نے اپنا دامن بھر لیا ہے لیکن ابھی اس علم کو حاصل کرنا باقی ہے جو محض ذوق سلوک سے حاصل ہوتا ہے، تھوڑا آگے چل کر لکھتے ہیں اس کشائش اور خلوت و مرائقہ پر دس سال گزر گئے اس عرصہ میں ایسے ایسے امور کا انکشاف ہوا کہ ان کا شمارنا ممکن ہے اس مرحلہ پر صرف اس قدر بتاؤں گا کہ جس کا جاننا نفع مند ہے۔ مجھے قطعیت کے ساتھ معلوم ہوا کہ صوفیاء ہی کا گروہ ہے جو خصوصیت سے اللہ کی راہ پر گامزن ہے انہیں کی سیرت سب سے بہتر ہے انہی کا طریقہ سب سے صاف ہے انہیں کے اخلاق زیادہ پاکیزہ اور بلند ہیں بلکہ اگر نام عقلاء و حکماء کی عقل و حکمت کو جمع کر لیا جائے تاکہ ان سے بہتر سیرت کی تشکیل ہو سکے تب بھی ان کے اخلاق و سیرت کے ڈھانچے کو بدنا ضروری نہ ہو کیونکہ صوفیاء کی تمام حرکات و سکنات چاہے ظاہر ہوں چاہے باطنی مشکوٰۃ نبوت ہی سے تو مستفید ہیں اور نور نبوت سے بڑھ کر اور کوئی نور روئے

زمین پر اس لائق نہیں کہ اس سے روشنی حاصل کی جائے۔ مقصود یہ ہے کہ ایسے طریق کی بلندی اور وسعت پر کیا اعتراض جس میں پہلی شرط ہی دل کو ماسوی اللہ سے پاک کرنا ہے اور جس کی تکمیر تحریک ہی یہ ہے کہ دل کو اللہ کے ذکر میں مستغرق رکھا جائے جس کا آغاز یہ ہوا اور انتہاء یہ ہو کہ سماں اللہ کی ذات میں اپنے کو کلیّۃ فناء کر ڈالے۔

### فنا فی اللہ سلوک کا پہلا زینہ ہے

فنا فی اللہ کا یہ درجہ آخری، کسب و اختیار کی رعائت سے ہے ورنہ سلوک کا تو یہ پہلا زینہ ہے اور اس سے پہلے جو کچھ ہے اس کو اس کی دلیل سمجھتے ہیں کیونکہ یہاں تو پہلے مرحلہ پر ہی مکاشفات و مشاہدات کا آغاز ہو جاتا ہے صوفیاء جب اس مرحلہ میں داخل ہو جاتے ہیں تو عالم بیداری میں پہلے فرشتوں اور انبیاء کی روحوں کو برآہ راست دیکھتے ہیں ان کی باتیں سنتے ہیں اور ان سے علوم و معارف کا استفادہ کرتے ہیں۔ یہی نہیں ان کے احوال میں ترقی ہوتی ہے اور صور و امثال کے اس مشاہدہ سے آگے بڑھ کر ایسے مقام پر فائز ہو جاتے ہیں کہ جہاں کی کیفیات و تاثرات پر الفاظ و حروف کا جامہ ٹھیک نہیں بیٹھتا اور اگر کوئی جرأت کر کے اس حالت کی وضاحت کرنا بھی چاہے تو خطاء و غررش کے بغیر چارہ نہیں۔ مختصر آیوں خیال کیجئے کہ یہ قرب و اتصال کی یہ کیفیت ہے کہ ایک گروہ تو اس کو حلول سے تعبیر کرتا ہے ایک طائفہ اتحاد کہتا ہے اور ایک اس کو وصول کے نام سے پکارتا ہے یہ سب خیالات غلط ہیں ہم نے اپنی کتاب "المقصد الاسنی" میں اس کی نشاندہی کی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو شخص بھی اس حقیقت سے دوچار ہو اسکو اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہیے۔

فَكَانَ مَا كَانَ مَمَالِسْتُ أَذْكُرُهُ  
فَظْلَنَ خَيْرٌ أَوْلًا تَسْأَلُ عَنِ الْخَبْرِ

ترجمہ: جو ہوا سو ہوا میں اس کی تفصیلات بیان کرنے کا نہیں بس یہ سمجھ لو کہ اچھا ہی ہوا زیادہ کاوش اور  
ٹھول سے کیا فائدہ۔

## تصوف کی ضرورت

غرض یہ ہے کہ جس نے تصوف کی بہرہ مندیوں سے اپنا دامن طلب نہیں بھرا اس نے حقیقت نبوت کی بو بھی نہیں سو گئی اور بجز نام اور اسم کے اس کو کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اولیاء اللہ کی کرامات انبیاء کرام کی ہدایات ہیں چنانچہ کرامات کی یہ کیفیات آنحضرت ﷺ کو اسی وقت حاصل تھیں جب آنحضرت غار حرام میں خلوت و عبادت کی غرض سے تشریف لے گئے اور اس حد تک والہانہ طور پر مصروف رہے کہ عربوں کو یہ دیکھ کر کہنا پڑا "ان محمدًا عشق دیه"

،،حضرت محمد ﷺ خدا پر عاشق ہو گئے ہیں۔،،

یہ وہ حالت ہے جس کو ہر وہ شخص محسوس کر سکتا ہے جو اس راہ پر گامزن ہے اور جس کو یہ ذوق حاصل نہیں وہ تجربہ اور سنتے سے جان سکتا ہے بشرطیکہ ان لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھے اور قرآن و احوال سے حق و بقین کو معلوم کرنے کی کوشش کرے یہ وہ پاک گروہ ہے کہ جو شخص بھی ان کے ساتھ محبت رکھے گا حقیقت و ایمان کی نعمت سے محروم نہیں رہے گا کیونکہ انکا کوئی ہمنشین بھی اس معاملہ میں بد نصیب نہیں۔

### علم، ذوق و ایمان

اگر کوئی شخص بہان و دلیل کی وساطت سے کسی نتیجہ تک پہنچتا ہے تو یہ علم ہے اگر ان نتائج سے رو برو دو چار ہے تو یہ ذوق ہے اور اگر ان ہی نتائج و معارف کو سنتا اور تجربے سے دریافت کرتا ہے تو اسے ایمان کہتے ہیں علم کے ان تین درجوں کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔

﴿يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾ (الجادل: 11)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم میں سے مونوں کے اور اہل علم کے درجات بڑھاتا رہتا ہے۔

ان کے ماسوئی جو لوگ ہیں وہ سراسر جاہل ہیں اور یہی لوگ اس حالت و کیفیت کے منکر بھی ہیں اور ان ہی کو مذاق و ٹھنڈھوں کی سوچتی ہے۔ آگے چل کر امام صاحب نے "علماء کا حال" ایک عنوان باندھا ہے اس میں انکی یہ عبارت قابل غور ہے۔

"اباحت کے قائلین وہ ہیں جنہوں نے تصوف کو چھوڑ کر گمراہی اختیار کی ہے یہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں" اس عبارت سے اندازہ لگائیں کہ امام صاحب نے تصوف والے اور منکرین تصوف کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟ یہ کسی عام عالم دین کے خیالات نہیں یہ اس ہستی کا بیان ہے جنہیں امت جنت الاسلام تسلیم کرتی ہے۔ (امام صاحب کا کلام ختم ہوا)

### تصوف کیوں؟ ایک وضاحت

اب ہم داتا گنجش علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے چند اقتباسات تو شیع تصوف اور سند و برک کے طور پر نقل کریں گے۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ارشاد ہے۔

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هُنَّا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾ (الفرقان: 63)

(یعنی خاص بندگان اللہی وہ ہیں جو زمین پر جھک کر چلتے ہیں اور جب جاہل انھیں چھیڑیں تو وہ جواب دینے کے بجائے انھیں کہہ دیتے ہیں اچھا خوش رہو)

اور بنی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

"من سمع صوت اهل التصوف فلا يؤمن على دعائهم كتب عند الله من الغافلين۔"

یعنی جس نے اہل تصوف کی آواز سن کر اس دعوت کو قبول نہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک غافلوں میں لکھا گیا۔

تھوڑا آگے چل کر فرماتے ہیں۔ پھر یہ زمانہ تو وہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے عوام کو حقیقت تصوف اور اہل تصوف سے جاب میں فرمایا اور ان کے منصب جلیل کی بلندی اور نورانیت قلبی کو عوام کے دلوں سے مخفی کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی جماعت تو یہ سمجھ بیٹھی تصوف ایک طریقہ کا نام ہے جو مشاہدہ باطن میں مدد دیتا ہے اور اصلاح ظاہری کر دیتا ہے کوئی اس گمان میں بہک گیا کہ یہ صوفی اور تصوف ایک بے حقیقت چیز ہے اور یہی کام محض ہے۔ بے اصل نام ہے حتیٰ کہ بعض کمینہ جاہل تو مسخرہ پن کر کے نافہم اہل علم کو اپنے ساتھ ملا کر محض ظاہرین نظروں سے دیکھ بھال کر سرے سے تصوف کے مکار ہو گئے باوجود یہ کہ وہ سخت جواب غفلت میں محبوب ہیں لیکن اپنی اندر ہی نظر کی تحقیق پر مطمئن ہیں ان کی پیروی جاہل عوام نے کی اور صفاتے باطن کی خواہش ہی دل سے نکال دی اور سلف صالحین اور صحابہ کرام کے طریقہ کو چھوڑ بیٹھے

#### ان الصفاء صفت الصديق

#### ان اردت صوفیاء على التحقيق

یعنی تو اگر واقعی صوفی کا متلاشی ہے تو یاد رہے صوفی ہونے کی شان تو صرف سیدنا صدیق اکبرؒ میں تھی اس لئے کہ صفائی حقیقی کے لئے ایک اصل اور ایک فرع ہے اصل یہ ہے کہ دل ماسوی اللہ سے مفقط ہو اور فرع دنیاۓ غدار کی محبت سے خالی ہو اور یہ دونوں صفتیں سیدنا صدیق اکبرؒ میں تھیں جن کا نام حضرت عبد اللہ ابو بکر بن ابی قافہؓ ہے۔ اس لئے کہ سیدنا صدیق اکبرؒ ہی وہ ہستی ہے جسے امام اہل طریقت اور مقدادی تصوف کہا جائے اور یہی وہ پاک باطن تھے جن کا دل اغیار سے اس قدر صاف تھا کہ صحابہ کرام میں بھی آپ کی ہستی کا ہمسر کوئی نہ تھا (مزید آگے چل کر لکھتے ہیں) تعلیم مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثاء یہ ہے کہ سوائے ذات باری تعالیٰ کے باقی سب فانی ہیں اور فانی سے وراء الوریٰ ذات باقی ہے تو جس کا دل اس لئے کہ جب میر ادل تعلق دنیا سے آزاد ہو چکا تو مجھے ناگزیر تھا کہ گندگی اور میل کچیل سے صفائی حاصل

کروں یہ ہے مکمل صفت صوفی صافی و عارف صادق کی اور اس سے انکار کرنا درحقیقت انکار ذات باقی (اللہ کی ذات) ہے۔ میں کہتا ہوں کہ درحقیقت تصوّف یہی ہے اس لئے کہ صوفی وہ ہے جو صاف دل ہو (اقتباسات)

حضور داتا نجیب علیہ الرحمۃ نے تصوّف و معانی ووضاحت میں جس قدر تفصیل لکھی ہے ان میں سے صرف اقتباسات پر ہی اکتفا کیا جاسکتا ہے تفصیلات کے لئے "کشف المحجوب" کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ حضرت ابو الحسن بوسنجیہ فرماتے ہیں گویا اب صوفی ہونے کا دعویٰ تو مشہور و معروف ہے لیکن افعال و اعمال مجہول ہو گئے ہیں یہاں تک میں نے اقوال مشائخ کرام کی تحقیق نقل کی تاکہ اللہ تعالیٰ تجوہ سعادت نصیب فرمائے اور تجوہ پر طریق تصوّف کا حال منکشf ہو جائے اور منکرین تصوّف کو بتا سکو کہ تصوّف کے انکار سے ان کی کیا مراد ہے اگر تنہا اسم تصوّف سے انکار کرتے ہیں تو مضائقہ نہیں اس لئے کہ معانی حقائق میں مسمیات سے بالکل بیگانہ ہیں۔ اور اگر عین تصوّف سے انکار ہے تو یہ انکار احکام شریعہ اور انبیاء کرام کا ہے اور انکے تھاں میں مستودہ کا انکار لازم آتا ہے اللہ تجوہ وہ سعادت عطا فرمائے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں کو سعید بنایا اس کتاب میں ہم تمہیں بدایت دیتے ہیں تاکہ تم حق تصوّف کی رعایت رکھو اور انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دو اور سچے صوفیوں کے ساتھ نیک اعتقاد رکھو۔،

اصل صوفی کون ہے؟

درحقیقت صوفی وہ ہے جو حقیقت تک در سے گزر کر صفائی بشری سے بالا تر ہو جائے جیسا کہ بحالت استغراق و محیت۔ مشاہدہ جمال و لطائف حسن یوسف علیہ السلام کے زنان مصر پر کیفیت بشریہ نے غلبہ کیا پھر اس کیفیت غلبہ بشریت پر جب حسن یوسفی نے اپنا عکس حسن ڈالا تو وہ غلبہ بشریت فباء ہو گیا اور زنان مصر کی زبان سے۔ ﴿حَاشَاللِهِ مَا هَذَا بَشَرٌ﴾ نکل گیا یعنی خدا کی قسم یہ بشر نہیں ہے۔ یہاں درحقیقت حسن یوسفی نے زنان مصر کی کیفیت بشری کو بدل ڈالا تھا مگر انہوں نے اسی دعویٰ کا نشانہ حسن

یوسف علیہ السلام کو بنایا اور فی الواقع اپنا حال بیان کیا تھا۔ اس کی تائید میں مشائخ طریقت رحمہم اللہ نے فرمایا: "لیس الصفاء من صفات البشر لأن البشر مدد و المدد يخلو من الكدر" صفائی صفات بشریہ سے نہیں اس لئے کہ بشر کی تخلیق مٹی سے ہے اور مٹی کے خواصِ ذاتی میں کدورت و کثافت ہے۔

بناء بریں بشر کو کثافت و کدورت کے بغیر چارہ نہیں۔ معلوم ہوا حصول صفائی افعال و اعمال سے نہیں ہو سکتا اور بشر کی صفت خالص مجاهدہ و ریاضت سے زائل ہونا ناممکن ہے اس لئے کہ صفت کو اعمال و افعال سے کوئی نسبت نہیں اور اسم صفائی کو کسی نام یا کسی لقب سے کوئی حاصل نہیں کر سکتا۔

جس طرح ہماری چشم ظاہر آفتاب و ماہتاب کے نور سے آسمان دیکھ رہی ہے اور بس۔ بعینہ نور توحید و محبت سے قیام قیامت تک تمام احوال دنیا میں مکشف ہوتے ہیں اور اس پر جمیع مشائخ طریقت کا اتفاق ہے ایک حدیث پاک میں حضرت حارثہ بن زیدؓ نے حضور نبی کریم ﷺ سے اپنی کیفیت بیان فرمائی۔ طویل حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:،، عرفت،، جان تو لیا تو نے مگر "فالزم" اب اس منصب کی حفاظت کرنا اس لئے کہ اس کے سوا عرفان مخلوق کو حاصل نہیں۔ ولیوں کو اسی نام و منصب سے پکارتے ہیں۔

"رسم تصوّف دو امّابندہ سے مجاهدات و ریاضت کا تقاضا کرتی ہے اور فناۓ صفت، استقامت و استمرار اس مجاهدہ پر رکھنا یہ بندے کی شان ہے۔"

"اگر تصوّف رسی چیز ہوتی تو مجاهدہ و ریاضت سے حاصل ہو جاتا اور اگر یہ علم ہوتا تو محض تعلیم و تعلم سے حاصل ہو جاتا۔ معلوم ہوا کہ تصوّف ایک خصلتِ خاص کا نام ہے اور جب تک بندہ یہ خصلت خود اپنے اندر نہ پیدا کرے اس وقت تک وہ حاصل نہیں ہوتا۔" (کشف المحبوب کے اقتباسات ختم)

## شریعت و طریقت کی وضاحت

مخدوم جہاں شخ احمد بھی میری ہندوستان کے اکابر بزرگوں میں شامل ہیں ان کا زمانہ حیات 661ھ تا 782ھ ہے۔

اللہ کی محبت میں آپ کے مجاہدے اور ریاضتیں بہت زیادہ ہیں چالیس سال تک چلے میں رہے۔ مصنفوں کتب کثیرہ ہیں۔ "مکتوبات صدی" کے اسے شریعت و طریقت کا خزانہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا۔ (محمد موسیٰ بھٹو سندر یونیورسٹی)

### آپ کی مہذکرہ بالا کتاب کے اقتباسات

اے میرے بھائی شش الدین: اللہ تم کو سیدھارستہ دکھائے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ شریعت اس راہ کا نام ہے جس کو انبیاء علیہم السلام اپنی امت کے لئے مقرر فرماتے ہیں اس کام میں اللہ انکامد گار اور پشت پناہ ہوتا ہے کل نبیوں کا ہمیشہ یہی معمول رہا کہ خلق اللہ کو انہوں نے پہلے توحید کی طرف بلا یا اس دعوت میں سب انبیاء علیہم السلام برابر ہیں۔ سبحانوں کی ایک پکار ہے ایک دین ہے ایک معبد ہے با تقاق یک زبان ہو کر سبحانوں نے اپنی اپنی امتوں کو یہی کہا۔ ﴿وَالْهُكْمُ إِلَهٖ وَاحِدٌ﴾ اللہ ایک اور اکیلا ہے اور یہی فرمایا ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ﴾ اللہ سے ڈرو اور اسی کی بندگی کرو۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک تک کل نبیوں کی خدائی باقتوں میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ وحی الہی کے موافق دعوت خلق ہوا کرتی تھی۔ وحی الہی کے الفاظ و معانی بواسطہ حضرت جبریلؑ نبیوں نے سن سمجھا اور ان کو دل میں جگہ دی ان کی سماحت اس سے بہرہ اندوز ہوتی رہی ان کی عقل اس سے انوار کا اقتباس کرتی رہی سب نبی اصل دعوت میں ہم خیال ہیں۔ ہاں! لغات، عبارات، استعارات و ارکان شرائع میں البتہ اختلافات ہیں۔ دعوت توحید کے علاوہ دوسری دعوت عبودیت کی ہوتی ہے چونکہ انبیاء علیہم السلام خلائق کے طبیب ہیں۔ ہر زمانے میں وحی الہی کے موافق اپنی امت کے لئے حسب

مصلحت وقت قاعده ملت وضع فرماتے ہیں۔ پس خدائی باتیں جو نبیوں تک پہنچیں اور آپ حضرات نے ان کو قبول کیا ان کا نام و حجی دعوت ہے اور جو لوگ اس کو سنتے اور اتباع کرتے ہیں ان کو امت کہتے اور اوامر، نواہی، اصول و فروع دعوت کو شریعت کہتے ہیں اور اس راہ میں چلنے کو اطاعت کہتے ہیں اسلام پر ثابت قدم رہنے کو دین کہتے ہیں اب آپ کو سمجھ جانا چاہیے شریعت دین کی ایک راہ کا نام ہے جو پیغمبر وہ کے ذریعہ سے قائم ہوئی ہے۔

### شریعت اور طریقت میں فرق

"طریقت کی راہ بھی شریعت ہی سے نکلی ہے شریعت و طریقت میں جو فرق ہے اس کو ہم بیان کرتے ہیں تم اسی سے سمجھ جاؤ۔ شریعت میں توحید، طہارت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسرے احکام شرائع و معاملات ضروری کا بیان ہے۔ طریقت کہتی ہے ان معاملات کی حقیقت دریافت کرو۔ ان مشروعات کی تہہ تک پہنچو۔ اعمال کو قلبی صفائی سے آراستہ کرو اخلاق کو نفسانی کمروں سے پاک کرو۔ جیسے ریا کاری ہے۔ ہوائے نفسانی ہے۔ ظلم و جفا ہے شرک و کفر ہے وغیرہ وغیرہ۔ اچھا اس طرح نہ سمجھے ہو تو یوں سمجھو۔ ظاہری طہارت، ظاہری تہذیب سے جس امر کو تعلق ہے وہ شریعت ہے۔ تزکیہ باطن، تصفیہ قلب سے جس کو لگاؤ ہے وہ طریقت ہے۔"

جس امر کے لئے امت کو مکلف بنایا جائے وہ شریعت ہے اور جو کام ایسا ہے کہ تحفیض امت کے لئے انہیاء علیہم السلام اپنی ذات کو اس کا پابند کر لیں اور لازمہ احوال بنالیں وہ طریقت ہے۔ جو اعمال خاص انہیاء علیہم السلام کے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں ایک قسم امت کے لئے منوع و مخطوط ہے اس میں جان و ایمان کا خطرہ ہے اسی لئے قرآن عظیم نے تخصیص کر دی ہے کہ

﴿خَالِصَةُ لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾

ترجمہ: آپ کے لئے خاص ہے اور مومنوں کے لئے نہیں۔

دوسری قسم وہ ہے کہ سنت پسندیدہ ہے جو شخص اس کو اختیار کرے گا درجہ عوام سے زمرہ خاص میں داخل ہو گا۔ عالی مرتبہ ہو گا کمال ترقی ہو گی سنو! شریعت میں اگر صحیح عذر ہو تو رخصت ہو جاتی ہے۔ جیسے وضو اور غسل کی جگہ تمم کی اجازت ہو جاتی ہے۔ سفر میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے مگر طریقت کہتی ہے۔ یہ رخصت ضعیف حالوں کے لئے اور مناجات عاجزوں پر تخفیف کے لئے ہے چنانچہ ارباب طریقت قوت وہمت، جد و مبالغت سے کام لیتے ہیں اور رخصت و مباح سے اپنے کو باز رکھتے ہیں۔ اتنی تقریر کے بعد ہمیں امید ہے کہ تم شریعت و طریقت کو خوب سمجھ گئے ہو گے شریعت کی ضرورت اور طریقت کے فوائد کا بھی تم نے اندازہ کر لیا ہو گا۔

برادر عزیز! بغیر شریعت کے طریقت کا حصہ کرنا دیساہی ہے کہ ایک شخص کوٹھے پر چڑھنا چاہے سیڑھی کو توڑ ڈالے اور دیوار پکڑ کر اوپر چڑھے نتیجہ یہ ہو گا کہ دوچار ہاتھ بکشکل اوپر جائے گا پھر پھسل کر نیچے جائے گا۔

میرے بھائی نہیں الدین! اللہ تم کو بزرگ بنائے تمہیں معلوم ہونا چاہیے شریعت و حقیقت دو لفظ معنی خیز ہیں جو صوفیوں کے یہاں مستعمل ہیں جس طرح شریعت میں ظاہری اعمال جب درست ہو جاتے ہیں تو انسان اہل حقیقت کا طالب ہو جاتا ہے اسی طرح اکشاف احوال باطن کے بعد آدمی اہل حقیقت کھلا تا ہے۔ یہ تواظہر من اُمُش ہے کہ ظاہر کو باطن کے ساتھ ایک خاص قسم کا گاؤ ہے جب اصل پر غور کرو گے تو دونوں کو الگ الگ نہ پاؤ گے۔ دیکھو ایمان کے لیے اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب شرط ہے نہ تو صرف تصدیق سے ایمان کامل ہو گا نہ فقط اقرار سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ کلمہ توحید میں لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ دو جملے ہیں۔ حقیقت کے رموز و اشارات لا الہ الا اللہ میں مستتر ہیں اور شریعت کی جلوہ گری محمد رسول اللہ ﷺ سے ہے۔ محبت ایمان دونوں جملوں پر موقوف ہے اب اگر کوئی چاہے کہ ایمان کی منزل صرف ایک جملہ سے طے کرے تو بالکل ناممکن ہے۔ ہاں! حکم میں البتہ شریعت حقیقت

سے جدا ہے زبان سے اقرار کرنا اور شے ہے اور دل سے تصدیق کرنا اور چیز ہے اقرار و تصدیق میں جو فرق ہے وہی فرق شریعت اور حقیقت میں مگر علمائے ظاہر کا خیال ہے کہ شریعت عین حقیقت ہے اور حقیقت عین شریعت۔ یہ سمجھنا مغالطہ سے خالی نہیں اس عقیدے میں بہت بڑا لفظان یہ ہے کہ انسان باطنی ترقی سے محروم رہ جاتا ہے اگرچہ مومن باقی رہتا ہے۔ سنو!

علم حقیقت کے تین رکن ہیں:

- ۱۔ خدا کی ذات کا علم و حدائق کے ساتھ اور اس کو بے شبیہ اور بے نظیر جانا
  - ۲۔ خدا کی صفات کا علم مع احکام خداوندی جانا
  - ۳۔ خدا کے افعال و حکمت کا علم  
اسی طرح علم شریعت کے بھی تین رکن ہیں۔
- ۱۔ کتاب اللہ۔ ۲۔ سنت رسول اللہ۔ ۳۔ اجماع امت

اب ہم صاف کہیں گے کہ بغیر شریعت و رزی اہل حقیقت بننا سر اسر زندیقت ہے اور حقیقت سے بے خبر رہ کر صاحب شریعت بن جانا شان منافقانہ ہے دراصل دونوں لازم و ملزم ہیں اسی لئے اولیاء اللہ کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے علم درسی یعنی علم شریعت سے آراستہ مجاہدہ و ریاضت میں صدق و اخلاص کا گھر ارٹنگ، عمل خالص کی نورانیت رفتہ رفتہ یہی عمل صالح ان کو علم و راثت کا مخزن بنادیتا ہے جس کو علم حقیقت کہتے ہیں علم و راثت عطاۓ محض ہے اس کو درس و تدریس سے کوئی سروکار نہیں، جیسا کہ وعدہ لطیف سے ظاہر ہے:

"من علم بما علم و رثه الله علم مالم يعلم"

جس نے یہ جانا وہی جانا جو اس کو بتایا گیا اس کو اللہ تعالیٰ وارث بنادیتا ہے اس علم کا جس کو کوئی نہیں جانتا)

اسی علم و راثت یعنی حقیقت کی بدولت ان بزرگان دین کے اعمال و اقوال افعال و احوال میں ایسا نمایاں

تغیر نظر آتا ہے کہ علمائے ظاہر دنگ ہو کر رہ جاتے ہیں اور یہ باتیں ان کی سمجھ سے باہر ہوتی ہیں اپنے مقام کی رو سے کتابوں کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہیں ان باتوں کا کہیں نشان نہیں پاتے جیران ہو کر انکار کر بیٹھتے ہیں اور بول اٹھتے ہیں کہ یہ بات خلاف روایت ہے اس کا کہیں وجود ہی نہیں "معاذ اللہ" یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ ایک فقیر بے نوا کے گھر میں جو چیز نہ ہو وہ اس بات کا مدعاً بن جائے کہ جو شئی ہمارے پاس نہیں وہ محمد شاہ بادشاہ کے محل میں بھی نصیب نہیں ان کو اس بات کی خبر نہیں سنت اللہ کس طور پر جاری ہے۔ سنو! اللہ تعالیٰ یہ ہر گز پسند نہیں فرماتا کہ اپنے دوستوں کو مقام سرّی میں پہنچا کر غلط مکاشفات میں ان کو مبتلا کر دے کیونکہ ان بزرگوں کا دل جب انوار سرّی سے مجھی ہو جاتا ہے تو اس پر جوبات ظاہر ہوتی ہے سب حق کی طرف سے ظاہر ہوتی ہے گویا ان کی زبان ان کے سرّ کی تبع ہوتی ہے اور سرّ کو حق سے خاص تعلق ہوتا ہے ایسی حالت میں جوبات ان بزرگوں سے سرزد ہو گی وہ راست و صواب ہو گی۔

باعلم و عمل زبان شان راست

میزان صفت اندبے کم و کاست

با حق بجمع وز خود پر بیشان

لایر فحتم شعار ایشان

(مثنوی)

ترجمہ: علم و عمل کے ساتھ ان کی زبانیں سچی ہیں یہ لوگ ٹھیک ترازو کی طرح ہیں اپنے سے جدا اور خدا سے ملنے ہوئے ہیں انکی روشن ایسی ہے کہ ان کو کوئی پہچان نہیں سکتا قاعدے کی بات ہے اگر ناپینا سے کوئی لغزش ہو جاتی ہے تو آنکھ والے ضرور چشم پوشی کرتے ہیں علاوہ ازیں قرآن عظیم کا حکم بھی یہی ہے۔،،وَأَعِرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ،، (جاہلوں سے الگ رہو) قطع نظر ان باتوں کے اس قدر شور و غوغما کا ایک سبب بھی ہے وہ یہ کہ جو لوگ اس علم تصوف کے جانے والے تھے

وہ رخصت ہو گئے اور طریقت کی روشن پڑھیک ٹھیک چلنا مفقود ہو گیا۔ ہاں شاذ و نادر کی بات دوسرا ہے جب یہ ہوا کہ اہل حقیقت چھپ گئے جو خزانہ ان کے پاس تھا وہ دفن کر دیا گیا۔ اب جو اس معرکہ میں مرد میدان بتا ہے اور اس مذہب کا دعویٰ کرتا ہے حقیقت حال یہ ہے کہ معنی حقیقت سے وہ خود بے خبر ہے اس کا یہ نقصان ہو اعام خلق اللہ نے اس مذہب ہی کا انکار کر دیا اور یہ کہہ رہے ہیں کہ علم تصوف کی کوئی اصلاحیت ہی نہیں پائی جاتی۔ سچ ہے انکا کہنا کیونکہ جب اہل حقیقت ہی نہ رہے اور اس کا علم نہ رہا تو اس مذہب کو بیان کون کرے گا چنانچہ علم حقیقت پر عمل کرنا بھی اٹھ گیا۔ عمل علم کے بعد کی چیز ہے اور علم کا حصول بیان پر موقوف ہے۔

افسوس صد افسوس نہ اہل حقیقت رہے نہ علم، نہ بیان رہا اور نہ ہی عمل رہا اور یہ المیہ صرف علم حقیقت کو ہی دامن گیرنے ہوا بلکہ علم شریعت بھی ان ہی بلاوں میں گھر گیا ہے۔ ہم آپ کے لئے بہت ضروری سمجھتے ہیں کہ آپ اپنا عقیدہ ان بزرگان دین کی طرف سے بہت پاک و صاف رکھو اور دل میں سمجھو کہ یہ حضرات کبھی خلاف شریعت کوئی کام نہیں کرتے جو شخص آداب شریعت سے کوئی ایک ادب بھی ترک کرنا پسند نہ کرے وہ فرض و واجب کیوں ترک کرے گا۔ کامیابی عطاۓ محض ہے عمل پر موقوف نہیں حضرت آدم اور فرشتوں کا قصہ دیکھ لیں۔

### تصوف کی حقیقت

الحمد للہ کہ اس باب میں کسی طرح کوئی شک و شبہ نہیں کہ تصوف اور اس کے اعمال و اشغال کا اصل مقصود دین کی تکمیل اور خصوصاً ان کیفیات کی تحصیل کے سوا اور کچھ نہیں ہے جن کو قرآن و حدیث ہی میں کمال ایمان و اسلام کی ضروری شرط قرار دیا گیا ہے۔ چونکہ اس بارے میں موجودہ دور کے بہت سے پڑھے لکھے نوجوان جو راہنمائی بھی چاہتے ہیں مگر اپنے دل و دماغ میں الجھنوں کا شکار ہیں اس لئے اس

عنوان کو قدرے تفصیل سے بیان کرنا ضروری ہے اگرچہ اس عنوان میں اکابرین کے مدلل بیانات آگے آرہے ہیں۔

قرآن و حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور دین کی تمجیل کے لئے عقائد اور اعمال کی صحت کے علاوہ انسان کے قلب و باطن میں کچھ خاص کیفیات کا ہونا بھی ضروری ہے مثلاً محبت کے بارے میں سورہ البقرہ کی ایک آیت میں ہے۔

﴿وَالّذِينَ آمَنُوا أَشَدُ حُبًا لِّلَّهِ﴾

ترجمہ: اور جو ایمان والے ہیں ان کو سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے۔

اور صحیح حدیث میں ہے "ایمان کی حلاوت اس کو حاصل ہو گی جس میں تین چیزیں موجود ہوں:

۱۔ اللہ و رسول ﷺ کی محبت اس کو تمام ماسوئی اللہ سے زیادہ ہو۔

۲۔ یہ کہ اس کو اگر کسی سے محبت ہو تو وہ بھی اللہ ہی کے لئے ہو۔

۳۔ یہ کہ ایمان کے بعد کفر کی طرف جانا اس کے لئے اتنا گوارا اور تکلیف دہ ہو جتنا کہ آگ میں ڈالا جانا۔"

سورہ انفال: ۱۳ میں ہے "سچے ایمان والے بس وہی لوگ ہیں جن کا حال یہ ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دلوں میں خوف کی کیفیت پیدا ہو اور جب ان کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کی جائے تو ان کے نور ایمان میں زیادتی (اضافہ) ہو اور پروردگار پر وہ بھروسہ رکھتے ہوں"۔

سورہ مومون میں اللہ تعالیٰ کے اپنے اور کامیاب بندوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو اپنے رب کی بیت سے خوف زدہ رہتے ہیں اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور جو اللہ کی راہ اور نیکی کے کاموں میں اور جو نیکی کے کاموں میں اپنا مال خرچ کرتے وقت (اور اسی طرح دوسرے نیک اعمال کرتے وقت) ان

کے دل خائف رہتے ہیں کہ ان کو اللہ کے حضور لوٹ کر جانا ہے (کیا معلوم ان کے یہ عمل وہاں قبول ہوں یا نہ ہوں) وہی لوگ کے کاموں میں تیز گامی کرتے ہیں اور وہی ان کے لئے دوڑ کر بڑھنے والے ہیں۔ (المومنون ۲۲) اور سورہ زمر میں قرآن مجید کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ:

"اس سے ان لوگوں کے بدن کا پنپنے لگتے ہیں اور روگنے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں  
پھر انکا ظاہر و باطن نرم ہو کر اللہ کی یاد کی طرف جھک جاتا ہے۔" (الزمر)

سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:

"وہ لوگ! ان کا یہ حال ہے کہ اللہ کو ہر وقت اور ہر حالت میں یاد کرتے ہیں اور یاد رکھتے ہیں کھڑے بیٹھے  
اور بستروں پر لیٹے ہوئے بھی۔"

سورہ همل میں جناب رسول کریم ﷺ کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا۔

"اور اپنے رب کو یاد کرتے رہو اس کا نام لے کر اور سب سے یکسو ہو کر اس کی طرف متوجہ رہو۔"

ان سب آیات میں جن اوصاف و کیفیات کو اہل ایمان کے لئے ضروری قرار دیا گیا اور جن کا ان سے  
مطالبہ کیا گیا وہ درج ذیل ہیں۔

- (۱) ہر چیز سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت
- (۲) ان کے دل کی یہ حالت ہو کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو اس میں خوف اور لرزش کی  
کیفیت پیدا ہو جائے۔
- (۳) جب ان کے سامنے آیات الہی کی تلاوت کی جائے تو ان کے نور ایمان میں اضافہ ہو۔
- (۴) اللہ پر توکل اور بھروسہ رکھتے ہوں اور یہ توکل اور اعتماد علی اللہ ہی ان کی زندگی کا سب سے بڑا  
سہارا ہو۔
- (۵) وہ ہر دم اللہ تعالیٰ کی ہیئت سے خوفزدہ رہتے ہوں۔

- (۶) اللہ تعالیٰ کا خوف ان پر اتنا غالب ہو کہ نیکی کرتے بھی وہ ڈرتے ہوں کہ معلوم نہیں ہماری یہ نیکی قابل قبول بھی ہو گی یا نہیں۔
- (۷) قرآن مجید کی تلاوت یا اس کی آیتیں سننے سے ان کے جسم کا نپ جاتے ہوں اور ان کا ظاہرو باطن اللہ کی طرف اور اس کی یاد کی طرف جھک جاتا ہو۔
- (۸) ہر وقت اور ہر حالت میں اللہ کو یاد رکھتے ہوں اور کسی حال میں بھی اس سے غافل نہ ہوتے ہوں۔
- (۹) ہر طرف سے منقطع ہو کر متوجہ الی اللہ ہونا ان کا حال ہو۔
- قرآن پاک کے علاوہ حدیث کے مستند ذخیرہ میں بھی اس سے زیادہ صفائی اور صراحت کے ساتھ اس قسم کے احوال، کیفیات کا ذکر کیا گیا جس سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے مثلاً ایک حدیث پاک میں فرمایا گیا:

"من احباب اللہ و ابغض عباد اللہ و منع عباد اللہ فقد استکمل الايمان" (مشکوٰۃ شریف)  
 جس شخص کا یہ حال ہو کہ وہ اللہ ہی کے لئے محبت کرے (جس سے محبت رکھے) اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھے (جس سے رکھے) اللہ ہی کے لئے دے (جس کو جو کچھ بھی دے) اور کسی کو کچھ دینے سے اللہ ہی کے لئے ہاتھ روکے (جس کو بھی دینے سے ہاتھ روکے) تو اس نے اپنا ایمان کا مل کر لیا۔ اسی طرح حدیث جبریل میں ایمان و اسلام کی تکمیل کا نام احسان بتالیا گیا ہے اور اس کی حقیقت یہ بیان کی گئی ہے۔

"أَن تَعْبُدَ اللَّهَ كَانَكَ تَرَاهُ فَإِن لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ" (بخاری و مسلم)

وفي روایته ان تخشی اللہ کان ان تعبد اللہ (فتح الباری)

احسان کا مقام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اور بندگی اس طرح کرو (یا اس سے ہر دم اس طرح ڈرو) گویا تم اسے دیکھ رہے ہو کیونکہ اگرچہ تم اس کو نہیں پروہ تو تمہیں ہر جگہ اور ہر آن دیکھ رہا ہے۔

پہلی حدیث میں اخلاص کا ذکر ہے دوسری حدیث میں احسان کا اور یہ دونوں ان ہی احوال و کیفیات سے ہیں جن سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے دین میں ان احوال و کیفیات کی اس قدر اہمیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حصول اور ان میں ترقی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں فرماتے تھے اس سلسلہ کی چند دعائیں میرے نزدیک ابطور خاص غور اور توجہ کے لائق ہیں۔ مثلاً

(۱) "اللهم اجعل حبك احب الى من نفسي واهلي ومن الماء البارد"

ترجمہ: اے اللہ مجھے ایسا کر دے کہ تیری محبت اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال سے اور (سخت پیاس کے وقت) ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ مجبوب ہو۔

(۲) "اللهم اجعلني اخشاك كاني اراك ابد حق القاك"

ترجمہ: اے اللہ مجھے ایسا کر دے کہ میں اس طرح تجھ سے ڈرول گویا ہر وقت تجھے دیکھ رہا ہوں یہاں تک کہ اسی حال میں تجھ سے جاملوں۔

مضمون کی طوالت کے خوف کے باعث صرف ایک حدیث اور لکھ رہا ہوں ورنہ اس قسم کی بیسیوں احادیث اور دعائیں احادیث مبارکہ کے اندر موجود ہیں۔

(۳) "اللهم انى استلك ايماناً يباشر قلبي ايمان صادق حق اعلم انه لا يحيى الاماكتبت لي ورضا من المعيشت بما قسمت لي"

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں پیوست ہو جائے اور وہ سچا یقین مانگتا ہوں جس کے بعد میرے دل کو اس بات کا قطعی اور یقینی علم حاصل ہو جائے کہ مجھ پر وہی حالت آسکتی ہے اور آئے گی جو تو نے میرے لئے لکھ دی ہے۔ (یعنی یہ علم میرے دل کا حال ہو جائے) اور اس دنیا میں جس قسم کا گزارہ تو میرے لئے مقرر اور مقدر کر دیا ہے میں اس پر اپنے دل کی رضا تجھ سے مانگتا ہوں۔

یہ سب دعائیں کتب احادیث میں رسول اللہ ﷺ سے مردی ہیں آپ خود بھی یہ دعائیں اللہ تعالیٰ سے مانگتے تھے اور امت کو ان دعاوں کی تعلیم و تلقین بھی فرماتے تھے۔ ان دعاوں میں جن باتوں کا (جن چیزوں کا) اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا ہے وہ سب انسان کے باطن اور قلب کی خاص کیفیات ہیں مثلاً

(۱) ہر چیز سے زیادہ اللہ کی محبت

(۲) ہر چیز سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف

(۳) اللہ تعالیٰ سے شوق ملاقات کا ایسا غلبہ کہ دنیا کی ضروریات اور خواہشات کا فراموش کر دینا کہ وہ فنا ہو جائیں۔

(۴) عبادت میں آنکھوں کی ٹھنڈک اور سکون ملنا

(۵) اللہ تعالیٰ سے ہر دم اس طرح ڈرنا کہ گویا وہ اپنے جلال و جبروت کے ساتھ ہماری نگاہ کے سامنے ہے۔

(۶) یقین صادق، رضا بالقضاء، توکل علی اللہ، حسن ظن باللہ نفس کا اللہ تعالیٰ سے مطمئن و مانوس ہونا اور اس کی عطا پر قانع ہونا۔

(۷) ذکر اللہ سے قلب پر اثر لیتا اور درد آشنا، ٹوٹا ہوا اور جھکا ہو اونا۔

(۸) اللہ تعالیٰ سے قلب کا تعلق اس درجہ ہونا کہ اللہ کی یاد اور اس کا خوف و ساویں اور خطرات کی جگہ بھی لے لے۔

(۹) بندہ کا جی ان ہی چیزوں کو چاہے جو اللہ کے نزدیک پنديہ ہوں۔

(۱۰) نور سے قلب کا معمور ہو جانا

ظاہر ہے ان چیزوں کا تعلق نہ عقائد کے باب سے ہے اور نہ اعمال کے باب سے بلکہ یہ سب قلبی کیفیات اور احوال ہیں مگر دین میں ان کی اتنی اہمیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ان چیزوں کا سوال

کرتے ہیں اس میں شک نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی ہر ادا تعلیم امت کے لئے ہے گویا نبی ﷺ اپنی امت کو اس حال میں دیکھنا چاہتے ہیں کہ آپ کا امتنی اللہ تعالیٰ سے ان چیزوں کے حصول کے لئے دعائیں کرتا نظر آئے اور باطنی طور پر ایسی ہی تربیت کا عکس نظر آئے یہ سب چیزیں کیفیات سے تعلق رکھتی ہیں۔

جن قلبی کیفیات کا دین میں مطلوب و مقصود ہونا بھی معلوم ہو چکا ہے ان میں چند مثلاً عشق، یقین، رقت، قلب، اور سوز و گدراز تواصل و بنیاد کا درجہ رکھتی ہیں اور باقی زیادہ تر ان کے نتائج دلوازم ہیں۔ اس لئے تصوف کے ان اعمال و اشغال کے ذریعے بر اہر است صرف ان بنیادی کیفیات ہی کو قلب میں پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جس کے بعد باقی چیزیں خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں یہ ہے وہ اصولی نظر یہ جس پر تصوف کی بنیاد ہے اور جس کی بناء پر اس کو دین کا تکمیلی شعبہ سمجھا جاتا ہے۔

**تصوف کے لیے کسی اہل و ماذون شخصیت کی رفاقت لازم ہے**

تصوف کے ذریعے جن قلبی کیفیات اور ملکات کی تحصیل کی کوشش کی جاتی ہے دین کی تکمیل اور ایمانی حلاوت کا حصول ان پر موقوف ہے تصوف ایمان و اسلام کی تکمیل کے علاوہ کثرت ذکر (جو ایک معمول کے طور پر ہر روز کیا جائے) کی بناء پر انسان کے اندر ایک خاص قسم کی روح اور طاقت پیدا کرنے کا بھی ذریعہ ہے۔ اور اگر صلاحیت اور طبیعت کو مناسب ہو تو یقین اور اعتناد ہمت و عزیمت، صبر و توکل اور ماسوی اللہ تعالیٰ سے بے خوفی جیسے اوصاف (جو اصل طاقت کا سرچشمہ ہیں) کو تصوف کے ذریعہ پیدا کرنا اور ابھارا جاسکتا ہے اسی لئے تصوف کو اپنانے کی سب سے زیادہ ضرورت اور اس سے فائدہ اٹھانے کا سب سے بڑا حق میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ان بندوں کو ہے جو بے دینی کے اس دور میں انبیائے کرام علیہم السلام کے طرز اور طریقے پر مادہ پرستی کی فضاء کو خدا پرستی کی فضاء میں بدنا چاہتے ہیں یہ کام صرف وہی حضرات کر سکتے ہیں جو اس فن کے امام اور خود اس سمندر کے شناور ہوں ورنہ اس خدمت کی ذمہ داری

روایتی پیروں نے لی تو اس بات کا توہی امکان ہے کہ اخلاص و ذہانت کے باوجود اس عظیم کام کی وہی مرمت ہو گی جو کسی روایتی بڑھیانے شاہی باز کی مرمت کی تھی۔ حضرت صاحب قبلہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہر پیر کا صاحبزادہ قابل احترام تو ہے مگر درویش نہیں ہوتا پیری کسی مقام کا نام نہیں اور نہ ہی قابل فخر چیز ہے بلکہ درویشی اصل چیز ہے اور قابل فخر و شکر نعمت ہے جو کسی ہٹنے دستار کی محتاج نہیں ہے۔

### سلوک کی منازل طے کیے بغیر درویشی (فقر) ہاتھ نہیں آتی

سلوک کی منازل طے کئے بغیر درویشی ہاتھ نہیں آتی اس لئے کہ یہ نسل در نسل منتقل ہونے والی چیز نہیں ہے۔ ابتلاء و محن کے خارزار سے گزرے بغیر انسان را ہبری کے فرائض سر انجام نہیں دے سکتا اس لئے انسان کتنا ہی ذہین فطین اور کتنا ہی پڑھا لکھا ہو تصوف سے صحیح واقفیت حاصل کرنے کے لئے اور اس کو علی وجہ بصیرت جانے کے لئے! چاہیے کہ تصوف کی حامل کسی شخصیت کی صحبت اور خدمت میں اس کا کچھ وقت گزرے اور اس شعبے کا عملی تجربہ حاصل کرنے پر بھی وہ زندگی کے کچھ دن صرف کرے اس کے بغیر تصوف کو سمجھا اور جانا نہیں جاسکتا۔ اسلام کی زندگی اور اسلامی تاریخ کے اور اق ہزاروں ایسی مثالوں سے بھرے پڑے ہیں۔ اسی لئے کسی درویش کا قول ہے: "گھر کے اندر کی چیزوں کا پورا علم تو گھر میں داخل ہو کر ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔"

## تصوّف کی شرعی حیثیت

(قرآن و حدیث کی روشنی میں)

شیخ یوسف سلیم چشتی

نفس مضمون کی اہمیت کا تقاضا تو یہ تھا کہ میں اس بحث کو شرح و بسط کے ساتھ لکھتا مگر بخوف طوالت اختصار کو ہی ملحوظ رکھا ہے۔

(۱) تصوّف کی اصل بلکہ اصل الاصول لقاء رب کی آرزو ہے۔ سالک یہ تمام مجاہدات، ریاضات، مراقبات اسی لئے برداشت کرتا ہے کہ وہ اپنے محبوب کا دیدار کر سکے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ تلقین رکھتا ہے کہ مقصد حیات دیدار محبوب ہے یہ اصل قرآن مجید کی اس آیت سے مانوڑ ہے۔

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقاءَ رَبِّهِ فَلَيَعْمَلْ صَالِحًا وَلَا يُنْسِرِكُ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾  
(الکھف: ۱۱۰)

ترجمہ: پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کا آرزو مند ہے اسے لازم ہے کہ اعمال صالحہ بجالائے اور اپنے رب کی اطاعت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

(۲) تصوّف کے عناصر ترکیبیں تین ہیں۔ ۱۔ کامل توحید۔ ۲۔ کامل تقویٰ۔ ۳۔ کامل محبت

(۱) کامل توحید۔ سارا قرآن توحید کی تعلیم سے معمور ہے بلکہ میری رائے میں قرآن کے نزول کی علت غالی ہی تلقین توحید ہے کیونکہ قبل از بعثت نبوی ﷺ خالص اور کامل توحید دنیا سے مت پچھی تھی تمام اقوام عالم انسان پرستی یعنی شرک میں مبتلا تھیں تب رکا ایک آیت مقدسہ پیش خدمت ہے۔

﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (الحدید: ۳)

ترجمہ: بس وہی ہر شی کا اول ہے اور ہر شی کا آخر ہے اور ہر شی کا ظاہر ہے اور ہر شی کا باطن ہے۔ (یعنی وہی سب کچھ ہے) اور وہ ہر شی کی ماہیت سے آگاہ ہے۔

(ب) درس توحید کے بعد سارا قرآن تاکید تقویٰ سے بھرا پڑا ہے بلکہ یہ قرآن متقی افراد کے لئے ہی ہدایت ہے غیر متقی اس سے ہدایت یا ب نہیں ہو سکتا اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ متقی کو اللہ کی معیت نصیب ہو جاتی ہے صرف ایک آیت پیش خدمت ہے تاکہ مضمون طویل نہ ہو جائے اس لئے کہ اہل تصوف کے بہت سے معمولات کا تذکرہ کرنا ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقُوا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ﴾ (الخل: ۱۶۸)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی ہیں اور محسن بھی ہیں۔

(ج) کامل محبت: تصوف کا سارا دارود مدار عشق یا محبت الہی پر ہے یعنی محبت ہی حصول مقصود کا واحد ذریعہ ہے یا حریم نازک پہنچنے کے لئے بمنزلہ نزد بان کے ہے۔ صرف دو آیات مقدسہ پر اکتفاء کرتا ہوں۔

﴿وَالَّذِينَ أَمْنَوَا أَشَدُ حُبًا لِّلَّهِ﴾ (البقرة: ۱۶۵)

ترجمہ: جو لوگ مومن ہیں وہ سب سے زیادہ محبت اللہ ہی سے کرتے ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل دوسری آیت میں کردی گئی تاکہ اہماباقی نہ رہے۔

﴿قُلْ إِنَّ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَاتُكُمْ وَأَمْوَالُ اقْتَرْفَتُمُوهَا وَتِجَارَةً تَحْشُونَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنَ تَرْضُوْهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهِيدُ النَّقْوَمَ الْفَاسِقِينَ﴾ (التوبۃ: ۲۳)

ترجمہ: فرمادیجئے (اے رسول ﷺ) مسلمانوں سے کہ تمہیں اگر اپنے باپ داد اور بیٹی اور بھائی، بیویاں اور رشتے دار اور وہ اموال جو تم نے (بڑی محنت سے) کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے منداپ جانے سے تم بہت ڈرتے ہو اور وہ مکانات جن کو تم بہت عزیز رکھتے ہو اگر ان میں سے کوئی چیز بھی تمہیں اللہ اور

اس کے رسول سے اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ پیاری اور محبوب ہو تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ صادر ہو جائے اور یاد رکھو کہ اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

### تصوّف کے عناصر ترکیبی میں ربط باہمی

تصوّف کے عناصر ترکیبی کا باہمی ربط یہ ہے کہ:

محبت کرنا انسان کی فطرت میں داخل ہے اس لئے تصوّف جب انسان کو محبت کی تلقین کرتا ہے تو گویا اس کے فطری تقاضے کی تکمیل کا سامان مہیا کرتا ہے (دوم) چونکہ انسان اپنی کوتاہ بینی یا نادانی کی وجہ سے کسی نااہل ہستی کو بھی محبوب بناتا ہے اس لئے تصوّف نے اسے آگاہ کیا کہ محبوب اسے بناؤ جو حسین بھی ہو۔ غیر فانی بھی ہو اور تمہاری محبت کا جواب (بدلہ) بھی دے سکے اور ایسی ہستی صرف اللہ کی ہی ہو سکتی ہے (سوم) چونکہ کامل ترین ہستی صرف ایک ہی ہو سکتی ہے اس لئے تصوّف توحید کی تعلیم دیتا ہے یعنی "لا الہ الا اللہ" تقویٰ کا مطلب یہ ہے دیکھتے رہنا ایسی کوئی بات سر زدنہ ہو جس سے محبوب حقیقی ناراض ہو جائے۔ لغوی اعتبار سے تقویٰ کا مفہوم محبوب کی نافرمانی سے بچانا ہے کیونکہ نافرمانی سے محبوب ضرور ناراض ہو جائے گا۔ الغرض سالک کی زندگی ان ہی تین اجزاء سے مرکب ہوتی ہے وہ محبوب حقیقی ہے جو وحدۃ الا شریک ہے محبت کرتا ہے اور ہر وقت یہ دیکھتا ہے کہ کوئی فعل محبوب کی مرضی کے خلاف نہ ہو (اسی کو مراقبہ اور محاسبہ کہتے ہیں) تصوّف قرب الہی کی تلقین کرتا ہے یا یوں کہیں کہ صوفی قرب الہی کا خواہاں ہوتا ہے اس کی یہ خواہش اس آیت پر منی ہے۔

﴿وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبُ﴾ (العلق: 19)

ترجمہ: اے رسول ﷺ سجدے کئے جائیں اور قرب حاصل کئے جائیں صوفی راغب الی اللہ ہوتا ہے۔ تصوّف رغبت الی اللہ کی تلقین کرتا ہے یہ تعلیم اس آیت مقدس پر منی ہے۔

﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَأَنْصُبْ ، وَإِلَى رِبِّكَ فَازْغَبْ﴾ (الانشراح: 7-8)

ترجمہ: پس اے رسول ﷺ جب آپ فرائض منصبی سے فارغ ہوں تو عبادت میں محنت کیجئے اور اپنے رب کی طرف راغب رہیے پس صوفی بھی اللہ ہی کو اپنا مرغوب بناتا ہے۔  
 تصوّف کا شرہ (نتیجہ) معیت الہی ہے اور یہ بات بھی قرآن ہی سے مانوڑ ہے۔ ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ إِنَّمَا كُنْتُمْ﴾ اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔

"جہاں بھی تم ہو" یہ معیت عمومی ہے جس میں (صفاتی) ساری مخلوق حتیٰ کہ کافر و مومن بحیثیت رب دونوں پر حاوی ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ﴾ (الخیل: ۱۲۸)

بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متqi بھی ہیں اور محسن بھی۔

یہ معیت خصوصی ہے جو صرف مومن کے حصے اور لفظ محسنوں میں احسان کے لفظ پر عالمانہ نظر سے دیکھا جائے تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ صوفی کے حصے میں آئی ہے کیونکہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے صوفی کی جگہ صاحبان احسان ہی لکھا ہے یہ معیت خصوصی (ذاتی) ہے کفار اس نعمت سے محروم ہیں اور اس محرومی کا وہ خود ذمہ دار ہیں۔

### تصوّف کا دستور العمل

تصوّف کا دستور العمل یا طریق ہے اصطلاح میں ترکیہ نفس کہتے ہیں قرآن ہی سے مانوڑ ہے اور ترکیہ نفس خود قرآن سے ثابت ہے۔

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمَمِ يَسُولًا مِنْهُمْ يَتَّلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمْ

الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (الجمعة: ۲)

ترجمہ: اللہ ہی وہ ذات پاک ہے جس نے امیوں میں ایک عظیم المرتبت رسول مبعوث فرمایا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سنتا تھا ہے اور ان کے نقوص کا نند کیا کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔  
ترکیہ نفس کا پورا دستور العمل سورہ مزمول کی ابتدائی ۱۰ ادیت میں مذکور ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الْبَرَّ مِلٌْ قُمِ الظَّلَّ إِلَّا قَلِيلًاٰ نِصْفَهُ أَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًاٰ أَوْ زُدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًاٰ إِنَّ سَنْنَقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًاٰ إِنَّ نَاسَةَ اللَّّٰيْلِ بِيَ أَشَدُّ وَطْعًا أَوْ أَقْوَمُ قَنِيلًاٰ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبِحًا طَوِيلًاٰ وَادْعُ كِرْ اسْمَ رِبِّكَ وَتَبَّتَّلِ إِلَيْهِ تَبَّتِيلًاٰ رَبُّ الْبَشَرِيَّ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكَيْلًاٰ وَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَإِلْجَزُونَ هَجَرًا جَيْلِيلًاٰ﴾ (المزمول: 1-10)

ترجمہ: اے کپڑا اور ٹھنے والے) اے جھرمٹ مارنے والے☆ رات میں قیام فرما سوائے کچھ رات کے☆ آدمی رات یا اس سے کچھ کم کرو☆ یا اس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو☆۔ بے شک ہم عنقریب تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے☆ بے شک رات کا اٹھنا وہ زیادہ دباوڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے☆ بے شک دن میں تو تم کو بہت سے کام ہیں☆ اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہور ہو☆ وہ پورب (مشرقین) اور پچھم (مغربین) کا رب اس کے سوا کوئی معبد نہیں تو تم اسی کو اپنا کار ساز بناؤ☆ اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو☆ اور مجھ پر چھوڑوان جھٹلانے والے مالداروں کو اور انہیں تھوڑی مہلت دو۔

یہ ہے ان آیات مقدسہ کا لفظی ترجمہ: اب ناظرین اس ترجمہ کو خور اور انصاف سے پڑھیں اور کامل صوفیاء (جعلی صوفی میشی ہیں) کی زندگی کو سامنے رکھیں آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ صوفیائے کرام نے سلوک کے تمام بنیادی اصول ان ہی آیات سے متنبیت کئے ہیں جن کی تفصیل ذیل میں قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

(۱) شیخ طریقت سالک کورات کے آخری حصے میں حکم دیتا ہے کہ اٹھو (شب بیداری کرو) یہ حکم اس آیت سے ماخوذ ہے۔

**﴿قُمِ الْيَلِ﴾**

ترجمہ: کھڑا رہا کر رات کو۔

(۲) اٹھ کر نماز تہجد پڑھو۔ یہ حکم سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۹۷ سے ماخوذ ہے اور سورہ مزل کی آیت نمبر ۱۳ اس حکم کی شرح ہے۔

**﴿وَمِنَ الْيَلِ فَتَهَجِّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ﴾** اور رات کے ایک حصے میں نماز تہجد پڑھا کرو (اور نمازیں تو فرض ہیں لیکن یہ) تمہارے لئے نفلی نماز ہے واضح ہو کہ یہ نماز فرض نہیں ہے بلکہ جو شخص قرب ایزدی کا طالب ہواں کے لئے اشد ضروری ہے کیونکہ حضور مجی کریم ﷺ فرماتے ہیں بندہ نوافل کے ذریعے قرب خداوندی حاصل کر سکتا ہے۔

(۳) نماز تہجد میں ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھو۔ یہ حکم اس آیت سے ماخوذ ہے۔،، ورثل القرآن ترتیلا،، اور نہایت آہستہ یعنی واضح کر کے قرآن پڑھو۔ اس آیت میں رتل کے بعد ترتیل کا لفظ تاکید کے لئے لایا گیا ہے یعنی بہت رُک کر قرآن پڑھو تاکہ معانی میں تدبر حاصل کر سکو جس کا فائدہ یہ ملے گا کہ قرآن کے معانی ذہن نشین ہو جائیں گے اور اس کی بدولت باطن میں وہ انقلاب پیدا ہو جائے گا جو مقصود تلاوت ہے اس کا ثبوت صحابہ کرام کی زندگیوں سے بخوبی مل سکتا ہے۔،، ترتیل،، کے لفظی معنی یہ ہیں۔ الفاظ کامنہ سے بہولت ادا کرنا، آہستہ آہستہ واضح اور صاف طور پر پڑھنا۔ لیکن اس کے وہ معنی جو حضور انور ﷺ کی مراد ہیں وہ کچھ اور ہیں جو ذیل کی حدیث سے واضح ہو سکتے ہیں۔

"وَقَدْ رُوِيَ الْحَسْنُ أَنَ النَّبِيَّ ﷺ مِنْ بَرْجُلٍ يَقْرَا آيَةً وَيَبْكِي فَقَالَ اللَّهُ تَسْمِعُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى "ورثل القرآن ترتیلا، هذا ترتیل" -

حضرت حسن راوی ہیں کہ ایک دن حضور انور ﷺ ایک شخص کے پاس سے ہو کر گزرے جو قرآن کی ایک آیت پڑھ رہا تھا اور رورہا تھا یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سن کہ،،ر تل الفرقان ترتیلا،، یہ ہے ترتیل۔

اس حدیث پاک سے ترتیل کا حقیقی مفہوم واضح ہو گیا یعنی ترتیل کا دراصل مفہوم یہ ہے کہ پڑھنے والا اس طرح رک رک قرآن پڑھے کہ معانی میں غور و فکر کر سکے اور وہ جب ایسا کرے گا تو معانی ذہن نشین ہو کر اس میں رقت کی کیفیت پیدا کر دیں گے۔

(۲) ذکر و فکر، مراقبہ و مجاہدہ، اشغال اور جملہ لوازم سلوک سے مقصود صرف یہی ہے کہ نفس امارہ (جو انسان کو برائی کی دعوت دیتا ہے) کی طاقت کمزور ہو اور وہ مغلوب ہو جائے یہ مقصود اس آیت سے ثابت ہے۔

﴿إِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطَأً وَآقُومُ قِينِاً﴾

ترجمہ: بیشک رات کا اٹھنا بڑا موثر ہے نفس (amarah) کو کچلنے میں اور اس وقت ذکر الہی دل سے بطریق احسن نکلتا ہے۔

(۵) شیخ طریقت سالک کو ذکر اسم ذات کی تلقین کرتا ہے یہ تلقین اس حکم ربانی سے مانوذ ہے۔

﴿وَادْعُ كُرِّ اسْمَ رَبِّكَ﴾

یعنی اپنے رب کے نام کو یاد کر۔ تصوّف میں تبتل کی تلقین کی جاتی ہے اور یہ تلقین اس آیت سے مانوذ ہے۔

﴿وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبَتَّلِيًّا﴾ (۶)

یعنی پورے طور پر تمام علاقہ مادی (دنیاوی) سے قطع تعلق ہو کر یہاں بھی امر تبیل کے بعد مصدر تبیل لایا گیا ہے جس سے تاکید مراد ہے یعنی کامل طور سے قطع تعلق ہو کر، تبیل کہتے ہیں قیچی سے کاٹ دینے کو اس لفظ کی مزید تشریح یہ ہے۔

"التبیل وهو عند العرب التفرد مواليقطع و معنى الاية انفرد الله فالتبیل المامربه بالانقطاع الى الله بالاخلاص احبابه.....والتبیل المهم تنه هو سلوك مسلك النصارى في ترك النکاح".

تبیل عربی زبان میں تفریداً قطع کو کہتے ہیں اور مطلب آیت کا یہ ہے۔ کہ اللہ کے لیے تفرید (مادیات سے قطع تعلق) اختیار کر پس جو تبیل شریعت میں مقصود ہے یا جس کا حکم دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ لذات دنیوی سے قطع نظر کیا جائے اور اللہ کی عبادت خلوص دل سے کی جائے اور جس تبیل سے شریعت نے منع کیا ہے وہ نصاریٰ کا تبیل یعنی نکاح کو (عالیٰ زندگی کا ترک) ترک کرنا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اسلامی تصوّف میں تبیل سے رہبانیت مراد نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب ہے لذات دنیاوی سے قطع تعلق کرنا یعنی دنیا کو مقصود نہ بنانا بلکہ دنیا میں رہ کر دنیا سے دل نہ لگانا (جس طرح کشتی پانی میں رہ کر پانی کو اندر نہیں آنے دیتی) یوں ہی انسان دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کو دل میں ٹھکانہ کرنے والے۔

(۷) مشائخ سالک مرید کو تلقین کرتے ہیں کہ (حسبنا اللہ و نعم الوکيل) اللہ کو اپنا وکیل (کار ساز) بناؤ (اسی لئے ہر سلسلہ طریقت میں مختلف اوقات میں یہ وظیفہ پابندی سے پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے البتہ ہر سلسلہ کے اوقات جدا جد ایں ہمارے سلسلہ نقشبندی میں نماز عصر اور مغرب کے درمیان ایک سو مرتبہ پابندی سے اور جب کوئی مشکل پیش آئے تو کسی ایک وقت میں تا حصول مراد 450 مرتبہ پابندی سے پڑھنے کی تلقین کی جاتی ہے اور مشکل حل ہونے کے بعد 100 مرتبہ ہمیشہ ورد میں رکھنے کا حکم دیا جاتا ہے حضرت صاحب مشکلات اور پریشانیوں سے نکلنے کے لیے یہ وظیفہ پڑھنے

کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ دوران و ظیفہ صرف اپنے مقصد پر توجہ رکھیں اللہ تعالیٰ مشکل آسان اور مراد پوری فرمادے گا دوران و ظیفہ بات نہیں کرنی) (حسبنا اللہ ونعم الوکيل نعم المولی ونعم النصیر 450) (مؤلف) صرف اسی پر بھروسہ رکھو اپنی دولت، مال اولاد، جائیداد اور مادی تعلقات پر بھروسہ مت کرو اور یہ تلقین اس آیت سے مانوذ ہے۔ ﴿فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا﴾

(۸) سالک کو تلقین کی جاتی ہے کہ اغیار کے اعتراضات پر صبر کرو یعنی اگر کوئی شخص تم پر طعن و طنز کرے، اعتراض کرے۔ تمہیں برا کہے یا تمہاری برائی کرے تو تم اس کی جفاوں کو خاموشی سے برداشت کرو کیونکہ تم اگر اس سے انجھے تو تمہارا مقصد فوت ہو جائے گا جب تم نے اللہ کو اپنا وکیل بنایا ہے تو وہ تمہاری طرف سے مدافعت کے لئے کافی ہے تم اپنا کام کئے جاؤ یہ حکم اس آیت سے مانوذ ہے۔

﴿وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ﴾

(۹) سالک کو حکم دیا جاتا ہے کہ مخالفین سے کنارہ کشی اختیار کرو مگر لڑ جھلکر کرو بدل کلامی کے بعد نہیں بلکہ خوبصورتی کے ساتھ اور یہ حکم اس آیت سے مانوذ ہے۔

﴿وَاهْجِرْ هُمْ هَجْرَ جَيْلَانًا﴾

ترجمہ: ان سے عمدگی کے ساتھ کنارہ کش ہو جاؤ۔

(۱۰) سالک کو یہ تاکید کی جاتی ہے کہ جو لوگ تمہاری تکنذیب یا تردید کریں تم خود ان سے بحث مباحثہ مت کرو کیونکہ تمہاری توجہ اصل مقصد سے ہٹ جائے گی۔ لوگوں سے الجھنا، مناظرے کرنا، مقابلہ کرنا، یہ باتیں درویش کے حق میں مضر ہیں یہ حکم اس آیت مقدسہ سے مانوذ ہے۔

﴿وَذْرَنِي وَالْمَكْذَبِينَ﴾

ایک وضاحت: حضرت صاحب قبلہ نے اپنی ابتدائی زندگی میں مناظرے کیے ہیں وہ بھی اس جگہ پر جہاں انہیں مقابلے کے لئے چلنچ کیا گیا اور حضرت صاحب کے موقف کو شرک و بدعت سے تعبیر کیا گیا

اور انہیں مشرک و بدعتی کہا گیا ایسے حالات میں اعلانیہ علمی مناظرے ہوئے اور بعض جگہوں پر پولیس و معززین علاقہ کی موجودگی میں مناظرے ہوئے اور مخالفین کو منہ کی کھانی پڑی اور یہ مجلس اپنے عقیدے و موقف کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کے لئے تھیں۔ جس کی اجازت و ثبوت بھی قرآن و حدیث میں موجود ہے جیسے حضرت ابراہیم اور نمرود کا واقعہ وغیرہ۔ (میر ارب مشرق سے سورج طلوع کرتا ہے تم مغرب سے طلوع کر کے دکھاؤ)

واضح ہو کہ یہ سورت (سورہ مزمول) ترتیب کے اعتبار سے دوسری یا تیسرا ہے اور اس پر تمام مفسرین کرام کا اتفاق ہے اس سے ثابت یہ ہوا کہ اللہ رب العالمین نے سرکار ابد قرار ﷺ کو یہ حکم دیا کہ سب سے پہلے مسلمانوں کے نفوس کا تذکیرہ کرو کیونکہ تذکیرہ نفس کے بغیر نفس مغلوب نہیں ہو سکتا نہ ہی اتفاق فی سبیل اللہ کر سکتا ہے اور اسلام ان ہی دو چیزوں کا نام ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنا مل میری راہ میں خرچ کرو لیکن نفس انسان سے کہتا ہے کہ اگر تم نے اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا تو مفلس ہو جاؤ گے اور تمہارے متعلقین بیوی بچے فاقہ کریں گے لہذا جب تک نفس مغلوب نہ ہو اس وقت تک کوئی مسلمان اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کر سکتا۔

(ب) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری راہ میں جہاد (قتال) کرو نفس انسانوں کو ور غلاتا ہے کہ اگر تو میدان جنگ میں گیاتو گمان غالب بھی ہے کہ مارا جائے گا اس صورت میں تیری بیوی اور بچے بر باد ہو جائیں گے۔ پس جب تک نفس مغلوب نہ ہو کوئی مسلمان سر بکف ہو کر میدان میں نہیں آ سکتا۔

**قصوٰف کیا ہے؟**

تذکیرہ نفس کا دوسر انام ہے اور سرکار دو عالم ﷺ کی بعثت کے مقاصد چہار گانہ میں دوسر ا مقصد ہے۔ اب آپ قصوٰف کی اہمیت کا اندازہ لگائیں۔ تعلیمات قصوٰف نازل ہونے والی سورتوں میں دوسری سورت اور مقاصد بعثت میں دوسر ا مقصد۔ حکم ربانی سنئے۔

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمَمِينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتَلَوَّ عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُبَشِّرُ كُلَّهُمْ وَيُعَذِّبُهُمْ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (الجمعة: ۲)

ترجمہ: وہ اللہ ہی تو ہے جس نے امیوں میں سے ایک عظیم الشان رسول مبعوث کیا جو انہیں (۱) اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے (۲) ان کے لفوس کا تزکیہ کرتا ہے (۳) اور انہیں کتاب (۴) اور حکمت سکھاتا ہے اور اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔ (یہیں سے منکرین تصوف کی بد نصیبی کا اندازہ لگائیں کہ وہ مقاصد بعثت نبوت میں سے ایک عظیم مقصد کا صرف انکار ہی نہیں کرتے بلکہ اس کو ضلالت کا نام دے دیا۔

### ضابطہ تصوف

تذکیہ نفس کے علاوہ اسلامی تصوف میں جن جن باتوں کی تلقین کی جاتی ہے یا تعلیم دی جاتی ہے وہ بھی سب کی سب قرآن کریم سے مانوذہ ہیں یا حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ سے اخذ کی گئی ہیں۔

(۱) بیعت کا سلسلہ: یہ طریق قرآن و سنت دونوں سے ثابت ہے۔

(۱) ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَشِّرُونَكَ إِنَّمَا يُبَشِّرُونَكَ بِعُونَ اللَّهِ﴾ (الفتح: ۱۰)

ترجمہ: بلاشبہ جو لوگ آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ سے بیعت کرتے ہیں (یہیں وفا باندھتے ہیں)

(ب) ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَشِّرُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح: ۱۸)

ترجمہ: بے شک اللہ راضی ہو گیا ان مومنوں سے جس وقت وہ آپ ﷺ سے اس درخت کے نیچے بیعت ہوئے۔

(۲) صحبت شیخ: اگر تذکیہ نفس محض کتابوں سے ہو سکتا تو اللہ تعالیٰ بعثت انبیاء کا سلسلہ جاری نہ فرماتا اپنی کتاب کسی شخص یا فرشتے کے ذریعے دنیا والوں کے پاس پہنچ دیا کرتا۔ پس جس طرح صحابہ کرام نے

رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہ کر اپنے نفوس کا تزکیہ کیا اسی طرح آئندہ نسلوں کے لئے ضروری ہے کہ ہر زمانے میں ایسے خاصان خدا پیدا ہوتے رہیں جو فناں المرسول ہو کر تزکیہ نفوس کا مقدس فریضہ انجام دیتے رہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ تزکیہ نفس کا علم نہ کتابوں میں مذکور ہے اور نہ کتابوں کو پڑھ کر کوئی شخص تزکیہ کر سکتا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ اگرچہ فن طباعت و فن جراحت کا علم کتابوں میں مذکور ہے مگر آج تک (جالینوس کے زمانے سے لے کر اب تک) کوئی حکیم طبیب یا ڈاکٹر، سر جن ایسا نہیں گزرا جس نے میڈیکل کالج میں باقاعدہ تعلیم نہ پانی ہو اور اطباء و جراحوں کی صحبت میں بیٹھ کر اسی فن کی عملی تربیت حاصل نہ کی ہو۔ بس اگر امراض جسمانی کے ازالے کے لئے کتابی علم کے علاوہ میڈیکل کالج میں پڑھنا اور سر جنوں کی نگرانی میں اپریشن کرنا مہارت و حداقت کے لئے شرط اولین ہے تو امراض روحانی کے ازالے کے لئے روحانی کالج (خانقاہ) میں تربیت حاصل کرنا اور شیخ کامل کی نگرانی (نگاہ) میں رہ کر سلوک کی منزلیں طے کرنا (مہارت حاصل کرنا) کیوں لازمی نہ ہو؟

ہر شخص کا روزانہ کامشاہدہ ہے کہ دنیا کا کوئی فن (غواصی، جراحی، تجارتی، طبیبی، خیاطی، صلاحی، خطاطی) صاحب فن کی صحبت اٹھائے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ تزکیہ نفس بھی ایک حساس ترین فن ہے، بہت مشکل فن ہے تو یہ فن کسی ماہر فن کی صحبت کے بغیر کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟ چرا غیر ہی رہے گا جبھی تو علامہ اقبال مرحوم نے اس زمانے کے مغرب زدہ اور فلسفہ زدہ مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا ہے۔

— کیمیا پیدا کن از مشتِ گل —

بوسہ زن بر آستان کا ملے

یعنی اے مسلمان تو کیا ہے؟ اک مشتِ گل (مٹی کی مٹھی) ہی تو ہے اگر تو مٹی ہی رہا تو ایک دن مٹی میں مل کر فنا، ہو جائے گا اس لئے میں تجھے مشورہ دیتا ہوں تو اس مشتِ گل (جسم یا شخصیت کو) کیسا میں تبدیل

کر لے اور اس کی واحد صورت یہ ہے کہ کسی کامل کے آستانے کو چوم۔ یعنی کسی شیخ کے آستانے پر حاضر ہو کر اسکی صحبت اختیار کر۔

جنت الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ بھی یہی فرماتے ہیں کہ دلوں کو چوکانے اور صیقل کرنے کا یہ علم کتابوں میں مدون نہیں ہے۔

(۳) خلوت: شیخ کامل طریقت کے سالک کو کچھ عرصے کے لئے خلوت اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے اور صوفیائے کرام کے سوانح حیات کے مطالعے سے یہ ثابت ہے کہ ہر صوفی نے کچھ عرصے کے لئے خلوت اختیار کی ہے اس کی ضرورت اور اس کی اہمیت کا ثبوت خود سرکار ابド قرار ﷺ نے تین سال تک غار حراء میں خلوت اختیار فرمائی تھی خلوت کی اہمیت پر اکبر اللہ آبادی مرحوم کا یہ شعر کافی ہے؟

ـ خدا کے کام دیکھو بعد کیا ہے اور کیا پہلے

ـ نظر آتا ہے مجھ کو بدر سے غار حراء پہلے

اس سلسلے میں ان کے ایک عقیدہ تمنہ کا شعر بھی قابل غور ہے۔

ـ صاحب تحقیق راجلوت عزیز

ـ صاحب تخلیق راجلوت عزیز

(۴) اعتکاف: شیخ طریقت بعض اوقات مرید کو اعتکاف کا حکم دیتا ہے اور یہ حکم بھی سنت نبوی سے مانوذہ ہے ہر وہ شخص جس نے سیرۃ النبی ﷺ کا مطالعہ کیا ہے اس بات سے واقف ہے کہ حضور انور ﷺ ہر سال ماہ رمضان کے آخری عشرے میں مسجد نبوی میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطہ قلبی پیدا کرنے کے لئے اعتکاف فی المسجد اکسیر کا خاصار کھتا ہے جسے شک ہو تجربہ کر کے دیکھ لے سلوک تو سراسر عملی پروگرام ہے۔

(۵) محبت یا عشق: تصوّف کی بنیاد ہی عشق الٰہی پر رکھی گئی ہے جس طرح دریائے نیل کے بغیر ملک مصر کا تصور نہیں کیا جاسکتا اسی طرح عشق کے بغیر ولایت کا تصور نہیں ہو سکتا تصور کا تاریخ بھی عشق ہے اور پود بھی عشق ہے اور یہ بنیاد بھی قرآن کریم سے مانوذ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَالَّذِينَ أَمْنَوْا أَشَدُ حُبًا لِّلَّهِ ﴾ (ابقرۃ: ۱۶۵)

ترجمہ: جو لوگ مومن ہیں وہ اللہ کی محبت میں اشد ہیں۔

(۶) مراقبہ و محاسبہ: شیخ طریقت مرید کو مراقبہ و محاسبہ کا حکم دیتا ہے اور یہ حکم اس آیت سے مانوذ ہے۔

﴿ وَلَتَنْظُرُ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدِيرٍ ﴾ (الحشر: ۱۸)

ترجمہ: اور لازم ہے کہ ہر شخص یہ (غور کرتا رہے) کہ اس نے آئندہ کل کیلئے (قیامت کیلئے) کیا تو شہ آگے بھیجا ہے

یعنی کون کون سے اعمال صالح اس نے نامہ اعمال میں درج کرائے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو محاسبہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور ہر شخص جانتا ہے کہ محاسبہ مراقبہ پر موقوف ہے جب تک مراقبہ نہ کیا جائے محاسبہ ناممکن ہے۔

(۷) مجاہدہ: تصوّف میں مجاہدہ شرط لازمی ہے کوئی سالک مجاہدے کے بغیر منازل سلوک طے نہیں کر سکتا اور یہ شرط اس آیت سے ثابت ہے۔

﴿ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبْلَنَا ﴾ (العنکبوت: ۶۹)

ترجمہ: اور جو لوگ ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں یا ہم تک پہنچنے کے لئے مجاہدہ کرتے ہیں ہم یقیناً انہیں اپنی طرف آنے والی راہیں دکھادیتے ہیں۔

سچ کہا ہے عارف شیرازیؒ نے:

ناز پرور تسمم نہر دراہ بد و سست

عاشقی شیوه رندال بلاکش باشد

(۸) ذکر و فکر: شیخ طریقت مرید کو ذکر و فکر کا حکم دیتا ہے اور یہ تلقین ذکر و فکر جس کی اہمیت محتاج بیان نہیں قرآن حکیم کی اس آیت سے مانوذ ہے۔

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْخِتَالَافِ الْيَلِ وَالنَّهَارِ لَآيٍ لِّأُولَئِكَ الْأَلْبَابِ -  
الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قَبْلًا وَ قُعُودًا وَ عَلَى جُنُوبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَ  
الْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا﴾ (آل عمران: ۱۹۰، ۱۹۱)

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں نشانیاں ہیں عقل والوں کیلئے (یہ ہیں) جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹھے اور فکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی تحقیق میں (اور غور و فکر کے بعد پکارا گئے ہیں کہ) اے ہمارے رب تو نے یہ کائنات بے فائدہ پیدا نہیں کی ہے۔ سماں کو یہ تلقین کی جاتی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ذکر کرتے رہو اور یہ تلقین اس آیت سے مانوذ ہے۔

﴿وَإِذْ كَرِرَ اللَّهُ كَثِيرًا عَلَكُمْ تَفْلِحُونَ﴾ (الأنفال: ۲۵)

ترجمہ: اور یاد کرو اللہ کو بہت زیادہ تاکہ تم فلاج پاؤ۔

نکتہ:

مقصدِ حیات فلاج دارین ہے اور حصول فلاج کی صورت ذکر کثیر ہے اس لئے صوفی ہر وقت ذکر میں مشغول رہتا ہے۔

﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا﴾ (آل کھف: ۲۸)

ترجمہ: اے رسول ﷺ مت کہا مانع اس شخص کا جس کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ کو فرعون کے پاس بھیجا تو وقتِ رخصت انہیں تاکید فرمائی:

﴿إِذْهَبَاَنْتَ وَأَخُوكَ إِلَيْقِي وَلَا تَنِيَا فِي ذُكْرِي﴾ (ط:42)

ترجمہ: جائیں آپ اور آپ کا بھائی فرعون کے پاس میری نشانیاں لے کر اور میری یاد میں سستی مت کرنا۔

علامہ اقبال نے بھی ذکر کی فضیلت ان الفاظ میں واضح کی ہے۔

نفر قرآن؟ اختلاط ذکر و فکر

فکر را کامل ندیدم جز بہ ذکر

غیر مذهب مفکرین کے تصوف کے بارے میں تاثرات

شیخ سلیم چشتی

گزشتہ صفحات میں ثابت کیا گیا کہ اسلامی تصوف قرآن سے ماخوذ ہے اب ہم دیکھتے ہیں غیر مذهب مفکرین اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔

(۱) ڈاکٹر ڈونالڈ سن: اپنی شہرہ آفاق تصنیف، مسلمانوں کا فلسفہ پر لکھتا ہے،، قول ابن خلدون صوفیوں نے طریقہ اختیار کیا وہ آغاز اسلام سے مسلمانوں میں متداول تھا اور صحابہ کرام اسے سچائی اور ہدایت کا طریقہ یقین کرتے تھے یہ طریقہ عبادت تبلیغ پر مبنی تھا اور جب دوسری صدی ہجری میں مسلمانوں کے دلوں میں محبت راہ پانے لگی تو جن لوگوں نے زہدو تتوی کو اپنا شعار بنایا وہ صوفیوں کے لقب سے یاد کئے جانے لگے۔

(۲) پروفیسر گیوم: اپنی کتاب اسلام کے صفحہ 143/44 پر لکھتا ہے قرآنی تعلیمات میں دنیا سے بے تعلقی اور تصوف کا رنگ بھی پایا جاتا ہے مسلمان صوفیوں نے ان دو آیات کے بہت تقویت حاصل کی۔

(۱) ﴿نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾ (ق: ۱۶)

ترجمہ: ہم انسان سے اس کی شاہرگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

(ب) ﴿فَآتَيْنَا مَائِلَوْنَا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ﴾ (البقرة: ۱۱۵)

ترجمہ: تم جس طرف بھی (اپنا) منہ کرو گے اللہ کو وہیں (موجود) پاؤ گے

جو بات یقینی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام نے بذاتِ خود صوفیوں کی طرز حیات کے لئے سامان مہیا کیا ہے۔

(۳) پروفیسر گب: اپنی کتاب محمد بن ازم ص 128 پر لکھتا ہے۔ پروفیسر میسی نیون نے اسلامی تصوف کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد یہ رائے ظاہر کی ہے کہ مسلمانوں میں تصوف کی تحریک اس زہد و اتقاء کا نتیجہ ہے جو قرآن سے ماخوذ ہے اور پیغمبر اسلام کی سنت سے اس کی تائید ہوتی ہے

(۴) ڈاکٹر تاراچند: اپنی تصنیف، ہندی ثقافت پر اسلام کا اثر، ص 63 پر لکھتے ہیں تصوف کا اصلی آغاز قرآن اور محمد ﷺ کی زندگی ہے۔

(۵) ڈاکٹر نلسن: نے اپنی تصنیف، عربوں کی ادبی تاریخ، ص 229 پر ابن خلدون کی رائے سے اتفاق کیا ہے جسے ہم ڈونالڈ سن کی شہادت کے سلسلے میں اوپر درج کر آئے ہیں۔

(۶) پروفیسر ھٹی: اپنی تالیف، تاریخ اقوام عرب ص 433 پر لکھتا ہے تصوف کا آغاز قرآن و حدیث ہے قرآن میں ایسے مضامین کی جو مثال کے طور پر (۹۶-۹) (۱۱۳-۳۳) یا (۲۲-۳۳) میں وارد ہیں کوئی کمی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں خدا کے ساتھ خود پیغمبر اسلام ﷺ کے ذاتی تعلق میں صوفیانہ رنگ پایا جاتا ہے یعنی آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی ہر جگہ اور ہر وقت موجودگی کا براہ راست ذاتی شعور حاصل

تھا۔ آپ ﷺ ہر وقت یہ محسوس کرتے تھے کہ میں اللہ کی حضوری میں ہوں۔ صوفیوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اس روحانی تعلیم کے سچے ترجمان ہیں جو احادیث میں محفوظ ہے۔

(۷) پروفیسر براؤن: اپنی تالیف،، ایران کی ادبی تاریخ، جلد اول ص 418 پر لکھتا ہے احادیث سے قطع نظر کر کے خود قرآن میں چند آیات ایسی موجود ہیں جن کی تفسیر صوفیانہ انداز میں ممکن ہے۔ مثلاً

﴿ وَمَا رَمِيْتَ إِذْ رَمِيْتَ وَلِكِنَّ اللَّهَ رَمِيَّ ﴾ (الانفال: 17)

ترجمہ: اے رسول ﷺ جب آپ ﷺ نے (مٹھی بھر) کنکریاں چینکی تھیں (تو وہ) آپ ﷺ نے نہیں چینکی تھیں بلکہ اللہ نے چینکی تھیں۔

بظاہر تو اس آیت کا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی بہت بندھائی لیکن اس سے یہ مطلب بھی مستنبط ہو سکتا ہے کہ دراصل فاعل مطلق اللہ ہی ہے اور انسان کی حالت ایسی ہے جیسے کاتب کی انگلیوں میں قلم ہوتا ہے جس طرف چاہے موڑ دے۔

(۸) ڈاکٹر یونٹ: اپنی تالیف (PANTHEISM) مطبوعہ لندن 1893ء ص 208 پر لکھتا ہے، پروفیسر پارم نے لکھا ہے کہ تصوف دراصل اسلام کی باطنی تعلیم کا نام ہے وہ کہتا ہے کہ اس کے مبادی قرآن سے اخذ کئے جاسکتے ہیں لیکن عقیدہ حلول کی مطلق تائید نہیں کرتا۔

(۹) پروفیسر میکڈ انڈ: اپنی تصنیف،، شیون اسلام،، میں ص 184 پر لکھتا ہے،، اسلام کی دوسری تعلیمات کی طرح تصوف کے مبادی بھی پیغمبر اسلام کے ذہن میں موجود تھے۔

(۱۰) پروفیسر آربری: اپنی تصنیف "صوفی ازم" (تصوف) میں ص نمبر 12-13 پر لکھتے ہیں "قرآن مجید صوفیوں کے لئے وہ سند اعلیٰ ہے جس کی طرف وہ ہدایت حاصل کرنے کے لئے رجوع کرتے ہیں۔

ایک صوفی اتباع رسول پر مجبور ہے اس کے لئے حدیث کا مطالعہ لازمی ہے اس لئے کہ حدیث قرآن کے بعد دوسرے استون ہے جس پر ایک صوفی کے دین و ایمان کا قصر تعمیر ہوا ہے۔ ب! (تلک عشرہ کاملہ) تصوف اسلام کی روح ہے اور ایمان کا جوہر ہے۔

الحمد للہ کہ میں نے قرآن کے علاوہ اغیار کی شہادتوں سے بھی یہ بات ثابت کر دی کہ اسلامی تصوف قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے حقیقت یہ ہے تصوف اسلام کی روح ہے اور ایمان کا جوہر ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اسلام کا مقصد اصلی محض اخلاقی تعلیم دینا یا سیاسی نظام قائم کرنا نہیں ہے بلکہ زندہ خدا سے زندہ رابطہ کرنے کا طریقہ سکھانا ہے۔ قرآن کی غرض و غائب تیام حکومت نہیں ہے بلکہ بنی آدم میں تعلق باللہ کی اہمیت کا شعور پیدا کرنا اور اس حقیقت کو جاگزین کرنا کہ اللہ کے ساتھ تعلق نہ ہو تو انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں ہے حضور اکرم ﷺ نے قریش مکہ سے یہ کبھی نہیں فرمایا میری پیروی کرو میں تمہیں اللہ سے ملا دوں گا بلکہ میری پیروی میں یہ تاثیر ہے کہ تم خود اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔

﴿قُلْ إِنَّ كُنْتُمْ تُحْبُونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحِبِّبُكُمُ اللَّهُ﴾ (آل عمران: 31)

ترجمہ: اے رسول ﷺ آپ مسلمانوں سے فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو اس کی صورت صرف یہ ہے کہ میری اتباع کرو (پیروی کرو) اس اتباع کا شمرہ یہ ملے گا کہ اللہ تعالیٰ تم سے اس قدر راضی ہو جائے گا کہ وہ خود تم سے محبت کرنے لگے گا۔

اب قارئین خود فیصلہ فرمائیں اسلام کا مقصد ارفع اور قرآن کی غائب تصویی حصول حکومت ارضی ہے یا استھنیاء باری تعالیٰ ہے؟ اس آیت مقدسہ کی روشنی میں ہر شخص یہی جواب دے گا کہ مسلمان کا مقصد حیات اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے حکومت ملے یا نہ ملے اور میں علی وجہ البصیرت یہ بات کہتا ہوں کہ اسلامی تصوف اللہ کو راضی کرنے کے طریقہ کار (پروگرام) کا دوسرا نام ہے اور یہ مقصد ارفع صرف

منازل سلوک طے کرنے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے صحابہ کرام کی زندگیاں میرے دعوے پر شاہدِ عدل ہیں۔

شریعت میں اللہ تعالیٰ معبد ہے، طریقت میں اللہ تعالیٰ مقصود ہے اظہر تو یہ فرق بہت معمولی نظر آتا ہے مگر جب ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کو اپنا مقصود بنالیتا ہے تو ایسے شخص کی دنیا ہی بدلت جاتی ہے۔ (اندازِ نگاہ میں تبدیلی صرف تصوف کی بدولت پیدا ہو سکتی ہے) یعنی وہی دنیا جس کے حصول میں وہ رات دن سر گردان رہتا تھا اس کے قدموں میں سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ صرف معبد ہے۔ ایک مسلمان پادشاہوں کی غلامی میں کوئی دقت یا تفاحت محسوس نہیں کرتا مگر جب اس کا مقصود اللہ بن جاتا ہے تو سلطین عالم خود اس کی قدم بوسی کو اپنے لئے باعث سعادت یقین کرتے ہیں۔ جسے شک ہو وہ حضرت سلطان الہند غریب نواز خواجہ خواجہ گان خواجہ معین الدین اجمیری<sup>ؒ</sup>، قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی<sup>ؒ</sup>، شیخ شیوخ عالم خواجہ فرید الدین<sup>ؒ</sup> شکرِ محبوب الہی سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء۔ گنج بخش فیض عالم خواجہ علی ہجویری، سیدنا غوث اعظم جیلانی بغدادی اور نقشبندیوں کے بادشاہ شیخ احمد فاروق مجدد الف ثانی سرہندی<sup>ؒ</sup> پاکیزہ زندگیوں کا مطالعہ کر لے۔

نوجوانوں کے ۱۵ اسوال از مولانا عبد الماجد دریابادی  
مولانا عبد الماجد دریابادی لکھتے ہیں ایک صاحب کا طویل مراسلہ آیا مراسلہ کا زیادہ تر حصہ حسب ذیل ہے۔

مدت سے ایک ضمیری الجھن میں بیٹلا ہوں اور کوئی روحانی طبیب مجھے ملتا نہیں۔ بحیثیت ایک مسلمان پیری مریدی سے متعلق آپ کے حقیقت آگیں خیالات سے مستفیض ہونا چاہتا ہوں خوش نصیبی یا بد نصیبی سے میرے خاندان میں دونوں شغل ہوتے ہیں مجھے کسی اللہ والے سے نسبت ارادت حاصل

نہیں۔ بہت گنہگار ہوں مگر قلب و ضمیر کی حالت بحمد اللہ بہت کچھ قابلِ اطمینان ہے میں جانتا چاہتا ہوں  
کہ:

- (۱) اسلامی نقطہ نظر سے پیری مریدی کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟
- (۲) ملت مرحومہ کے لئے من جیث الاسلام یہ کہاں تک ضروری ہے؟
- (۳) کیا قرونِ اول میں جو یقیناً اسلام کے عہد سعادت تھا ایسی مثالیں ملتی ہیں؟
- (۴) عہد نبوت اور عہد صحابہ کے بعد دورِ تابعین میں بھی کیا پیری مریدی کی کثرت اور ناخوش  
آئندہ بہتانات تھی؟
- (۵) تمسک بالکتاب والسنہ کے بعد کیا یہ بھی لازمی ہے کہ کسی رسمی پیری کی پیروی کی جائے؟
- (۶) ایک مسلمان امر بالمعروف و نبی عن المکر کا پابند، اللہ سے ڈرتا۔ سچ بولتا۔ مشائخ کرام۔  
صلحاء امت کا ادب و احترام رکھتا ہے لیکن عرف عام میں کسی کا مرید نہیں ہے کیا وہ عند اللہ اس کا ذمہ  
دار ہے؟
- (۷) اگر بیعت کا مقصد دعوت الی الحق ہے۔ رشد و ہدایت وغیرہ ہے تو آج کل کے پیروں کی  
جماعت عموماً یہ خدمات کہاں تک انجام دے رہی ہے پھر محترم علماء امت کی موجودگی میں اس جماعت  
کی ضرورت ہی کیا ہے؟
- (۸) صوفیائے کرام کی جماعت میں اگر کچھ صاحبان علم و عمل افراد ہیں بھی تو ایسou کا توبالکل پتہ  
نہیں جو بلا خوف لوم لام اظہار حق میں بے باک ہوں۔
- (۹) صحابہ کرام کے اسوہ حسنہ محفوظ ہیں کیا ان سے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے؟ کہ مسلمانوں کی  
دو جماعتیں ہونی چاہیں ایک دین کی راہنمائی کے لئے دوسری دنیا کی یا یوں کہہ دیا جائے کہ ایک  
مسلمانوں کے قلب و ضمیر کی اصلاح کرے اور دوسری شریعت کے ظاہری احکام کی راہنمائی کرے؟

(۱۰) اگر کوئی مسلمان اپنی فطری صلاحیت سے اپنے اخلاق کی اصلاح کرنا چاہے تو کیا یہ ممکن نہیں؟

(۱۱) جناب رسول پاک ﷺ کا ارشاد پاک:

"من مات و لیس فی عنقه بیعة فقد مات میة الجاهلية" کا کیا مفہوم ہے؟ امام سے مراد امیر  
ملت، قائدِ اُنکر، مرشدِ

طریقت امام جماعت، لیکن اول الذکر دو صورتوں میں ہندوستان کے ساتھ کروڑ حلقوں بگوشان اسلام کے  
لئے صورتِ تنفی کیا ہے؟

(۱۲) مشائخ کرام سورہ فتح کی آیت کریمہ "الذین یبایعونک" سے استدلال فرماتے ہیں اور  
بیعت طریقت کو لازمی بتاتے ہیں کیا موجودہ بیعتوں کو اس بیعت سے کوئی نسبت ہے؟

(۱۳) اسلام میں بیعت کی مختلف صورتیں ہیں متداویٰ بیعتیں کس شق میں داخل ہیں؟

(۱۴) ایک بیعت اس خیال سے بھی کی جاتی ہے کہ چاہے تمام عمر کچھ بھی کرتے رہیں لیکن اگر کسی  
سلسلے میں داخل ہو گئے تو ہمارے تمام اگلے پیچھے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(۱۵) اب واقعی بیعت کی دو صورتیں رہ گئی ہیں کسی مسلمان کا اپنے گناہوں سے پشیمان ہونا اور کسی  
محترم و متقی صاحبِ سلسلہ ماذون شخصیت کے ہاتھ پر ترک گناہ کا عہد کرنا۔ مگر ظاہر ہے کہ آج کل یہ  
خیال سرے سے پیش نظر ہی نہیں اب رہی دوسری صورت تو وہی یقیناً مبارک ہے یعنی کسی شخصیت کو  
پورا پورا بابنڈ شریعت اور تبع شریعت پائے اور اس کے قدم بقدم چل کر اپنی دنیا و آخرت سنوارے لیکن  
جناب محترم آپ مجھ سے زیادہ باخبر ہیں کہ آج مسلمان اس پر کہاں تک عامل ہیں ایک ممتاز فاضل  
شخصیت سے تبادلہ خیال کا اتفاق ہوا ان کی تقریر کا حاصل یہ تکلا کہ مسلمان ان معاملات میں بھی  
دوسرے اقوام و عقائد و خیالات سے متاثر ہوئے اور انہوں نے کچھ تاریخی شہادتوں سے استناد بھی کیا۔  
مراسلہ ختم ہوا ب جواب ملاحظہ ہو۔

مراسلہ نویں کے دل میں جو خیالات و سوالات پیدا ہوئے ہیں بہتوں کے ذہن ان ہی اجھنوں میں مبتلا ہیں اور سچ یہ ہے کہ کس سے وہ جواب و تشفی چاہیں جو خود بھی نہ ابھی تک کسی کا مرید ہے اور نہ ان اجھنوں سے آزاد ہوا ہے بیمار کے علاج کے لیے ضرورت طبیب کی ہے نہ کہ کسی دوسرے بیمار کی تاہم بعض پرانے مریض طبیبوں کی باتیں سن کر خود بھی کچھ نیم طبیب سے ہو جاتے ہیں اور گو خود بدستور بیمار چلے جاتے ہیں لیکن اپنے ان تجویں سے نئے مریضوں کی ایک گونہ ہمدردی و دلジョئی کر سکتے ہیں سب سے پہلے ایک اہم حقیقت کو پیش نظر کر لینا چاہیے جو اگرچہ بالکل صاف، واضح اور غیر اختلافی ہے لیکن اکثر ذہن سے نکل جاتی ہے اور اسی کے نظر انداز ہو جانے سے طرح طرح کی غلط فہمیاں اور اجھنیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

وہ حقیقت یہ ہے خالص دینی علوم بھی آج جن با آئین و باضابطہ صورتوں میں موجود ہیں اور جو مصطلحات ان میں رائج ہیں عہد رسالت مآب ﷺ میں ان میں سے کوئی شے بھی نہ تھی اور اس خالص لحاظ سے یہ سب بدعت ہیں خود سنت رسول ﷺ کو ہی لیجھے آج فن حدیث و سنن ایک مستقل و مخصوص فن ہے جس میں صدھا اصطلاحات ہیں جس اصول پر تصانیف کا ایک دفتر موجود ہے جس کی مختلف شاخیں اور شعبے ہیں اور جس کے سکھنے کے لیے برسوں کی محنت اور اساتذہ کا ملین کی ہدایت کی ضرورت ہے ظاہر ہے عہد رسالت مآب میں یہ کچھ بھی نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی سادہ گفتگو کا نام،، حدیث پاک،، اور روزانہ کے معمولات زندگی کا نام سنت مطہرہ تھا۔ باہمہم محدثین کرام کی کاوشوں کو کوئی شخص بدعت کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا یہی حال آئندہ تفسیر کی نقطہ سنجیاں اور آئندہ فقہ کے قیاس اجتہاد اور استنباط کا ہے لغوی معنی کے لحاظ سے یہ سب کچھ بدعت ہی ہے۔ اگر حقیقتہ بخاری، مسلم، امام ابو حنیفہ و امام مالکؓ وغیرہ کی جانشناختی سے یکسر قطع نظر کر لی جائے تو شریعت اسلام کے پاس کیا رہ جائے گا۔ خود قرآن پاک (صحیفہ رباني) اس ہستہ ترتیب و تدوین کے ساتھ مکتبی صورت میں کہیں کیجا موجود نہ تھا۔

بات بالکل صاف اور موٹی ہے لیکن ذہن انسانی کا خاصہ ہے کہ اکثر سامنے کی چیزوں کو بھلائے رکھتا ہے اور دور دور کی باریکیوں میں الجھنے لگتا ہے۔ الغرض جو حال فقه، حدیث و تفسیر کا ہے ٹھیک وہی حال تصوف و سلوک کا ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ پاک میں نہ لفظ تصوف موجود تھا، لفظ صوفی نہ احوال و مقامات، اذکار و اشغال کی وہ سینکڑوں دوسری اصطلاح میں جن سے موجودہ تصوف بھرا پڑا ہے۔ پیری مریدی کے الفاظ بھی اس زمانے میں ناپید تھے پس جہاں تک لفظ و اصطلاح کا تعلق ہے یہ دعویٰ بالکل درست ہے کہ تصوف و پیری مریدی بدعت ہے لیکن اس معنی میں خود فن حدیث بھی بدعت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں نہ کوئی فن اسماء الرجال تھا نہ جرح و تقدیل کے اصول و قواعد مدؤن تھے نہ ضعیف و موضوع کی اصطلاح میں وضع ہوئی تھیں اور نہ کوئی دماغ متواتر صحیح و حسن کی بحثوں سے آشنا تھا لیکن الفاظ و اصلاح کی بحث سے گزر کر اصل حقیقت تک پہنچنا مقصود ہے۔ تو جس طرح ہر صحابی بزم رسول ﷺ کا ہر صحبت یافتہ، دربار رسول ﷺ کا ہر حاضر باش بیک وقت محدث تھا۔ مفسر تھا، فقیہ تھا اسی طرح صوفی بھی تھا اور بلا استثناء مرید بھی تھا سب کے پیر، مرشد کامل سرکار دو عالم ﷺ تھے۔

کہا جاتا ہے تمک بالکتاب والسنے کے بعد کسی رسمی پیر کے مرید ہونے کی کیا ضرورت رہتی ہے؟ سارا مغالطہ ہی سوال کے لفظ،، رسمی،، میں موجود ہے رسمی کو تو کسی شے کی بھی ضرورت نہیں۔ نہ رسمی اسلام کی نہ رسمی اتباع رسول کی نہ رسمی تمک بالکتاب والسنے بغیر کسی زندہ شخصیت کے واسطے کے ممکن کیوں نکرے اور اسی زندہ شخصیت کا اصطلاحی نام پیر ہے۔ صاحب بیعت و ارشاد ہے۔ ابو بکر و عمر عثمان و علی حسن و حسین سے بہتر فطری صلاحیت واستعداد کس میں موجود ہو سکتی ہے؟ پھر جب ان کے لئے ایک زندہ شخصیت، صلی اللہ علیہ وسلم،، کا اتباع ناگزیر رہا تو اور کسی کو کب مفر ہو سکتا ہے؟ حدیث کی جن کتابوں کو ہم سرچشمہ تقدیس سمجھ رہے ہیں ان کے نقوش و حروف ان کے کاغذ کی

سفیدی اور الفاظ کی سیاہی میں کیا رکھا ہے ان میں جو نقدس ہے وہ سارے کاسارا اسی بناء پر تو ہے کہ ان کے اندر کسی زندہ کی روح کس حد تک محفوظ ہے۔ یہ روح مردہ کاغذ کے مردہ طومار میں تو محفوظ ہو جائے اور زندہ انسان کے زندہ قلب میں نہ محفوظ ہو سکے؟

یہ روح الماریوں کے سفینوں میں تو محفوظ ہو جائے اور پاکوں اور پاکبازوں کے سینوں کو منور نہ کر سکے؟ قرآن کریم نبی ﷺ کا تو کلام نہیں اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے اور بندوں کی ہدایت ہی کے لیے نازل ہوا ہے۔ یہ بھی ہم سب کا ایمان ہے اور خود قرآن بار بار اس کا دعویٰ کرتا ہے کہ اس میں ساری ضروریات ہدایت، تفصیل و تشریح کے ساتھ موجود ہیں۔ بلیہ یہ نہ ہوا کہ قرآن بر اہ راست تمام بندوں کے پاس پہنچ جاتا۔ منکرین و مومنین اس کو اپنی آنکھوں سے اترتا ہواد کیچ لیتے کسی اونچے پیارٹ کی چوٹی پر رکھا ہوا مل جاتا یا ایک روز جب صبح ہوتی تو اس کا ایک ایک نجخ ہر شخص کے سرہانے رکھا ہوا موجود ہوتا اس طرح کی تو کوئی چیز بھی نہ ہوئی بلکہ اللہ رب العالمین نے اس کے بر عکس یہ طریقہ اختیار کیا پہلے ایک انہنہاں بد کار قوم کے درمیان ایک پاک اور برگزیدہ ہستی پیدا کی چالیس برس کی عمر تک اس شخصیت کو اس قوم کے درمیان ہر رسم کے سابقہ کے ساتھ رکھا اور اس کی طینت و سیرت کے ایک ایک جزیہ کی جانچ اور پرکھ کا پورا موقعہ دیا جب یہ سب مراتب طے ہو چکے اس وقت کہیں جا کر بیام کا نزول شروع ہوا لیکن اس وقت بھی بیام کے پیش کرانے سے قبل، ”بیام بر“، کی شخصیت کو ہی پیش کرایا گیا اور جب قوم اس شخصیت کے صادق اور امین ہونے کا اقرار کر چکی تب اس سچ کی زبان سے سچی باتیں کھلائی جانی شروع ہوئیں اس پر بھی سارے بیام کو یک بیک اور دفعۃ نہیں پیش کر دیا گیا بلکہ بیام بر کی شخصیت پر مختلف اور متعدد دور حاوی کر کے تیس (۲۳) برس کی طویل مدت میں بہت ہی تدریج کے ساتھ اس پیغام کو پہنچایا گیا پس نظری اور ربانی طریقہ تو یہی ہے کہ پہلے بیام بر اور پھر پیغام پہلے طبیب اور پھر نسخ، پہلے ہادی اور پھر ہدایت۔ اب اگر ہم اس ترتیب کو الٹ دینا چاہیں اور ہادی سے بے نیاز ہو کر ہدایت تک

اور شخصیتوں سے قطع نظر کر کے محض اصول دو سائل تک پہنچ جانا چاہیں تو یہ ترتیب ربانی کے ساتھ جنگ کرنا ٹھہری۔ یہ نہ خیال گز رے کہ یہ طریق دعوت وہادیت صرف وحی الٰہی کے ساتھ مخصوص تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعثت کے بعد اپنے قصہ وارادہ کے ساتھ یہی طریقہ اختیار کر کھا ہے آپ نے یہ نہ کیا کہ قرآن مجید کے نسخوں کی نقلیں کثرت سے کرا کے محض انہیں اطراف ملک میں پھیج دیا ہوتا یا اپنے اقوال و سنن کو ضبط تحریر میں لا کر ملک میں ان کے نسخوں کی اشاعت کر دی ہوتی بلکہ آپ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت پیدا کی، اشخاص کو تربیت دی جو اپنی زندگیوں میں آپ کی تعلیم اور آپ کے عمل کے عملی نمونہ تھے اور دین کی روشنی آپ نے ان زندہ شخصیتوں کے ذریعے سے پھیلانی اللہ کے رسول ﷺ نے یہ کبھی نہ کیا کہ کسی گوشہ میں تشریف فرماؤ کر سکون و خاموشی کے ساتھ قلم و کاغذ لے کے تصنیف و تالیف میں مشغول ہو جاتے اور حسن عمل و حسن اخلاق پر مقالات تیار فرمائے لگتے بلکہ آپ نے اپنی نورانیت سے قلوب کو منور کرنا شروع کیا اور اپنی پاکیزگی کے عکس سے دوسروں کے سینوں کو پاک بنادیا۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنی کوئی تصانیف چھوڑیں؟ ہاں! بلاشبہ چھوڑیں مگر وہ کاغذ کے طومار اور سیاسی کے ڈھیر نہیں۔ گوشت پوست کے بنے ہوئے جسم اور تقویٰ و طہارت میں ڈھلی ہوئی رو جیں تھیں۔ ان تصانیف کا شمار ہزار ہاتھ پہنچتا ہے۔ چند مشہور ترین کے نام۔ ابو بکر۔ عمر۔ عثمان و علی المرتضی رضوان اللہ عنہم تھے۔ پھر یہ حضرات بھی کتابی تصنیف و تالیف پر ایک لمحے کے لئے متوجہ ہوئے انہوں نے بھی زندہ ہستیوں کو اپنے نمونہ پر ڈھالنا شروع کیا اور اپنے شاگردوں کے جسموں میں اپنی رو جیں پھونکنے کا عمل جاری رکھا۔ صحابہ، تابعین و قع تابعین یہ سب کون تھے؟ شاگردوں کی جماعت، بیعت کرنے والوں کی جماعت، مریدوں کی جماعت، ارادت رکھنے والوں کی جماعت۔

مادی علوم میں آج کو ناسا علم اور دستکاری کے پیشوں میں کو نسا ایسا پیشہ ہے جس میں استاد کی مدد لازمی نہیں؟ پھر روحانیت کا علم جو ان تمام علوم سے زیادہ الطیف، ترکیب نفس کا فن جو ان تمام فنون سے زیادہ

دشوار اللہ کی معرفت جو ہر شے سے نازک ہے کیا یہ ممکن ہے کہ اسی میں استاد کی ضرورت نہ پڑے؟ اس

سفر میں تقدم قدم پر راہنماء ہے اسی راہنمایا استاد کا اصطلاحی نام پیر ہے مرشد ہے۔

کہا جاتا ہے کہ علماء کے ہوتے ہوئے پیروں کی ضرورت کیا ہے؟ لیکن یہ مولویوں اور پیروں کی موجودہ تفریق بھی تو ہماری اور آپ کی قائم کی ہوئی ہے اسلام اس کا ذمہ دار کب ہے؟ اسلام تو صادقین، متقین، مومنین، صالحین، محسینین کی جو جماعت پیدا کرنا چاہتا ہے اس میں اس تفریق کا گزر ہی نہیں۔ وہ ہستیاں تو علم و عمل قول و فعل، فقه و فقر دنوں کی جامع ہوتی تھیں۔

صوفیاء کرام علم و عمل، قول و فعل، فقه و فقر کے جامع ہوتے ہیں

محبوب الہی خواجہ نظام الدین دہلوی علیہ الرحمۃ ایک متقدی شخص کو لے کر اپنے شیخ خواجہ فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی حضوریہ شخص انہائی پر ہیز گارش بیدار نیک سیرت آدمی ہے اسے خلافت عطا فرمائیں خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے پوچھا مولانا نظام الدین مجھے یہ بتائیں اس نے فلاں کتابیں پڑھی ہیں؟ عرض کیا حضور یہ صرف متقدی شخص ہے علم ان کے پاس نہیں ہے حضور بابا صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ مولانا نظام الدین انبیاء کی نیابت علم کے بغیر نہیں ہوتی آپ ان کو واپس لے جائیں اور فلاں کتابیں جب از بر ہو جائیں تو ان کو میرے پاس لے آئیں چنانچہ محبوب الہی علیہ الرحمۃ جوان دنوں مولانا نظام الدین کے نام سے مشہور تھے وہ کتابیں اور کچھ اضافی علوم بھی پڑھا کر بابا صاحب کے پاس لے آئے آپ نے خلافت عطا فرماد کر ان کو بگال میں بھیجا سلسلہ چشتی کا فیض بگال میں ان ہی کے ذریعے پھیلا ہے) مولوی اور پیر کی یہ تفریق تو سینکڑوں دوسری تفریقوں کی طرح دور اخنطاں اور امت کی بدینتی و بداقابلی نے پیدا کر رکھی ہے اور وہی اس کی ذمہ دار ہے۔

مریدی کا اصل راز، پیر کی صحبت ہے

مریدی کا اصل راز، پیر کی صحبت ہے چنانچہ لفظ صحابی بھی صحبت ہی کی اہمیت کو واضح کر رہا ہے اور پیر کے مفہوم کی طرف ابھی اشارہ ہو چکا ہے۔ یعنی وہ شخص جس کے نفس کا ترکیہ (خواہشات باطلہ کی صفائی) اس حد تک ہو چکا ہے کہ وہ اپنی رفاقت سے دوسرے کے نفس کا ترکیہ کر دے وہ کامل جو دوسروں کو بھی کامل بناسکے۔ وہ مصلح جس کی ہمنشینی دوسروں کی فطری صلاحیتوں کو ابھار کر جلاء بخش دے۔ پس مرید ہونے کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں کہ جس کے پاک و صالح ہونے پر بھروسہ ہو جس کے ترکیہ نفس پر اعتماد ہو یا بہ اصطلاح صوفیہ قلب کو ارادت ہو۔ اس کی خدمت میں اطاعت و نیاز مندی کے ساتھ حضوری کی جائے اور یہ مریدی قرآن مجید کے حکم، و کونوامع الصادقین، کی عین تعمیل ہے۔ آیت مقدسہ کے الفاظ یہ ہیں۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونو مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ معلوم ہوا مخفی ایمان کافی نہیں ہے۔ یہ خطاب ہی تو ایمان والوں سے ہے ایمان تو پہلے ہی قائم ہو چکا ہے اب اس کے بعد حکم ہوتا ہے اللہ سے تقویٰ اختیار کرو۔ یعنی صدق دل سے نمازیں پڑھو۔ روزے رکھو۔ حقوق اللہ۔ حقوق العباد ادا کرو وغیرہ اس کے باوجود یہ سارے اعمال بھی کافی نہیں ہیں بلکہ دوسرا حکم یہ ملتا ہے صادقین کی معیت اختیار کرو۔ راست بازوں کی صحبت میں رہو پاکبازوں کی پیروی کرتے رہو اور اسی کا نام مریدی ہے۔ اتباع رسول کا نام لیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی مخفی خارجی اعمال کے مجموعہ کا نام نہ تھی۔ پیکر خاک کے اندر نور پاک جلوہ گر تھا اس نور کی تجلی ریزیاں ہر گھٹی اور ہر لمحہ ہوتی رہتی تھیں۔ تمام صحابہ ہر حیثیت سے مساوی نہ تھے اپنا اپنا نظر اور اپنی اپنی نظر تھی حضرت خالد بن ولیدؓ میدان جہاد کے کمانڈر ہوئے۔ حضرت بلاؓ کسی کی نگاہ نماز کے خود ہی گھائل ہوئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایات حدیث کی اشاعت کرتے رہے۔ حضرت ابن عباس کی قسمت میں ترجمان القرآن بننے کی سعادت آئی حضرت حسین ابن علیؑ کو خاک کر بلائیں خاندان سمیت ترپنا اور خون میں نہانا نصیب ہوا۔ ہر صاحب کا مذاق طبیعت جدا گانہ تھا۔ قدرۃ ایک بڑی اطاعت کی وجہ امور خارجہ پر زایدہ مبزول رہی اور

اس کا بڑی تفصیل سے مطالعہ ہوتا رہا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں ہاتھ سینے پر باندھا یا اناف پر۔ آمین آہستہ فرمائی یا آواز سے۔ لیکن ایک دوسری جماعت بھی برابر موجود ہی جتنا تو ج ظاہر سے زیادہ باطن پر رہی اور قال سے زیادہ حال پر رہی۔ یہ خوش نصیب تھے جنہوں نے محض مکہ کی جلوہ طرازیوں کا تماشہ نہیں دیکھا بلکہ غار حرام کی خلوت آرائیوں کا مزہ بھی چکھا جنہوں نے صرف، حرض المومنین علی القتال، ہی کا پیام نہیں سنایا بلکہ، سجنان الذی اسری، کی حقیقت کو بھی پہچانا اور جن کی نگاہیں محض یہیں تک محدود نہیں رہیں کہ نماز کی کتنی رکعتیں پڑھی گئیں بلکہ ان کی نگاہیں یہاں تک بھی پہنچیں کہ نماز کس دل سے پڑھی گئی کس ذوق و شوق سے پڑھی گئی اور قلب کے اندر خضوع و خشور کی کیا کیفیتیں رہیں۔

تصوف کی ابتداء صحابہ کرام کے زمانے سے ہے

شجرہ طریقت کے سلسلہ یہی بزرگان کرام ہوئے ہیں اور اس نعمت کے حصہ دار کم و بیش تمام صحابہ کرام تھے لیکن خصوصیت کے ساتھ اس دولت سے مالا مال۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق، حضرت علی المرتضی، حضرت حذیفہ، حضرت سلمان فارسی، حضرت ابو عبیدہ، حضرت ابو درداء، حضرت ابو ہریرہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عمران بن حصین، حضرت موکی اشعری وغیرہ تھے۔ چنانچہ صوفیاء کے قدیم تذکرے ان ہی حضرات سے شروع کئے گئے ہیں اور تصوف کی بعض قدیم ترین تصانیف میں تو حضرت عمر اور حضرت عثمانؓ کو بھی صراحة کے ساتھ اساطین تصوف میں شمار کیا گیا ہے۔ شریعت و طریقت کے درمیان کوئی تخلاف، تضاد مطلق نہیں بلکہ اکابر طریقت کے حسب تصریح کمال شریعت ہی کا نام طریقت ہے۔ اتباع رسول جب تک محض ظواہر تک محدود ہے اس کا نام شریعت ہے اور جب قلب و باطن بھی نورانیت رسول سے منور ہو گیا تو یہی طریقت ہے۔ ایک شخص نے نماز حسب قواعد مندرجہ کتب پڑھ لی شریعت کی رو سے یہ نماز جائز ہو گئی۔ طریقت اسے کافی نہ سمجھے گی وہ اس پر مصروف ہو گی کہ جس طرح چہرہ کعبہ کی طرف متوجہ رہا اور جس طرح جسم حالت نماز میں ظاہری نجاستوں سے پاک رہا وہ

بھی باطنی الائشوں پریشان خیالیوں سے پاک رہے اب آپ ہی بتائیں کہ یہ شریعت کی مخالفت ہوئی یا منشاء شریعت کی عین تکمیل؟ حضرات اکبر اللہ آبادی علیہ الرحمۃ نے اسی مقام کی توضیح اپنے مخصوص انداز میں یوں کی ہے۔

شریعت درِ مکمل مصطفیٰ

طریقت عروج دل مصطفیٰ

عبادت سے عزت شریعت میں ہے

محبت کی لذت طریقت میں ہے

شریعت میں ہے صورتِ فتح بدر

طریقت میں معنی شق صدر

شریعت میں ہے قیل و قال حبیب

طریقت میں حسن جمال حبیب

نبوت کے اندر ہیں دونوں ہی رنگ

عیش ہے یہ ملا و صوفی کی جنگ

آخر یہ ارشاد پاک بھی رسول اللہ ﷺ ہی کا ایک باخبر سائل کے جواب میں ہے۔

"قال ما الا حسان؟ قال ان تعبد الله کانک ثراه فان لم تكن تراه فانه يراك" (بخاری۔ کتاب

(الایمان)

احسان، نام اس کا ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ پوری حدیث میں ایمان کے معنے بعض عقائد کے بتائے گئے ہیں اور اسلام کے معنے بعض اعمال کے ارشاد ہوئے ہیں اس کے بعد احسان کی یہ توضیح فرمائی گئی گویا عقیدہ و عمل کے بعد

ایک تیسری منزل ان دونوں سے بلند تر احسان کی آتی ہے جس کا تعلق محض جانے اور کرنے سے نہیں بلکہ مشاہدہ و روایت سے ہے۔ یہی منزل تصوف و طریقت کی منزل ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اہل تصوف کے بجائے اہل احسان ہی کی اصطلاح اختیار کی ہے اور شاید اہل صدق و صدقیقین کی اصطلاح میں بھی یہی کام دے سکیں۔ لیکن یہ ساری بخشیں محض لفظی ہیں سوال صرف یہ ہے کہ ایمان کے اجزاء و اسلام کے ارکان تو کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ ایمان و عمل کے ظاہری و خارجی پہلو تو کتابوں سے دریافت ہو سکتے ہیں۔ لیکن قلب کو مرتبہ احسان تک پہنچا دینا، تزکیہ باطن، تخلیق نفس، تطہیر اخلاق بغیر ایک زندہ شخصیت، بغیر ایک مرشد کامل کی وساطت کے کیونکر ممکن ہے؟ جو قانون اور ضابطے کتابوں میں درج کرنے والے تھے۔ حدیث و آثار و فقة کی کتابوں میں مدون ہوتے رہے لیکن جن چیزوں کا تعلق وجد ایات و کیفیات سے ہے وہ تحریر میں کیونکر آسکتی تھیں۔ وہ تو ایک قلب سے دوسرے قلب پر اپنا عکس ڈال سکتی ہیں یہ مرشد کوئی خود رہ اور خود رائے ہستی نہیں ہوتی بلکہ جس طرح آپ قرآن کی ساری عبارت کو محض سند متصل کی بناء پر کلام الہی مانتے چلے آتے ہیں جس طرح آپ بخاری کی کسی روایت کو محض اس لئے کلام رسول ﷺ تسلیم کر لیتے ہیں کہ وہ معتبر سند تسلسل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہوئی ہے ٹھیک اسی طرح اس مرشد کا قلب بھی ایسے مضبوط و اسطوں کے ساتھ رسول ﷺ کے قلب مبارک کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے اس کاراطر روحانی بھی ایسی ہی زنجیر کی مضبوط کڑیوں کی طرح سرچشمہ تقدیمیں و روحانیت سے جڑا ہوا ہوتا ہے یہی شجرہ طریقت کہلاتا ہے۔ جس طرح امام بخاری، امام مسلم وغیرہ ہما اشار رسول و اخبار رسول ﷺ کو اپنے ضخیم دفتروں میں ضبط و فراہم کرتے رہے یعنہ ہروی اللہ کے معتمد ساتھی جو سائے کی طرح ساتھ ساتھ رہے وہ ان کی تعلیمات کو ملفوظات، مکتوبات، و معمولات کا نام دے کر رہتی دنیا کے لئے جمع کرتے رہے اور یہ سلسلہ تاقیامت جاری رہے گا۔

جس طرح حسن بصریؓ، و جنیدؓ بغدادی اسرار رسول و انوار رسول ﷺ سے اپنے سینوں کو منور کرتے رہے ادھر رسول ﷺ کا قال ایک سفینے سے دوسرے سفینے میں منتقل ہوتا رہا ادھر رسول ﷺ کا حال ایک سینے سے دوسرے سینے کو طور سینا باتا رہا دونوں شعبوں کی جامعیت عہد صحابہ ہی میں صرف تھوڑے سے خوش نصیبوں کے حصے میں آئی پھر آج چودہ سو سال بعد اس کی تلاش پر اسرار کیوں ہے؟ تاہم زمانہ اب بھی پاکباز ہستیوں سے خالی نہیں اور نہ رہے گا،،، کونوامع الصادقین،، کا حکم ربی ہمیں بتا رہا ہے کہ قیامت تک کوئی دوران پاکباز ہستیوں سے خالی نہیں رہے گا۔ فقیر اور فقر کسی مخصوص لباس کے پابند نہیں ہوتے ان کی علامات ہوتی ہیں ان کی گفتگو، ان کا اٹھنا پیٹھنا ان کی مجلس اور اس کی تاثیر اگر بندے کو گزشتہ گناہوں سے توبہ اور شرمندگی پر مائل کر کے ایک نئی زندگی کی دعوت دے تو یہ درویش کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔ گناہ سے زک جانا اور ہے گناہ سے تنفر ہو جانا اور ہے درویش وہ ہے جس کی نگاہ بندے کو گناہ سے تنفر کر کے مائل الی اللہ کر دے۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ۔ داتا گنج بخش علی ہجویریؓ کے علاوہ دیگر صوفیائے کرام کے حالات زندگی کا مطالعہ کریں یہاں محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ کی نقل کر دہ ایک روایت کا تذکرہ جانہ ہو گا۔ آپ لکھتے ہیں۔

حضرت کعبؐ نے فرمایا کہ حضرت نوحؐ کے بعد ہمیشہ دنیا میں چودہ حضرات ایسے رہیں گے جن کے سبب سے عذاب ہٹایا جائے گا۔ (احمد) اور سفینا بن عینیہ نے فرمایا کہ،،، عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة،، صلحاء کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ محمد بن یونس کہتے ہیں کہ میں نے صلحاء کے ذکر سے زیادہ قلب کے لئے نفع بخشن کوئی چیز نہیں دیکھی۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۱)

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ جن کو عموماً خشک کہا جاتا ہے کتنے شد و مدد سے اولیاء اللہ کی صفت و فضیلت بیان فرمادے ہیں جو آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہے اب بھی تشفی نہ ہو تو محل تعجب ہے۔

سوال کیا گیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان اپنی فطری صلاحیت سے اپنے اخلاق کی اصلاح کر لینا چاہے تو کیا یہ ممکن نہیں؟ جواب میں ایک دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص محض اپنی عقل سلیم کی مدد سے خالق و مخلوق کے حقوق پوری طرح ادا کرنے لگے تو کیا یہ کافی نہیں؟

نہیں اور یقیناً نہیں اگر محض عقل سلیم اور صلاحیت فطری خداشناکی کے لئے کافی ہوتی تو کیا تابوں کے نازل کرنے انہیاً کرام کے بار بار بھیجنے اور ان سے منکرین کے جدال و قتال کا سارا نظام معاذ اللہ بیکار و عبث ہی ٹھہرتا ہے۔ یہ تنگی نہیں عین وسعت ہے اور سختی نہیں عین رحمت ہے کہ دین اور معرفت دین کی نزاکتوں کا بار محض قوائے عقلی پر نہیں ڈال دیا گیا بلکہ اس کے لئے تو اسے عقلی سے کہیں بلند تر قوت وحی الٰہی سے قوت بہم پہنچائی گئی اور اس نعمتِ غیر مرئی کو اجسام انہیاء کی شکل میں مرئی و مجسم کر کے پیش کیا گیا اور دنیا پر ان کی پیروی فرض کی گئی لفظ فرض اچھی طرح ذہن میں رہے محض مستحب یا مستحسن نہیں انہیاً کرام، خصوصاً سب سے آخری نبی ﷺ کی پیروی فرض اور قطعی فرض ہے۔ آج اگر کوئی شخص محض عقلی دلائل سے یا اپنے باطن کی اشراقيت کو بیدار کر کے اس نتیجے تک پہنچ جاتا ہے کہ صحیح عقیدہ، عقیدہ توحید ہے اور نماز اور روزہ وغیرہ میں بے شمار جسمانی فوائد ہیں تو ایسے شخص کا شمار ہرگز مسلمانوں میں نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ اس نے ان مسائل کو صحیح راستہ سے پیروی رسول ﷺ سے، اتباع وحی سے نہیں حاصل کیا۔ مسلم بنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی رسول اللہ ﷺ کے نمونے کی پیروی لازم ہے۔ اسلام اور عدم اسلام کے درمیان یہی ایک شے رسول ﷺ کی ذات فرق و امتیاز پیدا کرنے والی ہے۔ جب پیروی رسول اللہ ﷺ ناگزیر ٹھہری تو سوال یہ ہے کہ پیروی رسول ﷺ کے معنی کیا ہیں؟ کیا محض الفاظ رسول ﷺ کو قبول کر لینا مراد ہے؟ کیا صرف ہست عبادت رسول کا مقصد ہے؟ کلام مجید میں ایک جگہ نہیں متعدد بار اور کہنا یہ نہیں صراحتاً اتباع رسول ﷺ کا حکم وارد ہوا ہے۔ جہاں کہیں بھی یہ حکم وارد ہوا ہے اپنی مطلقت وغیرہ مقید صورت میں

وارد ہوا ہے۔ یہ نہ کہیں ارشاد ہوا ہے اور نہ کہیں سے نکلتا ہے کہ امت کے لئے صرف رسول کی ظاہری پیروی کافی ہے بلکہ حکم یوں ہے۔،،فاتحونی،، اللہ تعالیٰ سے ملنا ہے تو میرے پیچھے آؤ اتباع پیچھے چلنے کو کہتے ہیں برابر چلوگے تو منافق ہو جاؤ گے آگے چلوگے تو کافر ہو جاؤ گے۔ پیچھے چلوگے تو بلاں و عمر کے ساتھ رہو گے اس چلنے سے مراد اتباع ہے۔ معلوم ہوا کہ ظاہری و باطنی پیروی یہی وقت لازم بلکہ فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ جس طرح ہمارے لئے اسوہ حسنہ کا حکم بحاظ اپنی اپنی نماز کی تعداد رکعت کے، رکوع و سجود کے قیام و قرأت کے رکھتے ہیں اسی طرح وہ نماز کے اندر بھی خشوع و خضوع کے لحاظ سے ذوق و وجد کے لحاظ سے کیف واستغراق کے لحاظ سے بھی اسوہ حسنہ کے حکم میں داخل ہیں۔ پس جب باطن رسول کی پیروی بھی ویسی ہی ضروری تھہری جیسی ظاہر رسول کی تواب آپ ہی فرمائیں کہ اس پیروی باطن کی صورت کیا ہے؟ رسالت کے لفظ اور ظاہر کی پیروی تو تابوں کے ذریعہ ممکن ہے۔ پر معنی و باطن کی پیروی کا کیا ذریعہ ہے؟ اخبار رسول ﷺ تو مجلدات کے الٹ پلٹ سے ہاتھ آسکتے ہیں لیکن انوار رسول کا عکس کس آئینہ میں نظر آئے؟

### بعثت رسالت کے چار جملی مقاصد

﴿ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمَّيْنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمْ أَيْتَهُ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمْ الْكِتَبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ (سورۃ الجمعۃ: ۲)

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے اصلی مقاصد کلام مجید میں امت پر تلاوت، آیات کے بعد دو بتائے گئے ہیں۔ ایک تعلیم و تشریح کتاب و حکمت دوسرا ترکیہ نفوس۔

تشریح کتاب و حکمت کاسامان تو امام بخاری و امام مسلم وغیرہم علیہم الرحمۃ اجمعین کی وساطت سے مدد اللہ ہو گیا لیکن اس سے بھی مقدم تر مقصد ترکیہ کی آخر کیا صورت ہے؟ کامل راہنمایش کی تلاش ایک زندہ نائب رسول کی معیت، انہیں سوالات کا جواب ہے۔ یہ مرشد صحیح معنوں میں مقلد ہوتا ہے آئینہ

کے پیچھے طوٹی صفت رہ کر استاد ازل کی سبق کی تکرار کرتے رہنے سے اس کا کام زائد نہیں۔ کوئی نیا مجاہد، ایجاد اختراع کرنا ہرگز اس کا کام نہیں۔ اہل اللہ کی زندگیوں کے بعض معمولات ان کی کتابوں کے اندر موجود ہیں اس دور کے پیرزادوں کے معمولات نوجوان نسل کے لیے تصوف سے بیزاری و دوری کا سبب بن رہے ہیں باستثنائے چند سب اپنے نفس کے غلام ہیں اور یہی اس دور کا سب سے بڑاالمیہ ہے جن کی اپنی زندگی اپنے اسلام کے معمولات کی پابند نہیں ان کے دامن سے واپسی کسی طالب حق کی زندگی میں کیا تبدیلی لاسکتی ہے؟ البتہ ذمہ دار اہل علم حضرات اس بات پر غور فرمائیں کہ رحمت عام کا دروازہ صوفی کے حق میں ہی کیوں بند کر دیا جائے وہ ایجاد اختراع کی بدعت سے بچے گا۔

جس طرح ظاہر اپنے فہم و قیاس و استبطاط کو معطل نہیں کر دیتے۔ صوفی بھی اپنے کشف اپنے وجدان اپنے اشراق کو سرے سے معطل نہ کر دے گا۔ جب کبھی لکھے گا یقیناً شفاعة نبوت ہی کے قراباءِ دین سے لکھے گا۔ لیکن وقت کے مزاج و خصوصیات و موسوم کے حالات آب و ہوا کے اثرات وغیرہ کی رو سے اجزاء نسخہ کی ترکیب اس کی اپنی ہو گی یہ اس کی خود رائی نہیں۔ عین بدعت نہیں عین پیروی سنت ہو گی۔ بڑی مصیبت یہ آن پڑی ہے کہ دلیل کے مقدمات میں مثالیں بہروں اور جلسازوں کے پیش نظر رہتی ہیں اور نتائج نکالتے وقت سرے سے حقیقت کا انکار کر دیا جاتا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ کہ پیش کی دمک پر کئی بار آپ کو سونے کا دھوکہ ہو چکا ہو تو آپ سونے کے وجود کے ہی منکر ہو چلے ہیں۔

سوال کیا جاتا ہے کہ بیعت کا مقصد اگر دعوت الی الحنق ہے تو پیروں کی جماعت آج کہاں تک اس فرض کو ادا کر رہی ہے؟ معقول ہے لیکن تلاش کو تھوڑی وسعت دیں تلاش کو یہیں ختم نہ ہونا چاہیے بلکہ مزید سوالات بھی پیش ہونے چاہیں کہ آج علمائے ظاہر کہاں تک اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں؟ قومی راہنماؤں میں سے کتنوں کے عمل ان کے دعوؤں کے موافق ہیں؟ ایڈیٹر و میں کس حد تک خلوص و صداقت ہے؟ مسلمان تاجر و میں کہاں تک دیانت واکل حلال کا خیال ہے؟ وعلیٰ حذرا القیاس۔ ظاہر ہے

کوئی طبقہ بھی اپنے اصلی معیار پر قائم ہوتا تو آج یہ دن دیکھنا ہی کیوں پڑتے؟ لیکن بروں کی اکثریت کی بناء پر نیکوں کی اقلیت سے منکر ہو جانا ہرگز نہ حق کے مطابق ہے نہ عقل کے۔

نفی حکمت کمن از بہر دل عاصے چند

سینکڑوں بلکہ ہزاروں بدنام کرنے والوں کے بھوم میں کچھ سچے صوفی تواس وقت بھی موجود ہیں اور ہر دور میں موجود رہیں گے۔ حضرت شاہ ولی اللہ، القول الجمیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسم بیعت اور بیعت صرف بیعت خلافت تک محدود نہیں بلکہ عہد نبوی میں بھی بیعت کی صورتیں رائج تھیں۔ مثلاً بیعت اسلام۔ بیعت بھرت۔ بیعت جہاد اور اس زمانہ میں صوفیاء کرام کی جو بیعت ہے یہ بیعت تقویٰ اور بیعت توبہ ہے خلفائے راشدین میں تو اس بیعت کی ضرورت ہی نہ تھی اس لئے کہ قلوب و نفوس شرف صحبت رسول سے خود ہی نورانی تھے۔ خلفائے راشدین کے بعد فتنہ کے خوف سے اور بیعت خلافت کے اشتباه والتباس سے یہ بیعت موقف رہی اور صوفیاء اس بیعت کا قائم مقام خرقہ کو سمجھتے رہے۔ جب ملوک و سلاطین کا دور آیا اور بیعت خلافت بند ہو گئی تو صوفیائے کرام نے فرصت کو غنیمت سمجھ کر سنت بیعت کی از سر نو تجدید کی۔ آگے چل کر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے جہاں بیعت لینے والے مرشد کے اوصاف کو شمار کرائے ہیں اس کی ایک وجہ یہ فرماتے ہیں۔

"و الشرط الخامس ان يكون صاحب المشانخ و تادب يهم و هرا طويل واخذ منهم النور الباطن والسكينه وهذا لان سنة الله يان الرجل لا يفلح الا اذاراى اعصلحين كما ان الرجل لا يعتلم بصحة العلماء و على هذا القياس غير ذالك من الصناعات على هذا القياس"۔

ترجمہ: پانچویں شرط یہ ہے کہ مثال نہ کی صحبت میں ان سے طویل عرصہ تک ادب حاصل کرے اور اس سے نور باطن اور اطمینان حاصل ہو اور یہ شرط اس لئے ہے کہ سنت الہی یوں ہی جاری ہے کسی انسان کو مراد نہیں جب تک اس نے مراد پانے والوں کو نہ دیکھا ہو جس طرح علم نہیں حاصل ہو تا بغیر صحبت علماء

کے اور دوسرے پیشے بغیر استاد کے۔ مضمون یوں ہی بہت طویل ہو گیا اگر مزید طوالت کا اندازہ نہ ہوتا  
 حضرت قبلہ شاہ صاحب کے اس ارشاد کی کہ "حصول فیض کے لئے کس زندہ شخصیت کی صحبت لازمی  
 ہے" کلام مجید سے تشریع کی جاتی اور مرشد کی ضرورت نیز مرشد پر واقعہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام  
 اور حضرت خضر علیہ السلام سے استدلال کیا جاتا اور انسان کے آگے جو حقیقت، خلیفۃ اللہ ہے سرنہ جھکانے  
 کی وعید پر واقعہ حضرت آدم اور ابلیس سے روشنی ڈالی جاتی وہیں رسوم صوفیاء اور خرقہ و ذکر وغیرہ۔  
 سوان کا لازمی تعلق تلاش مرشد و بیعت سے نہیں تاہم اگر ان رسوم کی مسنونیت سلاسل صوفیاء کی سند  
 رسول کریمؐ تک معلوم کرنے کی دلچسپی ہو تو شیخ سماں کی،، السبط الجید، ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ (انحصار  
 از ماہنامہ سچن 16 مارچ 1928ء)

### تصریح

1935ء میں مولانا سید سلمان ندوی علیہ الرحمۃ کو مولانا عبد السلام ندویؒ نے تصوف کے موضوع پر  
 خطوط کا ایک قسط وار سلسلہ شروع کیا جس میں تصوف کو مسترد کرنے کے لیے وہ ساری باتیں دہرائی  
 گئیں جو علمائے ظاہر کی طرف سے عام طور پر کی جاتی ہیں (جتنی باقیات اب بھی موجود ہیں اور وہ تصوف کو  
 متوازی دین اور ضلالت کے الفاظ جیسی غایظ زبان استعمال کرتے ہیں) اور صوفیائے کرام کو ہر ممکن  
 طریقہ سے مطعون کرنے کی کوشش کی گئی اس موقع پر حضرت مولانا مناظر حسن گیلانی صاحب نے  
 مولانا عبد الماجد دریا آبادی صاحب کو ایک تفصیلی خط لکھا اس خط کو مولانا عبد الماجد دریا آبادی صاحب  
 نے مضمون کا عنوان دے کر ماہنامہ صدق میں شائع کر دیا۔ خط بہت تفصیلی ہے یہاں نہیں لکھا جاسکتا۔ یہ  
 خط کیا ہے؟ تصوف اور اہل تصوف پر لگنے والے الزامات کے جواب ووضاحت اور دفاع کے لئے رسول  
 اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ پر مشتمل ہے اس میں ایسے تیقی نکات بیان کئے گئے ہیں کہ ان کا مطالعہ

تصوف کی نوعیت کو سمجھنے کے لئے نہایت ضروری ہے (یہ خط ۱۰ اپریل ۱۹۴۴ء کے شمارہ صدق میں شامل ہوا۔

صوفیائے کرام کے بعض معمولات پر اعتراضات اور ان کے جوابات (آنحضرت ﷺ کے اعمال کے آئینہ میں)

از مولانا ماذرا حسن گیلانی۔ خط کے اقتضاسات۔

ہمارے پاس جو کچھ ہے سب کار آمد ہے اور بعض چیزیں آج اگر کار آمد نہیں تو کل اکنی ضرورت تھی سب سے زیادہ بیکار چیز آج ہمارے پاس علم کلام کا قدیم ذخیرہ ہے لیکن کیا جس طرح آج وہ بیکار کل بھی از کار رفتگی کا یہی حال تھا؟ قطعاً نہیں۔ علم کلام نصرت دین کا ایک سلبی پہلو ہے۔ جس زمانے میں دشمنوں نے جس راہ سے حملہ کیا اسی راہ سے ان پر مسلمان بر سر پڑے ان ہی کی چیزیں لے کر ان کے سر پر ماریں۔ نعوذ باللہ۔ اپنی جگہ ایجادی طور پر کوئی ادنیٰ مسلمان بھی ان مباحثت سے کوئی دلچسپی رکھتا تھا امام فخر الدین رازی کلام کی کتابوں پر کتابیں لکھتے چلے گئے ہیں لیکن ان کی زندگی کیا تھی۔ یہی نجم الدین کبریٰ کے نعلیں نشینوں میں تھے اور یہی حال اکثر اکابر کا تھا۔

صدیوں کی مختتوں کو اور وہ بھی مختصین اسلام کی مختتوں کو اکارت قرار دینا اور چند لمحوں میں فیصلہ کر دینا بڑی زود کاری ہے۔ آخر امام غزالی علیہ الرحمۃ جن کی امامت و جلالت کی تدریج صرف اس لئے نہیں ہے کہ وہ خود بڑے تھے بلکہ وہ اس لئے بھی ہے کہ بڑے بڑوں نے قرن ہا قرن سے ان کی پیشوائی پر مہر تصدیق ثابت کی ہے۔ ان کی باقی پر اتنی آسمانی کے ساتھ نکتہ چینی کرتے ہوئے گزر جانا کیا محل غور نہیں؟ یہ لوگ جو صوفیائے کرام کی عملی زندگی کے بعض حصوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں وہ اپنے سامنے تقدیک کے وقت محض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی کو ہی کیوں رکھتے ہیں حالانکہ بہتر تو یہ تھا کہ صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ وہ اس اسوہ حسنہ کی روشنی کو بھی او جھل نہ ہونے دیتے جس کے متعلق

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ کا اعلان آسمان سے سن چکے تھے ان تمام مضامین اور کتابوں میں یہ امر بطور قدر مشترک ہے کہ پاتا ہوں کہ تصوف کی تنقید کے وقت صحابہ کرام کو تو دیکھتے ہیں لیکن اللہ جانے ٹھیک اس وقت کیوں مرتبی اعظم ہادی اعظم رسول اللہ ﷺ سے آنکھیں بند کر لی جاتی ہیں؟ حالانکہ ہماری نظریں دونوں طرف ہوتیں تو بہت کچھ غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکتا تھا۔ آپ خیال تو سمجھئے کتنی آسانی کے ساتھ چلے کشی کی بدعت کی گلید اچھالی جاتی ہے لیکن قطع نظر اس سے کہ خود،،، بجھد اصم اقتدا،، کے قانون عائد کرنے والے قرآن نے حضرت موسیٰ مجیسی جلیل القدر پیغمبر انہ فطرت والی شخصیت کے لئے بھی مناجات رب کے مقام پر سرفراز ہونے کے لئے اربعین (چلہ) کی میعاد مقرر کی حالانکہ صوفیوں کی اربعین بے معنی سہی، ابھی اور خود کشی سہی لیکن قرآن کی اس اربعین کی کیا حکمت ہے؟ جانے دیجئے یہ تو ایک اسرائیلی قصہ ہوا بیضاء میں اس کے منسون ہونے کی کوئی دلیل نہ بھی ہو جب بھی اسرائیلیات کا چلتا ہوا فقرہ کہہ کر آسانی تال دیا جاتا ہے لیکن وحی قرآنی سے پیشتر کسی کو،،، حب الیہ الخلاء یہ خلوت کی تہائی کیوں مرغوب کرائی گئی؟ یہ حراء اور اس کا سارا قصہ جو بخاری اور مسلم کے اصح الاسانید سند کے ذریعے سے مردی ہے۔ کیا ہے؟ یہ تحدث اور تحفظ کیا تھا؟ یہ چند خشک گلے خشک کھجوریں) لے کر مکہ معظمه سے چند میل ادور و حوش و صباء والے بیباں کی پہاڑی میں مسلسل راتیں گزارتی ایسی کالی پیلی راتوں کو دشت عرب کے کھوہ میں اکیلے تن تہاں سر کرنا کیا تھا؟ گو عام خیال یہی ہے کہ حراء کا جوا (چلہ کشی) ایک ہی دفعہ ہوا لیکن ابن ہشام اپنی پوری تحقیق کے ساتھ جب کہتے ہیں کہ،، من کل سنتہ شہرا،، ہر سال میں ایک مہینہ چلہ کشی فرماتے تھے تو معاملہ سالوں تک پھیل جاتا ہے اور اس کے انکار کی کوئی وجہ بھی نظر نہیں آتی۔

اف! ہزار نکتہ باریک تراز موایں جاست

پہاڑ کے کھوہ کی چلہ کشی سے غبی ہستیوں کا ظہور جیسے محدث سہیلی نے تصحیح کی ہے کہ جبریل علیہ السلام سے پہلے آپ کو اسرائیل علیہ السلام کے ملکوتی وجود کا مکاشفہ مسلسل تین سال تک ہوتا رہا اس کے بعد جبریلی وجود کا وہ مشہور ناسوتی ظہور۔ جسے سب جانتے ہیں آخر یہ سب کیا ہے؟ حیرت ہے کہ صوفیوں کی توجہ، ان کی نظر ان کے معانقے صرف خرافات خیال کئے جائیں۔ لیکن یہی جبریل علیہ السلام کا حراء میں سینے سے لپٹالینا بھی ایسا شدید کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، حتیٰ خلنت اند الموت، مجھے ایسا خیال آیا کہ گویا موت (طاری ہو گئی)

امام بخاری یہ کیا روایت کر رہے ہیں؟ کس کے متعلق کہہ رہے ہیں؟ سینہ سے سینہ لگانے اور دبانے کے؟ کیا کیفیت تھی؟ جس کے راوی بخاری نہیں تو ابن اسحاق و طبری ہیں۔ کیا عرض کیا جائے۔ صوفی جس دم کرے تو اس کی گردن ماری جائے کہ یہ جو گہ اشرافت ہے لیکن محدث جب غلط کا ترجمہ جس انفس کرے (زر قانی ص 246) تو ان کا ٹوکنے والا کوئی نہیں بلکہ طیالسی کی مشہور سند سے اس کی تائید میں حدیث حراء کا یہ ٹکڑا پیش کیا جاتا ہے کہ غلط کے بعد جبریل علیہ السلام کے متعلق آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں،، فاخذ بحقیقی،، انہوں نے میرے حلق کو دبایا یعنی سانس روک دی۔ آخر سانس کے روک دینے کا کیا نفع؟۔ جب باطنی قوی کی بیداری یوں بھی ہو سکتی ہے کیا ابن جوزی، و ملا علی قاری کی یہ بھی موضوعات کی روایات ہیں؟

ایک اور چلہ کشی، خلوت، سمی، بری، قلبی مکاشفات والہمات کیا۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ڈھونڈیے کیا چیز نہیں ملے گی اس حراء کی وحی کے بعد بخاری میں ہے کہ،، خرقہ،، ہوئی یعنی وحی منقطع ہوئی تھی لیکن اس کا اتنا اثر کہ سرور کائنات ﷺ اپنے کو پہاڑ کی چوٹی سے گردینا بہ نسبت جینے کے آسان خیال فرمانے لگے تھے اور اس نیت سے پہاڑ پر چڑھ بھی گئے تھے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو صوفیا نے

کرام کبھی اپنی قلمی کیفیت کی تعبیر بسط و کشاد سے کرتے ہیں اور قبض و بسط سے۔ کچھ فترۃ ہی کا مثالاً عکس  
و ظل نہیں ہے۔ اُف! کتنی ہنگامہ آرائیاں ہیں۔

#### لطائفِ خمسہ کا بیان

مسائل، لطائف و اسرار پر ایسے مولوی بھی اس کو سرز میں ہند کے جو گیوں کا سرقہ خیال کرنے لگے جو سر  
ہند امام الف ثانیؒ کے امامت کے علمبردار ہیں۔ حالانکہ نقشبندیت و مجددیت کا سارا دار و مدار ان ہی  
لطائف و اسرار پر ہے۔ آج پوچھا جاتا ہے کہ دین میں اس کا کیا ثبوت ہے؟ سینہ کے مختلف مقامات اور  
اعضا کی بعض دوسری جگہوں پر مختلف رنگوں کے نور کا دعویٰ کس بنیاد پر کیا جاتا ہے؟ یہ صوفی کہاں سے  
کہتے ہیں؟ انسانی اخلاق کے لئے ان ہی مرکزی مقامات کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ان لطائف کی صفائی سے  
اخلاقی فضائل کے اندر اعتدال پیدا ہو جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ صحابہ کرام کی زندگی میں اس کی نظر نہ ملے  
لیکن شروع سے کہتا آرہا ہوں کہ دین کے لئے صرف صحابہؓ ہی کو کیوں، مرتبی اعظم اور ہاوی اعظم کی  
زندگی بھی سامنے کیوں نہیں لائی جاتی۔ آخر بتایا جائے کہ واقعہ شق صدر کی کیا توجیہ ہے خصوصاً جب  
شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی تحقیق کے مطابق شق صدر کا واقعہ پانچ دفعہ پیش آیا اور لطائف و اسرار کی  
سنڈ بھی اکثر پانچ ہی ہیں کوئی شرح توجیہ ہم مولویوں کے پاس اس واقعہ کی؟

سینہ چاک ہوا۔ قلب مبارک نکالا گیا۔ چاڑا گیا کچھ سیاہ سی چیز اس سے نکالی گئی۔ طشت زریں میں کوئی چیز  
برف کی مانند بھری تھی جس سے قلب بھرا گیا۔ وہ خیر و تباہ وجود کیا تھا؟ جس سے قلب نبوت پر مُہر کی  
گئی اور اس کی ٹھنڈک آپ کو اس وقت تک محسوس ہوتی تھی جب پچاس سال کی عمر کے بعد آپ اس  
واقعہ کو مدینہ کے اصحاب کے آگے دھراتے تھے نہ خون لکلانہ ناکنے لگے نہ تکلیف ہوئی اور یہ سب کچھ  
ہو گیا۔ اگر صوفیاء لطائف کے اسرار کے اسرار ہم تک نہ پہنچاتے تو شاید ہم اس کو کچھ کو اب خیال ہی کہہ

کر ٹال دیتے یا کوئی نئے ابن جوزی پیدا ہوں اور ابن حجر کے رجال کو سامنے رکھ کر راویوں کے لگے پڑھے  
ٹھوٹنے مگر کہاں تک جائیں گے بالآخر واقعہ کا آخر حصہ صحیح انماری انہیں مل کر رہے گا۔ فائن المفر؟۔  
کیا اس امت کے افراد کو صوفیاء کے مجاہدات اور ریاضات پر طعن کرنے کا حق ہے جس کے رسول علیہ  
السلام کے پاؤں شکری عبادات میں پھول پھول جاتے تھے سوچنا چاہیے کہ بات کہاں تک جا پہنچی صوفی  
اس کے بعد دربار رسالت میں کھڑے ہو کر چلانے لگیں۔

"یہ تو ایک راہ سے تجھ کو بھی بُرا کہتے ہیں"

تو آپ ہی بتائیے۔ ہم مولوی اس کا کیا جواب دے سکتے ہیں؟ تہائی اور خلوت حاصل کرنے کے لئے چنگل  
اور بیابان میں جانے کا حکم نہ ہو لیکن مکانی خلوت پر اصرار بھی کیا گیا تو زمانی خلوت کا کون انکار کر سکتا  
ہے،،، اصلوٰۃ؟؟ والناس نیام،، راتوں کو نماز پڑھنی جب تمام دنیا سوئی ہو کیا افضل العمل نہیں؟ حالانکہ  
سورہ مزمول کی آخری آیتوں نے ابتدائی آیتوں کی فرضیت منسوخ کر دی لیکن کیا وجوب کا ناخ اس کے  
مرتبت کے نسخ کو مستلزم (لازم ہے)؟،، تجافی جنو بھم عن المضاجع،، ان کے پہلوان کی کی خواہاں ہوں سے  
الگ رہتے ہیں۔،، یہ زمانی خلوت والوں کی تعریف نہیں تو کس کی ہے؟ اور اس بات میں قرآن و حدیث  
سے کیا کچھ نہیں نکل رہا۔ صوفی روتنے ہیں تو مولوی ان پر ہنسنے ہیں حالانکہ عرفان حق کے بعد آنکھوں  
سے آنسو کا نکنا کیا خود قرآن اس کی خبر نہیں دیتا؟

﴿تَرِى أَعْيُّنَهُمْ تَفِينِصُ مِنَ الدَّمْع﴾ ایمان و عرفان کی باتوں۔ حب اللہ و حب الرسول کے جوش  
میں اگر ان کے جلود اور ان کی کھالوں میں ارتقاش پیدا ہوتا ہے،، اگر وہ ﴿سجد او بکیا﴾ کا چیخ کر  
زمین پر گر پڑتے ہیں تو ان گرنے والوں کی رفتت کا اعلان نہیں کرتا؟ صوفیوں کے اعداد صلوا و تسبيحات  
پر اعتراض ہے۔ گن کر خدا کے ذکر کی عقلی ضرورت پوچھی جاتی ہے لیکن غریب صوفیوں ہی سے پوچھی  
جاتی ہے یا ان سے پوچھتے ہیں جن کی رکعتیں بھی گنی ہوئی ہیں ان کے تسبيحات، تحمیدات، تہليلات۔

سب عددی یہ عدد کیا چیز ہے؟ ریاضت کو قرب الہی میں یاد خل ہے؟ صوفی سے کیوں پوچھا جاتا ہے؟ مولوی صاحبان اس کی توجیہ کیا فرماتے ہیں۔ زہد و فنا عتیر ارض ہے اور کس کو اعتراض ہے؟ اس امت کو اعتراض ہے؟ جس کے رسول ﷺ کے متعلق صوفیوں کی کتاب میں نہیں بلکہ صحیفہ ترمذی میں ہے کہ بخطاء کی زمین پیش کی گئی کہ سونا کر دی جائے؟ لیکن جن پر پیش کی گئی انہوں نے فرمایا:

لایارب نہیں میرے رب

اجوع یوما میں ایک دن بھوکار ہوں گا

واطع یوما اور ایک دن کھاؤں گا

ذریعہ آمدن کے حوالے سے صوفیانہ طرزِ زندگی رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کی روشنی میں مجھے ایک بات بتائیں؟

جب حضرت خدیجہؓ الکبریؓ گاؤصال ہو گیا تو اس کے بعد آنحضرت ﷺ وسلم کا ذریعہ معاش قبل از فتح خیبر کیا تھا؟ جو ۸ھ میں فتح ہوا کیا آنحضرت ﷺ نے اپنی پیغمبرانہ زندگی میں کوئی معاش کا ذریعہ اختیار کیا؟ کوئی ملازمت کی؟ تو پھر کیا کیا؟ آخر آپ کی زندگی کس طرح گزرتی تھی؟ حضرات مشائخ نجح کرام رحمہم اللہ کی عملی زندگی کے سوا اس کا کیا جواب ہو سکتا ہے؟ فقر تھا فاقہ تھا۔ اور اگر کسی صحابہ نے دے دیا تو اسے بھی لے لیا۔ کیا آنحضرت کی معاشی زندگی کی بعد وفات خدیجہؓ الکبریؓ کوئی اور تشریح ہو سکتی ہے؟ نبوت کے بعد جہاں سرکار دو عالم ﷺ کی زندگی میں جہاں صوفیانہ معاش کا یہ یہیں ثبوت ملتا ہے اسی کے ساتھ صحیح سے شام تک دربار سالت میں حاجتمندوں کا دعا کے لئے آنا۔ لوگوں کا اپنے بچوں کا سامنے لانا ان کے سر پر ہاتھ رکھو ان کے لئے تخلیک (یعنی آپ ﷺ کھجور چبا کر دیتے تھے اور تبر کا آسور تین اپنے بچوں کو چٹاتی تھیں) آپ کی ایک ایک چیز کو تبر ک بنا کر رکھنا۔ دور دور سے مہماںوں کا آنا اور ان کے لئے کھانے پینے کا انتظام کرنا خود بھی اور صحابہؓ سے ان کی نگرانی کرائی گئی۔ اسی منظر کو پیش نہیں کرتا جو

ہم اسلامی خانقاہوں میں دیکھتے ہیں یاد کیجھتے تھے؟ تو ان کے حالات کو ہی اگر کوئی پڑھ لے تو صاف نظر آئے گا کہ آنحضرت کی خدمت میں عرب کے شمال جنوب سے لوگ ان ہی ضرورتوں سے جاتے تھے جن ضرورتوں سے بزرگان دین کے پاس فوج در فوج دنیا چلی آ رہی ہے۔ مختصر یہ کہ ایمان و عمل صالح، تقویٰ، ایقان بالآخرۃ تحریروں اور تقریروں سے باقی نہیں رہ سکتی یہاں کوئی طاقتوں نگاہ چاہیے۔ جو اپنی روحانی توجہ سے انسان کے اندر تبدیلی پیدا کرے اس کے لئے ہمیشہ عملی نمونوں کی ضرورت ہے۔ ہزارہا آدمیوں میں جب کسی ایک کے اندر ہمالیہ کے برابر ایمان و ایقان پیدا ہوتا ہے تب جا کر عوام کے اندر رائی کے دانہ برابر ایمان پہنچتا ہے۔ یقیناً نجات کے لیے خواہ وہ نجات ادنیٰ ہو یا بالآخر کبھی نہ کبھی ہو رائی کے دانے والا ایمان بھی کام آہی جاتا ہے۔ لیکن ایک طرف قرب الہی، رفع مرابت اور دوسرا طرف خود عوام کے ایمان و عمل صالح خواہ وہ کسی درجہ میں ہوں اس کے بقاء و قیام نیز اس کو دوسرا نسلوں تک جاری رکھنے کے لئے ہمیشہ اور ہر زمانہ میں ہر دس دس ہزار مسلمانوں کے لئے ضرورت ہے کہ ہم میں اللہ تعالیٰ کسی ایک دو کو رسول اللہ ﷺ کی نمائندگی کے لیے منتخب فرمائے اور جب یہی لوگ منصب اصلاح کے لئے چنے جاتے ہیں تو ان کا نام کبھی شیخ، کبھی پیر، کبھی کچھ کبھی کچھ ہوتا ہے اور رہے گا الفاظ علاقائی رواج کے مطابق بدلتے رہیں گے مگر حقیقت غیر متبدلہ صرف یہی رہے گی کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کی نمائندگی ظاہر کی نمائندگی ہو رہی ہے۔ اب شیخ وقت سے جس قدر اور جس حد تک رسول اللہ ﷺ کی نمائندگی ظاہر ہو گی اسی قدر اس کے مرید بھی ایمان و عمل میں آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام سے قریب ہوں گے اور جس حد تک بیچارہ شیخ نمائندگی رسالت میں کمزور ہو گا اس کے مرید بھی صحابہ کرام کی جماعت سے دور ہوتے جائیں گے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ چند آئیوں اور حدیثوں کو لے کر حب رسالت کے نمائندے بھی مشقال ذرہ کے ایمان پر قناعت کرنے لگیں گے تو آپ ہی بتائیے کہ ان کے عوام اور مریدوں کے اندر ایمان کا کتنا حصہ باقی رہے گا اور اس کا بھی بالآخر خدا نے مشاہدہ کرائی دیا جب سے

دوائے دل کے بیچنے والے اپنی دکانیں بڑھا کر چل دیئے یہ حال ہے اُمتِ مسلمہ کا۔ کیا انسانی تحریروں اور خطابی شعلہ بیانیوں سے یہ اپنے اندر ایمان پار ہے ہیں؟ عمل صالح کا شوق ان کے اندر پیدا ہو رہا ہے؟  
(ہفت روزہ صدق لکھنؤ ۲۱ نومبر ۱۹۳۳ء)

### بر صیریخاً خصوص ہندوستان میں صوفیائے کرام کا کردار

تصوف کے مشہور اور مرکزی سلسلے اگرچہ ہندوستان سے باہر پیدا ہوئے لیکن ان کو سب سے زیادہ فروع اور مقبولیت (ہندوستان کے خصوص حالات اور ہندوستان کے خمیر و مزاج کی وجہ سے) ہندوستان ہی میں حاصل ہوئی ان سلاسل تصوف میں بعض ایسی ہندوستانی شاگردیوں کی پیدا ہوئیں جنہوں نے خود مستقل سلاسل اور جد اگانہ طریق سلوک و تربیت کی شکل اختیار کر لی اور ان میں بعض ایسے مجتهد اور مجدد فن پیدا ہوئے جن کی حیثیت ایک مستقل سلسلہ کے بنی اور امام کی ہے۔ مشہور سلاسل تصوف طریقہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کے علاوہ جنہوں نے ہندوستان آ کر بڑی ترقی کی اور نئے برگ و بارلائے ایسے طریق سلاسل بھی ہیں جو خاص ہندوستان ہی کی پیداوار ہیں اور ان کا انتساب ان ہستیوں کی طرف ہے جو ہندوستان ہی سے باہر گئے۔ گیارہویں صدی سے تقریباً ہندوستان ہی میں پیدا ہوئے اور ہندوستان ہی سے باہر گئے۔ گیارہویں صدی سے تقریباً ہندوستان ہی تصوف اور اصلاح باطنی کا علمبردار نظر آتا ہے۔ اسی صدی میں امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہنڈی اور ان کے صاحبزادے اور جانشین خواجہ محمد معصوم صاحب<sup>ؒ</sup> سے ایک عالم نے استفادہ کیا۔ خواجہ محمد معصوم صاحب علیہ الرحمۃ کے خلفاء ہندوستان سے باہر افغانستان، ایران اور ترکستان میں پھیلے ہوئے تھے۔ تیرہویں صدی کے سلسلہ مجددیہ کے شیخ حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی خانقاہ ہیں۔ روم، شام، بغداد، مصر، چین، جوش اور سرقدو بخارا کے لوگ استفادہ کے لئے آتے تھے۔ ان کے خلیفہ مولانا خالد رومی کے ذریعہ یہ سلسلہ عراق، شام، کروستان اور ترکی میں پھیل گیا۔ اور ابھی تک ان ممالک میں یہ سلسلہ موجود ہے۔ چودھویں صدی کے

شرع میں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی علیہ الرحمۃ کی ذات شیخ العرب والجم کے لقب سے مشہور ہوئی اور ان سے اہل حجاز اور حجاز میں آنے والے کثیر التعداد جمیع نے فیض اٹھایا اس وقت پورے عالم اسلام میں ہندوستان ہی کی بدولت اصلاح باطن کی شیع روشن ہے اور عشق الہی کے سودے کی یہ دکان قائم ہے اور اس کو اب بھی اس فن کے بعض کا ملین اور مخلصین کی موجودگی کو عالمگیر مرکزیت حاصل ہے اور وہی اس فن کے طالبین و شاکرین کا واحد مرجع ہے۔

#### تصوف اور صوفیاء سے لوگوں کا تعلق

(رجوع عام اور معاشرے پر اثرات)

ہندوستان میں مسلمانوں کے دور کا آغاز صوفیائے کرام ہی کی ذات سے ہوا۔ خاص طور پر خواجہ معین الدین ابیمیری علیہ الرحمۃ کے مخلاص اور پر زور ہاتھوں سے یہاں چشتی سلسلے کی بنیاد پڑی اس کے بعد خواص و عوام، شاہ و رعیت سمجھی نے ان بے غرض اور پاک نفس درویشوں اور مردان خدا سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا اور اس برا عظم کے ایک گوشہ سے لیکر دوسرے گوشہ تک خانقاہوں اور روحانی مرکزوں کا ایک جال بچھ گیا۔ مرکزی شہروں کو چھوڑ کر مشکل سے کوئی قابل ذکر قصبه اور مقام اس سے محروم رہا ہو گا۔ لوگوں کو ان بزرگوں اور ان کی خانقاہوں سے جو والہانہ عقیدت اور قلبی تعلق تھا اور ان کی طرف رجوع کی کیفیت تھی اس کا ہلاکساندرازہ ان اعداء و اوقاعات سے ہو سکتا ہے جو بغیر کسی ترتیب کے یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔ حضرت سید آدم بنوری نقشبندی علیہ الرحمۃ (1053ھ)

آپ کی خانقاہ میں ایک ہزار آدمی روزانہ ہوتے تھے جو دونوں وقت خانقاہ میں کھانا کھاتے تھے ان کی سواری کے ساتھ ہزاروں آدمی اور سینکڑوں علماء ہوتے تھے، تذکرہ آدمیہ، میں سے کچھ 1052ھ میں جب آپ لاہور تشریف لے گئے تو سادات و مشائخ اور دوسرے طبقوں کے دس ہزار آدمی آپ کے

ہر کاب تھے طالبین کا اتنا مجمع ہر وقت رہتا تھا کہ شاہ جہان کو ان کی طرف سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا اس نے کچھ رقم بھیج کر کھلوایا کہ آپ پر چنانچہ آپ ہندوستان سے ہجرت کر گئے۔

حضور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور خلیفہ اور صاحبزادے خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (910ھ) کے ہاتھ پر 9 لاکھ انسانوں نے بیعت و توبہ کی اور سات ہزار آدمی خلافت سے مشرف ہوئے سید احمد خان، اشار الصنادید، میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے متعلق لکھتے ہیں کہ حضرت کی خانقاہ میں پانچ سو سے کم فقیر نہیں رہتے تھے اور سب کاروٹی کپڑا آپ کے ذمہ تھا۔ یہ مشائخ ان لوگوں سے جوان کے ہاتھ پر بیعت لیتے تھے تمام گناہوں سے توبہ لیتے تھے اللہ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی تاکید کی تابعداری کا عہد لیتے تھے۔ بے حیائی، بد اخلاقی ظلم و زیادتی حقوق العباد کی پامالی سے بچنے کی تاکید فرماتے اچھے اخلاق اختیار کرنے اور اخلاقی رزیلہ (حسد، کینہ، تکبر، حب مال، حب جاہ) کے ازالہ اور اصلاح کی طرف توجہ دلاتے تھے اللہ کی یاد اور اس کی مخلوق کے ساتھ خیر خواہی، خدمت، لوگوں کو نفع پہنچانے اور ایثار و قناعت کی تعلیم دیتے تھے اس بیعت کے علاوہ جو عام طور پر ایک خصوصی اور گھرے تعلق کا ذریعہ ہوتی تھی وہ تمام آنے جانے والوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے ان کے اخلاق و اخلاق اور ان کی تعلیم و تربیت اور محبت کا جواہر عالم زندگی اور معاشرہ پر ہوتا تھا اس کا ایک نمونہ یہاں پیش کیا جاتا ہے ہندوستان کا مشہور مورخ قاضی ضیاء الدین برلنی عہد علائی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

سلطان علاء الدین کے زمانے کے مشائخ میں سے سجادہ تصوف، شیخ التصوف شیخ الاسلام نظام الدین، شیخ الاسلام علاء الدین اور شیخ الاسلام رکن الدین سے آراستہ تھا۔ ایک دنیا ان کے انفاس متبرک سے روشن ہوئی اور ایک جہان نے ان کی بیعت کا ہاتھ کپڑا اور ان کی مدد سے گنہ گاروں نے توبہ کی اور ہزاروں بد کاروں اور بے نمازوں نے بد کاری سے ہاتھ اٹھایا اور ہمیشہ کے لئے پابند نماز ہو گئے اور باطنی طور پر دینی مشغله کی طرف رغبت کی اور ان کی توبہ صحیح ہو گئی عبادات لازمہ اور متعدد یہ کام معمول ہو گیا دنیا کی

حرص و محبت جو انسانوں کے فوائد اور فرمانبرداری کی بنیاد ہے ان مشائخ کے اخلاق حمیدہ اور ترک و تجرد کے معاملہ کو دیکھنے سے دلوں سے محبت دنیا کم ہو گئی ان بزرگوں کی عبادات و معاملات کی برکت سے لوگوں میں سچائی پیدا ہو گئی۔ ان کے مکارم اخلاق، ریاضات و مجاہدات کے اثر سے اللہ والوں کے دلوں میں اخلاق کے بدلنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ آگے چل کر لکھتا ہے۔

عہد علائی کے آخری چند سالوں میں شراب معموق۔ فتن و فجور، جوا، فاشی وغیرہ کا نام اکثر آدمیوں کی زبانوں پر نہیں آنے پایا بڑے برے گناہ لوگوں کے نزدیک کفر کے مشابہ ہوتے معلوم لگتے تھے مسلمان ایک دوسرے کے شرح سے سود خوری اور ذخیرہ اندوزی کے کھلم کھلام مر تکب نہیں ہو سکتے تھے۔ بازار والوں کے جھوٹ بولنے، کم تو لئے اور ملاوٹ کرنے کا رواج اٹھ گیا تھا تیر و تلوار لوگوں کے مزاج نہیں بدلتے جتنا مشائخین کی گفتگو اور ان کی مخالف کے اثرات نے کیا۔ مشائخ طریقت اپنے نئے مریدین کو معاملات کی صفائی حق داروں کے حقوق کے تصفید اور ان کے ذمہ کسی کے مطالبات اور بقايا جات کی ادائیگی کی سخت تاکید کرتے تھے۔ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء کو بھی ان کے شیخ خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے تاکید فرمائی تھی کہ مخالفین کو خوش کرنے اور اہل حقوق کو راضی کرنے میں کوئی دقیقہ فروغداشت نہ کرنا ان کے ذمہ ایک شخص کے بیس (20) چیل باقی تھے اور ایک شخص سے انہوں نے ایک کتاب مستعاری تھی اور وہ کھو گئی تھی جب وہ دہلی آئے تو پہلے شخص کے پاس قرض ادا کرنے لگے اس شخص نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ مسلمانوں کے پاس سے آرہے ہو دوسرے شخص کے پاس گئے تو اس نے کہا کہ ہاں تم جہاں سے ہو کر آرہے ہو وہاں کا نتیجہ یہی ہونا چاہیے۔ ان مشائخین کی تربیت و صحبت سے بلا تفریق مذہب و ملت اور بلا امتیاز یگانہ و بیگانہ خدمت و راحت رسانی کا جذبہ و شوق ہوتا تھا۔ پورے تسلسل کے ساتھ ان مشائخین کرام اور ان کے اثرات کا تذکرہ کرنے کے لئے ایک ضحیم کتاب کی ضرورت ہے چند مختصر واقعات کا تذکرہ کر کے اپنے عنوان کو سمینے کی کوشش

کر رہا ہوں تاہم ان کی زندگی کے ہر گوشے پر تھوڑی روشنی ڈالنا ضروری ہے تاکہ ان کی خدمات کا بیان ہو جائے اور مضمون میں تشکیل نہ رہے بالخصوص ہندوپاک میں شاہ سے لے کر گداتک ایک صحت مند صاحب ضمیر معاشرہ تعمیر کرنے میں جو اس ملک کی سب سے بڑی اخلاقی طاقت بے غرض خادمان خلق اور نیک نفس حکام کا سرچشمہ رہی ہے اور جس نے ہر نازک موقع پر بالخصوص ہندوستان کو لاائق افراد فراہم کئے ہیں ان بے لوٹ مصلحین اور معلمین اخلاق کا سب سے بڑا اور مرکزی کردار ہے اگر مشائخین کا وجود اس خطہ پاک و ہند میں نہ ہوتا تو تیر و تلوار سے مخلوقِ خدا کی اصلاح ناممکن تھی۔

درمیان کی صدیوں کو چھوڑ کر جن کا وسیع مواد مشائخ طریقت کے تذکروں میں منتشر ہے ہم قریب کے مشائخین کی بات کریں گے تاکہ بات کو سمینے میں آسانی ہو اگرچہ ابھی بہت سی باتیں لکھناباتی ہیں صرف یہ کہنا کافی ہے کہ اس وسیع ملک کی آبادی جس کی کثیر تعداد کو ان مشائخ طریقت اور روحانی معلمین کے تعلق اور ان کی اصلاحی کوششوں نے نیک راستے پر لگایا اور بد اخلاقیوں اور بد اعمالیوں سے مجتنب رکھا وہ صرف اولیائے کرام کی پاکیزہ زندگی کے عملی کردار اور ذکر اللہ کی برکات انہیں کے اخلاق و روحانیت کا نتیجہ تھا۔ یہ ماننا چاہیے کہ دنیا کی کوئی حکومت کوئی ادارہ، کوئی قانون نہ اتنی بڑی تعداد کو متاثر کر سکتا ہے اور نہ ہی داگی طور پر اخلاق و اصول کے دائرے میں رکھ سکتا ہے۔

## زہد و استغنا

ان صوفیائے کرام نے سلطنت کے عہدوں، امراء اور اہل دولت کی گرفتار پیش کشوں اور زمین و جائیداد کو قبول کرنے سے اکثر پرہیز کیا اور زہد و استغنا، قناعت و توکل اور خود داری اور خود شناسی کی ایسی روایت قائم کی جس نے ہندوستان کے معاشرہ میں کردار کی مضبوطی، بلند ہمتی اور بلند نظری کے اوصاف اور عناصر کو زندہ رکھا اور انسانیت کی آبرو کو سودوزیاں کے اس بازار میں جس میں انسانوں کا سودا ہوا کرتا تھا ہمیشہ قائم و محظوظ رکھا انکا اصول زندگی اور اعلان یہ تھا۔

من دلخ نبود با فرشاھاں نبی دھم  
من فقر خود بملک سلیمان نبے دھم  
از رنج فخر در دلے گنج کر یافت  
ای رنج رابر راحت شاھاں نبی دھم

ترجمہ: میں اپنی گذری بادشاہوں کے تاج کے عوض میں دینے کو تیار نہیں میں اپنے فقر کو سلطنتِ سلیمان کے بدالے میں نہیں دے سکتا فقر کی مشقت سے میں نے دل میں جو خزانہ پایا اس مشقت کو میں بادشاہوں کے آرام کے عوض دینے کو تیار نہیں۔

ہندوستان کے فقر و تصوف کی تاریخ زہد و استغنا، خود داری خود شناسی اور ایثار و قربانی کے حیرت انگیز و اتعات سے لبریز ہے اور ان مثالوں سے کسی سلسلہ طریقت اور کسی خانوادہ تصوف کی تاریخ خالی نہیں۔

میں یہاں آخر دو صدیوں تیرھویں اور چودھویں صدی کے دو واقعات نقل کرتا ہوں جو اس دور سے تعلق رکھتے ہیں جس میں مادیت اپنے قدم بجا چکی تھی۔ (۱) سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک بزرگ حضرت مرزا مظہر جان جاناں جو تاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب تفسیر مظہری کے پیروں ہیں۔ ان کی وفات سے قبل بادشاہ دہلی نے پیغام بھیجا اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی بڑی سلطنت عطا کی ہے آپ اس میں سے کچھ

قبول فرما لیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو ہفت اقلیم کو،، متعال الدنیا قلیل،، فرماتا ہے پھر اس اقلیم میں سے ایک ولائیت آپ کے حصے میں آئی ہے وہ کتنی ہے کہ فقیر اس کی طرف طمع کا ہاتھ بڑھائے۔  
نواب آصف جاہ نے ایک بار بیس ہزار روپیہ نذر کیا آپ نے قبول نہیں فرمایا تو اس نے کہا لیکر محتاجوں کو بانٹ دیجئے۔ فرمایا مجھ کو اس کا سلیقہ نہیں۔ یہاں سے نکل کر بانٹتے چلے جائیں گھر تک تقسیم ہو جائے گا نہ ختم ہو تو ہاں پہنچ کر ختم ہو جائے گا۔ حضرت غلام علی صاحب دہلوی علیہ الرحمۃ کو نواب میر خان والی ریاست ٹونک نے ان کی خانقاہ کے سالانہ مصارف کے لئے کچھ مقرر کرنا چاہا تو ان کو لکھ دیا گیا کہ

ما آبروئے فقر و قناعت نبی بریم

بامیر خاں بگوئے کہ روزی مقدر است

ترجمہ: ہم فقر و قناعت کی بے آبروئی نہیں کرتے نواب میر خان سے کہہ دو کہ روزی مقدر ہے۔  
اشاعتِ علم اور صوفیاء کا کردار

ہندوستان کے صوفیائے کرام ہمیشہ علم کے سر پرست اور پشت پناہ رہے ہیں ان میں اکثر ویژت اعلیٰ علمی و ادبی ذوق رکھتے تھے اور روزاول سے یہ عقیدہ تھا کہ

بے علم نتوں خدا راشناخت

اور یہ کہ جاہل صوفی (پیر) بازیجھے شیطان ہوتا ہے اسی بنا پر انہوں نے بڑے بڑے عالی استعداد و طالبین کو اس وقت تک اجازت نہیں دی جب تک انہوں نے اپنی علمی تکمیل نہیں کر لی۔ ہندوستان کی تعلیمی تحریک اور یہاں کی علمی چہل پہل بالواسطہ اور بالواسطہ مشائخ طریقت کی سر پرستی و ہمت افزائی کا نتیجہ ہے آٹھویں صدی میں ہندوستان کے وزیر دست عالم اور جہاں استاد قاضی عبدالقدیر کندی اور شیخ احمد تھانیسری حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی علیہ الرحمۃ سے والبستہ تھے گیارہویں صدی کے مشہور مدرس حضرت مولانا جمال الاولیاء کو روی جن کے تلامذہ اور شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں سے

درس و تدریس کا ہنگامہ تیرھویں صدی تک گرم رہا ایک بلند پایہ شیخ طریقت تھے بیشتر دوروں میں خانقاہ و  
مدرسہ لازم و ملزم رہے۔

### پرورشی خلائق

ان مشائخ اور ان کی خانقاہوں کے ذریعے ہزاروں بندگان خدا کی حاجت براری ہوتی۔ کتنے خاند انوں اور  
گھروں میں ان کی وجہ سے چراغ جلتا اور چولھا گرم ہوتا کتنے ہی خدا کے بندے ان خانقاہوں میں آکر  
پیٹ بھر کر کھانا کھاتے اور انواع و اقسام طعام کی لذتوں کا مزہ اٹھاتے۔ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا حکم تھا  
کہ میرے لنگر میں کھانا کھانے والے آدمی سے اس کا مذہب نہ پوچھا جائے۔ فقیروں کا یہ شاہی دستہ  
خوان ایک خوان یعنی ما تھا جس پر دوست دشمن یگانہ و بیگانہ امیر و غریب شہری و دیہاتی مقامی و پردیسی کی  
کوئی قید نہیں تھی خواجہ نظام الدین اولیاء کا دستہ خوان اپنی دُسعت و تکلفات کے لئے ضرب المثل تھا۔  
گیارہویں صدی کے ایک مجددی شیخ، شیخ سیف الدین سرہندی کی خانقاہ میں ایک ہزار چار سو آدمی  
دونوں وقت اپنی فرمائش اور خواہش کے موافق کھانا کھاتے تھے۔ اسی صدی کے اوخر و بارہویں صدی  
کے آغاز میں ایک چشتی شیخ سید محمد سعید عرف شاہ بھیک تھے۔ ان کے متعلق سوانح نگار لکھتے ہیں کہ ان  
کی خانقاہ میں ذاکرین و شاغلین کی تعداد ابتدائی زمانہ میں پانچ سو سے کم نہ تھی اسی قدر مجمع آنے جانے  
والوں کا تھا تقریباً ایک ہزار انسان دونوں وقت ان کے ہاں کھانا کھاتے تھے ایک دفعہ روشن  
الدولہ (فرخ سیر کے سہ ہزاری امیر) نے ستر ہزار روپیہ خانقاہ کی تعمیر کے لئے نذر گزار ارشاد ہوا کہ  
بانفع اس کو ایک جگہ رکھ دیں اور آپ آرام کریں۔ سہ پہر کو معماروں کو بلا کر عمارت کی تیاری شروع  
ہو گئی۔ روشن الدولہ آرام کرنے چلا گیا۔ شاہ بھیک صاحب نے درویشوں کو طلب کیا اور ساری رقم انبالہ،  
خانیسراء، سرہند، پانی پت کی بیوہ عورتوں کو بھیج دی اور ایک جب بھی باقی نہ چھوڑا۔ روشن الدولہ آرام کے

بعد سہ پھر کو آئے تو آپ نے فرمایا کہ خانقاہ کی تعمیر سے وہ ثواب کہاں ملتا جو ان بیکسوں اور گوشہ نشینوں کی خدمت سے ملا۔ فقیر کو بلند عمارت سے کیا کام؟

غربیوں اور امیروں کے درمیان صوفیائے اسلام کی یہی خانقاہیں درمیانی کڑی کا کام دیتی تھیں ان بزرگوں کا دربار وہ ذریبار تھا جہاں سلطنتی بھی خراج حاصل کرتے تھے خود سلطان المشائخ کا لیا حال تھا گزر چکا کہ ولی عہد سلطنت خضرخان تک اسی دربار کا حلقة بگوش تھا۔ علماء الدین جو سارے ہندوستان سے خراج وصول کرتا تھا لیکن ایک خزانہ وہ بھی تھا جس میں اسے بھی مالگزاری داخل کرنی پڑتی تھی۔ یہی خانقاہیں تھیں جن کے ذریعہ سے ملک کے عام غرباء و فقراء تک ان کا حصہ پہنچ جاتا تھا۔

غربت و امارت کا یہ سنگ یعنی صوفیاء صافیہ بھی یہ طبقہ جہاں امراء و غرباء دونوں ایک حیثیت سے حاضر ہوتے تھے اس سے غریب حاجمند مسلمانوں کی کتنی حاجت روانیاں ہوتی تھیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلامی عہد کا کوئی زمانہ اور خاص کر ان دونوں پاک و ہند کا شاید ہی کوئی صوبہ کوئی علاقہ ایسا ہو گا جہاں "تو خدمن اغنيةِ هم و ترد على فقراء هم"

ترجمہ: ان کے دولتمندوں سے لیا جائے اور ضرورت مندوں کو پہنچا دیا جائے۔

کے فرمان نبوی ﷺ کی تعمیل میں ارباب صدق و صفائیہ طبقہ مشغول نہ تھا خصوصاً جن بزرگوں کا کسی خاص وجہ سے امراء و ارباب ثروت پر اثر قائم ہو جاتا تھا یا یوں کہتے کہ غرباء کی قسمت جاگ اٹھتی تھی۔

انسانیت کی پناہ گاہیں

ان صوفیائے کرام کی تعلیم و صحبت سے لوگوں میں انسانوں سے بلا تفریق مذہب و ملت و بلا تخصیص نسل و نسب محبت کرنے ان کی خدمت کرنے اور ان کے دکھ درد دور کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ان کا اس ارشاد نبوی پر ایمان تھا اور عمل بھی کہ:

"الخلق عیال اللہ فاحبهم الی اللہ انفعهم لعياله"

یعنی مخلوق خدا کا نبہ ہے اللہ کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبہ کے سب سے زیادہ کام آنے والا ہے۔ وہ ساری دنیا کے غنیوار تھے اور بجا طور پر کہہ سکتے تھے۔

"سارے جہان کا درد ہمارے جگر میں ہے"

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص میرے پاس آتا ہے اور اپنا حال مجھ سے بیان کرتا ہے اس سے دوچند فکر و تردید، غم و لم مجھے ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا قیامت کے بازار میں کسی سودے کی اتنی اور پوچھ گچھ نہ ہوگی جتنی دلداری اور دل خوشی کرنے کی۔ اس کا نتیجہ تھا کہ شکستہ دلوں کو ان خانقاہوں میں بناہ بھی ملتی تھی اور دل کا مر ہم بھی۔ ان مشارخ کی آغوش شفقت ناتوں لوگوں کے لئے بھی کھلی ہوئی تھی جن کو حکومت، سوسائٹی کا خاندان نے اپنے دائرہ سے نکال دیا تھا۔ یاقوت نے ان سے منہ موڑ لیا تھا۔ جن کو اعززہ و اقارب اور بعض اوقات اولاد تک جواب دے دیتی تھی وہ بزرگوں کے قدموں میں آکر پڑ جاتے اور گھر کا سارا آرام پاتے۔ ہر مذہب کا آدمی یہاں اپنے دل کی بے چینی اور دماغ کی الجھن دور کرتا اور غذا و محبت اور قدر سب کچھ پاتا۔ خواجہ نظام الدین اولیاء کو جب ان کے شیخ نے دہلی کی طرف رخصت کیا تو فرمایا تم ایک سایہ دار درخت ہو گئے جس کے سایہ میں اللہ کی مخلوق آرام پائے گی چنانچہ تاریخ شاہد ہے ستر (70) برس تک دہلی اور دور دراز کے گوشوں سے آنے والوں نے اس درخت کی گھنی چھاؤں میں آرام کیا۔ ان صوفیائے کرام کی بدولت ہندوستان کے صد مقامات پر ایسے سایہ دار درخت تھے جن کی چھاؤں میں تھکے ہارے مسافر اور بھولے بھکٹے قافلے آرام پاتے اور نئی زندگی اور تازگی حاصل کرتے۔ (ماخوذ۔ ترکیہ و احسان یا تصوّف و سلوک)

## اقبال اور تصوّف

محمد دین فوق ایڈیٹر سالہ، طریقت، نے قلندر لاہوری سے ایک انٹرویو لیا اس کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں یہ سارا انٹرویو شامل کتاب کرنا چاہیے تھا لیکن بخوف طوات صرف چند سوالات کے جوابات پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

س: صوفیوں سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچا؟

ج: اہل تصوّف، خصوصاً ہندوستان کے صوفیائے عظام نے اسلام کو وہ رونق بخشی کہ بجائے تیر و تلوار کے محض حسن عمل اور اخلاق محمدی کے ذریعے اس کی وہ اشاعت کی کہ ہندوستان کے سات کروڑ (اس دور میں) مسلمانوں میں چھ کروڑ یقیناً ان ہی بزرگوں کے فیوض و برکات کا نتیجہ ہیں۔

س: صوفیوں سے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا؟

ج: مسلمانوں کی اخلاقی زندگی پر صوفیائے کرام نے بہت اثر ڈالا۔ تمام ایسے اوصاف جو اخلاقی پہلو سے انسانیت کا خاصاً ہیں محض ان ہی بزرگوں کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہیں۔ انہوں نے انسانوں کو انسان اور مسلمانوں کو مسلمان بنایا۔

س: عرس کا مقصد کیا ہے؟

ج: عرس کا مقصد تو دراصل یہ ہے کہ جس بزرگ کا عرس ہوا اس کی زندگی کے سبق آموز حالات بیان کئے جائیں۔ (اس کی تعلیمات) لوگوں کو ان کے اچھے عمل کی تقلید و پیروی کی ترغیب دی جائے لیکن انسوس کہ موجودہ عرسوں کا پیشتر حصہ اپنے اصلی مقصد سے دور ہٹ چکا ہے۔

س: پیر کی ضرورت ہے یا نہیں؟

ج: پیر یا مرشد کی سخت ضرورت ہے اس کے بغیر انسان کوئی صحیح اور کامل راستہ نہیں دیکھ سکتا۔ روحانی فائدہ تو ان بزرگوں سے صرف ان ہی لوگوں کو ہو گا جو اہل دل ہیں۔ جن کے دل میں درد ہے جن

کے قلب میں گرمی اور جس کی روح میں ترپ ہے لیکن کم از کم اخلاقی فائدہ توہر مرید حاصل کر سکتا ہے۔ پیر کی صحبت سے (بشرطیکہ پیر دکانداری نہ کرتا ہو) ہر مرید اپنا اخلاق سنوار سکتا ہے اور جس کا اخلاق درست اور افعال ٹھیک ہیں اور جس کے اعمال کو اعمال حسنہ کہا جاسکتا ہے اس سے بڑھ کر بہترین انسان اور کون ہو سکتا ہے؟

س: پہلے زمانے جیسے اب پیر کیوں نہیں ہیں؟

ج: اس کی وجہ یہ ہے کہ سوسائٹی اوصاف سے معراہے جن سے ایسے وجود پیدا ہو سکتے ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں بڑے بڑے عالم۔ فلاسفہ اور موجود پیدا ہوئے ہیں بلکہ دنیا کی کاروباری زندگی میں مشینوں انجنیوں اور نئی ایجادوں کے ذریعے جس قدر انقلاب ان لوگوں نے پیدا کیا ہے اس نے تمام دنیا اور بالخصوص اہل ہند کو عالم حیرت میں ڈال دیا ہے گر اس پر بھی کبھی غور کیا گیا ہے کہ یورپ اور امریکہ کے عالموں فلاسفہ اور موجودوں کی طرح دیگر ممالک میں ایسے لوگ پیدا کیوں نہ ہوئے اس کے جواب میں سوائے سوسائٹی کے اثرات کے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا جہاں علم وہنر کا چرچا نہیں جہاں دماغوں سے سوچنے اور غور کرنے کا کام نہیں لیا جاتا وہاں ایک فلاسفہ ایک عالم اور ایک موجود کس طرح پیدا ہو سکتا ہے؟ البتہ بعض مستثنیات بھی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا ملہ دکھانے کے لئے بعض دفعہ ایسے امور کا اظہار بھی کر دیتا ہے کہ سوسائٹی کا اثر بالائے طاق رہ جاتا ہے اور انسان کو اپنی عاجزی کا اعتراض کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً گوتم بدھ کا ایک بادشاہ کے گھر پیدا ہونا اور پھر فقیری اختیار کر لینا سوسائٹی کے اثر پر اگر غور کیا جائے تو گوتم بدھ کے گرد و پیش جس قسم کی سوسائٹی تھی وہ دکھیاری، فقر و فاقہ اور درد دل سے بالکل لا علم اور عیش و عشرت اور تفرید و مسرت میں مست و محور ہا کرتی تھی ایک بادشاہ کا بیٹا دکھ محسوس کرتا ہے ایک عالم کی تکلیفوں کو اپنی ذاتی تکلیف سمجھتا ہے اور اسی قلق سے مضطرب ہو کر سلطنت ترک کر دیتا ہے۔ عرب جیسے جاہل اور اجدہ ملک میں جہاں دنگا فساد، خون خرابہ، لڑکیوں کا قتل

اور دنیا جہان کے دیگر عیوب ایک معمولی بلکہ تفریح کی بات سمجھے جاتے تھے وہاں ایک شخص درگاہ رب العزت سے اس قسم کا غیر معمولی دل و دماغ لے کر آتا ہے جو ایک عالم میں نہ مٹنے والا انقلاب اور دلوں سے نہ محبو نے والی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ میری مراد آنحضرت ﷺ سے ہے جو دنیا کے سب سے بڑے آدمی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص کا ایک روشن نمونہ ہیں ان کے گردو پیش اور نوحیات میں جس قسم کے حالات تھے ان کا خاکہ مولنا حامیؑ اپنی ایک نظم میں اتنا رہے۔

محضسر یہ کہ اہل عرب بات بات پر لڑتے تھے اور اڑائی کا سلسلہ صدیوں تک جاری رکھتے تھے ایک خدا کی جگہ کئی کئی خدا اور اپنے ہی ہاتھ کے بنائے ہوئے بہت پوجتے تھے شخصیت پرستی کا دور دورہ تھا شراب و فواحشات کی گرم بازاری تھی۔ قانون و انصاف کا نام و نشان نہیں تھا ان حالات کی موجودگی میں ایسے رحمۃ اللعائین کا وجود ذی جود کی کس طرح توقع ہو سکتی تھی جس نے عرب، جاہل عرب کو وہ قابل فخر خاطہ بنادیا کہ آج تمام دنیا کے مسلمان سر زمین عرب کو دنیا کا بہترین و افضل ترین مکمل اتصور کرتے ہیں اور مکہ اور مدینہ پر جان فدا کرنے کو تیار ہیں۔ انسانی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ نفسی قوتون نے ہر دور میں انسانوں کی عظیم اکثریت کو عشق صادق کے جذبات کو شکست دے کر مادی حسن کی پرستش اور مادی مقاصد کے حصول کے لئے مادی توانائیاں خرچ واستعمال کرنے پر مجبور کیا ہے اس طرح انبیاء کرام اور اولائے کرام کی یہ جدوجہد کے انسان عشق صادق کے ذریعے اپنی نفسی قوتون کو خدائی مقاصد کے تابع بنائیں اور خداداد صلاحیتوں و توانائیوں کو عبادیت کے آداب سیکھنے اور عبادیت کے اهداف حاصل کرنے کے لیے استعمال کریں۔ ساری مخلوق میں انسان کے شرف فضیلت کا بنیادی سبب یہی ہے کہ انسان کو نفسی قوت دے کر اس کے ساتھ ساتھ جو ہری اجزاء (روح) سے بہر کر کے عشق کے ذریعے نفسی قوتون پر جو ہری اجزاء کو غالب کرنے کا کام سونپا گیا ہے۔ یہ ایسا عظیم کام ہے کہ اس کی وجہ سے انسانوں کو فرشتوں تک سے فضیلت عطا کی گئی۔ اس کشمکش میں کامیابی کو ہم اس بات کا معیار بنایا گیا

ہے کہ آخرت کی داکی جنت جہاں اللہ رب اعلمین کا مشاہدہ ہو گا مومِن صادق ہی اس کے وارث ہوں گے۔ آخرت کی جنت سے پہلے خود اس دنیا میں مومنین صادقین سے وجود انی طور پر جنتی فضاؤں میں رہنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فِينَ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْبِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً﴾

شوق کی کارگاہ کا اصل حریف اور م مقابل نفس اور نفسی قوتیں ہیں اگر نفسی قوتیں نہ ہوتیں تو عشق کا وجود ہی نہ ہوتا۔ نفس اور نفسی قوتیں کی تخلیق کچھ اس طرح ہوتی ہیں کہ خدا کی خدائی میں دعویدار بن کر سامنے آتی ہیں اور عشق کی جواند تین انوار الہی کے انداز اور عبدیت کے مقاصد میں صرف ہونی چاہئیں نفسی قوتیں کلی طور پر اس کی پرستش اور اس کے مادی حسن کی تشفی و تسکین کے مقاصد میں استعمال ہونی چاہئیں۔

یہ الیہ ہے کہ عشق انسانی فطرت کی ناگزیر ضرورت کے باوجود اس سے غفلت کے نتیجے میں فطرت کے اس سب سے طاقتور داعیے کے بارے میں سرکشی والا مزاج پیدا ہو جاتا ہے پھر حالت یہ ہو جاتی ہے کہ محبوب حقیقی کی محبت اور عشق کی بات سامنے آتے ہی ضد و تکذیب کی نفیات بیدار ہو جاتی ہیں عشق سے بیزاری کی نفیات جن افراد اور گروہوں میں پیدا ہو جاتی ہے ان میں نفس پرست افراد کے ساتھ ساتھ اسلام کی ظاہری علمی توجیہ کرنے والے، اسلام کو عقلیت تک محدود سمجھنے والے، قرآن و سنت کی روحانی و معنوی توجیہ سے عدم مناسبت رکھنے والے سارے افراد و گروہ شامل ہیں اس طرح سارے گروہوں کے سامنے عشق کی بات کرنا بے سود ہے اس لئے کہ عشق سے ان کی انکار کی نفیات میں پنجتی پیدا ہوتی ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ عشق کے بغیر اخلاق حسنہ اور بے نفسی کا پیدا ہونا اور سکون و سکینت سے بہرہ درہونا مشکل ہے۔

— حدیث عشق بہ اہل ہوس چہ میگوئی —

## بچشمِ مورکمش سرمه سلیمانی

ہماری اصل مقصودِ عشق کی چنگاری تھی۔ عشق کی اس قوت کی وجہ سے ہی ہم دنیا پر سورج کی طرح چھاگئے تھے لیکن ہماراالمیہ یہ ہوا کہ پیر حرم (مد ہبی و دینی قیادت نے) دلوں سے عشق کے نقش کو مٹا دیا دین مذہب کی نئی نئی تشریحات میں عشق کو غیر ضروری قرار دیکر دین سے خارج کر دیا گیا اور دین عقلیتِ محض اور مراسم کا نام بن کر رہ گیا اس کا نتیجہ دنیا زلت و خواری کی صورت میں ظاہر ہوا۔ عشق سے خالی دین میں حقیقی حیمتِ دین اور دین پر استقامت پیدا ہو سکے اور تضادات و دورانگی سے حفاظت ہو سکے اور محض اللہ کے لئے زندہ رہنے اور مرنے کا دلولہ پیدا ہو سکے یہ بہت دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر زمانے میں نمرود کی آگ بھی موجود ہوتی ہے اور اس کے ساتھ اللہ کا خلیل بھی۔ یعنی اللہ کا دوست ہر زمانہ میں نفس اور مادی قوتوں کے خلاف بر سر پیکار ہوتا ہے اس کے مقابلہ میں اسے آگ اور خون کے دریا سے نفس اور مادی قوتوں کی جلائی ہوئی آگ میں جس میں اللہ کے دوست کو اس کی آزمائش اور درجات کی بلندی کے لئے ڈال دیا جاتا ہے اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے سالک (اپنے شخ) کی خصوصی مدد ہوتی ہے اور اسے مستحکم کرنے کے بعد صحیح سلامتِ نکال بھی دیا جاتا ہے۔ عشق کی دولت کے حوالے سے قلندر لاہور نے فرمایا ہے:

گرچہ عشق را عقل بھائے کم نہد

من نہ ہم بہ تختِ جم آہ جگر گدا زرا

اگرچہ عقل کی نگاہ میں عشق بے وقت و بے قیمت ہے کسی اہمیت کا حامل نہیں لیکن میری نظر میں اتنی بے بہادری ہے کہ میں جمیل کے تخت و تاج کے مقابلہ میں سوز جگر کی ایک آہ دینے کو تیار نہیں۔ عشق کی یہ اہمیت اس لئے ہے کہ عشق محبوبِ حقیقی کے اندازِ حسن سے محظوظ ہونے اور دل کی آنکھوں سے محبوب کے جلوؤں کے مشاہدہ کا ذریعہ ہے۔ جس فرد کو خالق کائنات کے حُسن کی شعاؤں کے مشاہدہ کی

سعادت حاصل ہوا س کی لذت و خوشی کا احاطہ کرنا ان الفاظ کے بس کی بات نہیں کیونکہ یہ کیفیات ہیں اور کیفیات کو الفاظ کا جامہ نہیں پہننا یا جاستا۔

یہاں عارف لوگ یہ کلتہ باور کرتے ہیں کہ خارجی بتوں کے خلاف صفات آ رہا ہے اور انہیں منہدم کرنا نبتاباً آسان ہے لیکن نفس کے اندر موجود حب جاہ و مال و مادی حسن کے دلکش نصب بتوں کو توڑ کر ان سے نجات حاصل کرنا سب سے دشوار کام ہے جو ذکر فکر کے مجاہدوں کے بغیر ناممکن ہے۔

### عشق اور ذکر کا باہمی ربط

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذکر فکر تو بہت لوگ کرتے ہیں مگر کسی کے اندر ان عاداتوں کی تبدیلی دیکھنے میں نہیں آتی۔ یہی وہ مرحلہ ہے جہاں شیخ کامل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اپنی مرضی سے ذکر کرو گے تو نفس کے اندر تکبیر اور دوسروں سے اپنے کو بر ترواعلی سمجھنے کا مرض لگ سکتا ہے ذکر جب کسی صاحب ذکر سے سیکھو گے تو وہ ذکر دائی بھی ہو گا اور بندے کے اندر عجز بھی پیدا کرے گا اسی لئے پیر نصیر الدین نصیر صاحب گولڑوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا۔

جانب شیخ نکلے میخانے سے آدمی ہو کر

یہاں انسان بنتا ہے وہی جو بار بار آئے

عشق دل کو تو افر حصہ عطا کرتا ہی ہے ساتھ ساتھ وہ نفس کے تزکیہ کافر یہ بھی انجام دیتا ہے۔ عشق، عقل کو بھی معرفت و حکمت کے ایسے اجزاء عطا کرتا ہے جس سے عقل محض، عقل سلیم بن جاتی ہے۔ اس کے بعد اسے زمدگی، کائنات اور مستقبل کے بارے میں صحیح رائے قائم کرنے میں دشواری باقی نہیں رہتی۔

عقل اس حیرت انگیز ایمانی قوت کے ہونے نہ ہونے پر سخت حیران ہے لیکن یہ عشق ہی ہے جس نے انسان کو اس طاقت سے بہرہ دیا ہے عشق کی دنیا میں داخل ہونے کے بعد خرد کی ایسی صلاحیتیں اور جو

ہر ظاہر ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر سالک خود حیرت زدہ ہو جاتا ہے عشق خرد کو دنیا و مانیہا سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ عشق خرد کو غربت میں استغناہ کی دولت عطا کرتا ہے۔ یہ عشق ہی ہے جو خدا کی ساری دنیا سے لڑنے کی ہمت عطا کر کے سالک راہ حق کو علم کے سرچشمے سے آشنا کرتا ہے جو تقویٰ حکمت اور نور بصیرت کا سرچشمہ ہوتا ہے یہ بھی حقیقت ہے کہ اس مشکل مرحلے میں مبتدی و متوسط صوفی یہک وقت عشق اور دنیا کے معاملات میں توازن رکھنے میں کامیاب نہیں ہوتا اس لئے کہ ہر دو حضرات اس مقام پر اپنی حیات مستعار کا بیشتر وقت ذکر فکر میں صرف کر کے نفسی قوتوں کو تابع بنانے کی جنگ میں مصروف رہتے ہیں اسی مصروفیت کی بناء پر ان کے وقت میں ایسی برکت عطا کی جاتی ہے تھوڑا وقت کام زیادہ اور روزی میں برکت ڈال کر اس کے معاشری امور کے لئے دوسروں کے دلوں کو فکر مند کر دیا جاتا ہے یہ ہے اصل صوفی اور عشق حقیقی کی بات یہاں ایک وضاحت کر دوں کہ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ،، دنیا والے جس کو عشق کہتے ہیں علم والے اس کو ہوس کہتے ہیں بالفاظ دیگر جو چھپانا پڑے وہ ہوس ہے اور جو بتانا پڑے وہ عشق ہے یا یوں سمجھیں دوچار لا تیں اور ڈنٹے کھانے کے بعد جو ٹھنڈا پڑ جائے وہ ہوس ہے اور جو پتی ریت میں لیٹ کر احمدابولے وہ عشق ہے۔،

ہم اصل عشق کی بات کرتے ہیں جس میں صوفی کو سلوک کی منازل طے کرانے کے بعد افراد کی نفسی اصلاح کا غیر معمولی کام لیا جاتا ہے۔ ان کی ساری زندگی مجاہدات میں گزرتی ہے جس کے باعث ان کے دلوں میں انوار و برکات کا خزانہ رکھ دیا جاتا ہے جن کے دل سے رشتہ جوڑنے اور ان سے محبت کرنے کے نتیجے میں ہر فرد کا دل ذکر کی حلاوت کی بدولت اپنی زندگی کا سفر از سر نو محظوظ حقیقی سے محبت کے ساتھ شروع کرتا تھا۔

## راہِ محبت کے مسافر کا دستور العمل

راہِ محبت کے مسافر کا دستور العمل یہ ہے کہ جب تک اسے وصال کی سعادت عقلی حاصل نہیں ہوتی تب تک اس کی بیشتر تو اتنا یاں ذکر و فکر میں ہی صرف ہوتی ہیں راہ سلوک طے ہونے سے پہلے اسے دنیا کی فکر لاحق نہیں ہوتی وہ اپنی فکر میں ہی مصروف ہوتا ہے دوم یہ کہ بعض اوقات محبوب کے لئے اس کے دل میں ایسی بے تابی پیدا ہوتی ہے کہ وہ دلبڑوں کی محفل میں بے سامنہ طور پر نعرہ متنانہ بلند کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جس سے زندہ دلوں کی دلیں دہل جاتی ہیں۔ فرد و افراد کا معاشرہ کو اپنے نفس سے بچانا اور اپنی نفسی خرائیوں سے اپنے عزیزو اقارب اور دوست و احباب اور جانے والوں کو آکوڈہ نہ کرنا بھائے خود بڑا کارنامہ ہے۔ مبتدی (جس میں عام فرد سے لے کر عالم، دانشور سب شامل ہیں) اس صلاحیت و کیفیت سے عام طور پر قاصر ہوتے ہیں ان کا برباکر دہ فساد بالعموم معاشرہ کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ اس طرح کی صورت حال میں مبتدی سالک کا یہ لامحہ عمل کہ وہ اپنی اصلاح کے لئے کچھ وقت کے لیے دیگر کاموں سے یکسو ہو کر ذکر فکر کے مجاہدوں میں مصروف ہو، بے جا نہیں ہے۔

دنیا فنون میں ماہر انہ صلاحیت حاصل کرنے کے لئے بھی یہ اصول رہا ہے کہ فرد کچھ وقت کے لئے اس فن میں اپنی ساری تو اتنا یاں صرف کرتا ہے اس طرح وہ اس فن میں ماہر ہو کر اس فن کی غیر معمولی خدمت سر انجام دینے کے قابل ہو جاتا ہے۔ مگر یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی شیخ کے گھر پیدا ہونے سے پیر بن جانا ضروری نہیں البتہ شیخ کی اولاد ہونے کے ناطے ان کا احترام کرنا چاہیے شیخ کے مریدین اس بات کا خیال رکھیں کہ آداب میں افراط و تفریط شیخ کی اولادوں کے ذہن خراب کر کے ان کے اندر تکبر پیدا کر کے ان کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیتے ہیں۔ یہی اس دور کا سب سے بڑا مرض ہے اور اسی وجہ سے اکثر خانقاہیں علم کی دولت سے دور ہوتی جا رہی ہیں۔ باستثنائے چند اکثر آستانوں پر علم، عمل اور آداب طریقت و احترام انسانیت جیسی عظیم صفات ناپید ہوتی جا رہی ہیں۔

جب تک نفس کی گہرائیوں میں ڈوب کر اس کے سارے مدد و جزر، اس کی ساری فتنے سامانیوں اور اس کے پا کر دہ حشر سے پوری طرح آگاہی حاصل نہ کی جائے۔ اللہ کے رنگ کو غالب کرنے کی صلاحیت حاصل نہیں ہوتی حضرت صاحب کی اکثر محفلوں میں دیئے جانے والے درس کا خلاصہ یہی ہے آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ صاحبزادگان کے مزاج خراب کرنے میں ادب میں افراط و تفریط کا شکار مریدین کا ہاتھ ہوتا ہے۔

دلوں کی دنیا عجیب و غریب ہے (حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے) محبت والوں کی دنیا ہی الگ ہوتی ہے یہ آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لئے) جو دل عشق کے سمندر میں موجزن ہوتا ہے اس دل میں جذبات عشق کی ان گنت لہریں اٹھتی ہیں عشق کے اماموں یا عشق کے شاہوں سے دلی تعلق مستحکم ہونے کے بعد ان کے دلوں کی لہریں زور شور سے مشتا توں کے دلوں میں منتقل ہوتی رہتی ہیں جس سے مشتاق و مضطرب سالکوں کا محبوب کی طرف سفر تیزی سے جاری ہونے لگتا ہے اور اس طرح ان کے دلوں کی بڑی حد تک تسکین و تشفی ہونے لگتی ہے۔

نہ شیخ شہر نہ شاعر نہ خرقہ پوش اقبال  
فتیر راہ نشین است و دل غنی دارد

اقبال نظاہر صوفی نظر نہیں آتے شکل و صورت سے بھی وہ صوفیوں سے بالکل جدا گانہ ہیں لیکن عشق کے سمندر میں ڈوب کر وہاں سے جو موتی و جواہر لائے ہیں وہ ایسے ہیں جو انہیں ممتاز صوفیاء کے مقام پر فائز کرتے ہیں عشق حقیقی کے پیام کو انہوں نے جس سلیقہ، نور بصیرت اور بلند آہنگ سے پیش کیا ہے جناب رومی علیہ الرحمۃ کے بعد اس کی مثال نہیں ملتی۔

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کے خطبات پر مشتمل کتاب، "تکمیل الہیات جدید"، جو پروفیسر محمد عثمان صاحب نے آسان الفاظ کا جامد پہنانا یا ہے اس میں صوفیانہ تحریبات کے حوالے سے چند تحریبات تحریر فرمائے ہیں

ان میں سے صرف چند تجربات پیش خدمت ہیں جن سے قائد لاہوری کے خیالات کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ (مؤلف)

(۱) پہلی قابل ذکر بات اس تجربے کی سرعت ہے جو حقیقت اس کے ذریعے سے آپ پر مکشف ہونا ہوتی ہے فی الفور صادر ہوتی ہے اس لحاظ سے یہ کیفیت شاعر، فلسفی اور صاحب تخيیل سائنسدان کی کیفیت سے بلطفی جاتی و تخيیل کے ذریعے سے بعض حقائق بعض لوگوں پر یکدم مکشف ہو جاتے ہیں جیسے کسی موجود کے ذہن میں یکدم کوئی خیال بجلی کی طرح کوند جاتا ہے یا کسی شاعر کا تخيیل ایک لمحے میں کسی نادر خیال سے آشنا ہو جاتا ہے۔ صوفی کے تجربے کی تیزی اور سرعت اس میں ہے کہ خدا تعالیٰ کے وجود اور قرب کا احساس اسے آناؤفانا گھیر لیتا ہے ذات باری تعالیٰ کوئی ریاضی کا سوال یا باہم مربوط تصورات کا سلسلہ نہیں کہ پچھلی کڑیوں کو جانے بغیر اگلی کڑیوں کا جاننا غیر ممکن ہو خدا کی ذات ایک ایسی حقیقت ہے جو ایک نادر خیال یا عظیم سچائی کی طرح صاحب حال پر یک لخت مکشف ہوتی ہے۔

(۲) دوسرا نکتہ یہ ہے صوفیانہ تجربے کی وحدت ناقابل تجزیہ ہے مثلاً میں جب ایک میز دیکھتا ہوں تو میرے تجربے کے بے شمار پہلو میرے میز دیکھنے کے واحد تجربے میں ناقابل تقسیم طور سے سموئے جاتے ہیں میں اپنے تجربے کے بے انتہاء پہلوؤں میں سے چند کو منتخب کر کے اور ان کو زمان و مکان کی ایک خاص رعایت سے ترتیب دے کر میز کا مشابدہ کرتا ہوں لیکن اس عمل کا تجزیہ میرے لئے ممکن نہیں صوفی کے لئے اس کی واردات بھی اصلاً ایسی ہی ناقابل تجزیہ ہوتی ہے۔ تاہم یہ صورت ذہن کی متعدد دوسری صورتوں سے مختلف نہیں اور تجربے کا تقابل بیان ہونا اس کے غیر یقینی ہونے پر دلالت نہیں کر سکتا۔ عام حالات میں مشاہدہ حسن اور بعض دوسری لطیف کیفیات قلب کا بیان بھی تو از حد محال ہے۔

(۳) تیرا نکتہ یہ ہے کہ صوفی کے لئے صوفیانہ کیفیت ایک دوسری بے مثل ہستی سے قرب و وصال کی ایک ایسی گھٹری ہے جہاں اس کی اپنی شخصیت عارضی طور پر مخدوف ہو جاتی ہے لیکن یہ انہاک یا استغراق اس تجربے کی سچائی کو کم کرنے کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتا اس لئے کہ سامنہ اور علم کے دوسرے شعبوں میں بھی ایسے انہاک اور کھو جانے کی مثالیں مہیا کی جاسکتی ہیں یہ انہاک اور اپنے گم ہو جانے کا احساس دراصل اللہ تعالیٰ کے وجود کی ایک زندہ اور قوی دلیل ہے۔ کیا کوئی غیر حقیقی شے کسی حقیقی شے پر یوں غالب آسکتی ہے؟

(۴) چونکہ صوفیانہ تجربے کا جو ہر بر اہ راست تجربے ہی سے سمجھ میں آسکتا ہے لہذا اس کا ابلاغ دوسروں تک اس کیفیت کا پہنچانا ممکن نہیں ہوتا۔ صوفیانہ تجربہ خیال کی نسبت احساس سے زیادہ متأجلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفی یا پیغمبر کے روحانی تجربے کو احکام یا اصولوں کے رنگ میں تو پیش کیا جاسکتا ہے لیکن خود تجربے کے تمام کم و کیف کو بیان کرنا غیر ممکن ہوتا ہے تاہم اس تجربے کو احساس یا جذبے سے زیادہ تعلق ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں علم بخششی کا کوئی عصر ہوتا فی نفسہ احساس بنیادی طور پر علم ہی کی ایک لطیف صورت ہے اور صوفیانہ احساس میں علم بخششی کا یہ پہلو بدرجہ غائب موجود ہوتا ہے جس طرح خیال بغیر لفظ کے جنم نہیں لیتا اسی طرح اعلیٰ روحانی تجربے میں احساس اور فکر ناگزیر طور سے باہم منسلک ہوتے ہیں اور صوفیانہ کیفیت ایک ناقابل بیان طریق سے خیال کی صورت میں ڈھل جاتی ہے۔ ہستی باری تعالیٰ کے قرب و وصال کے شعور میں صوفی سلسلہ شب و روز کو بے حقیقت سمجھنے لگتا ہے لیکن زمان و مکان سے اس کا تعلق منقطع نہیں ہوتا اپنی کیفیت قلب کی تمام ندرت اور عظمت کے باوجود اس کا یہ تجربہ ایک عام انسانی اور زمینی تجربہ ہی ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ صوفی اور پیغمبر دونوں اپنے قلب و روح کی کیفیت سے باہر آتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ پیغمبر کا اس روحانی واردات سے واپس آنا انسانوں کی

دنیا کے لئے بے پایاں امکانات و مفادات کا حامل ہوتا ہے۔ (ماخوذار: فکر اسلامی کی تشكیل  
نوص 41 تا 43)

### ولیاء کرام کی فضیلت محدث ابن جوزی کی نظر میں

محدث ابن جوزی امت کی متاز فاضل شخصیت ہیں وہ مشہور فقیہ ہے۔ محدث تھے۔ بہت ساری کتابوں کے مصنف تھے، تلبیں ابلیس، کتاب میں انہوں نے اہل تصوف کی شدید مخالفت کی ہے لیکن تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ انہیں ایک دور میں ایک ایسی بیماری لاحق ہو گئی تھی جس کی وجہ سے مزاج میں عدم اعتدال اور اشتعال غالب ہو گیا تھا مذکورہ بالا کتاب ان کی اس دور کی لکھی ہوئی ہے۔ ابن جوزی حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے دور کی شخصیت ہیں آپ (شیخ عبد القادر جیلانی) کی نماز جنازہ انہوں نے ہی پڑھائی تھی ان کی زیر نظر تحریر سے ان کی نظر میں اہل تصوف کی وقعت کا اندازہ ہوتا ہے مضمون طویل ہے اس میں اکثر احادیث مبارکہ سے استدلال کیا گیا ہے اس لئے اس کے صرف اقتباسات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

آپ لکھتے ہیں: اولیاء و صلحاء ہی مقصود کائنات ہیں اور یہی حضرات حصول علم کے بعد اس کی حقیقت پر عامل ہیں۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس نے میرے کسی ولی سے عداوت کی تو میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرے بندے نے میرے فرض کی ادائیگی سے زیادہ کسی اور چیز کے ذریعے میرا قرب نہیں حاصل کیا اور میرا بندہ برابر نفل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پس جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں ضرور اس کو دوں اور اگر مجھ سے

پناہ مانگے تو میں ضرور اس کو پناہ دوں اور میں کسی چیز میں جس کو کرنے والا ہوتا ہوں تردد نہیں کرتا جبکہ مومن کی جان قبض کرنے میں تردد کرتا ہوں جبکہ وہ موت کو ناگوار سمجھتا ہے اور میں اس کی تکلیف کو پسند نہیں کرتا۔ (صحیح البخاری)

"جس نے میرے ولی کی اہانت کی تو اس نے مجھے جنگ کا چیلنج دیا"

"میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کے ایمان کو فقر و افلas ہی درست رکھ سکتا ہے اور اگر میں اس کو کشادگی عطا کر دوں تو وہ اس کو بتاہ کر دے میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ جس کے ایمان کو غناء اور تو نگری ہی درست رکھ سکتی ہے اور اگر میں اس کو مغلس کر دوں تو وہ اس کو بتاہ کر دے میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ جس کے ایمان کو بیماری ہی درست رکھ سکتی ہے اور اگر میں اس کو صحت عطا کروں تو وہ اس کو بتاہ کر دے میرے بعض بندے ایسے ہیں کہ جس کے ایمان کو صحت ہی درست رکھ سکتی ہے اور اگر میں اس کو بیمار کر دوں تو وہ اس کو بتاہ کر دے میں چونکہ اپنے بندوں کے احوال قلوب کا علم رکھتا ہوں اس لئے اسی کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں یقیناً میں علیم و خبیر ہوں۔ اسی روایت کو عبدالکریم جزری نے حضرت انسؓ سے مختصر روایت کیا ہے جس میں ہے کہ میں اپنے اولیاء کی مدد کرنے کے لئے سب سے زیادہ جلدی کرتا ہوں میں ان کے واسطے غضبان ک شیر سے بھی زیادہ غصب کرتا ہوں۔ جب تم ان سے ملوتو ان کے سامنے تواضع اختیار کرو اور اپنے قلب و زبان کو ان کے تابع رکھو اور جان لو! کہ جس نے میرے کسی ولی کی اہانت کی یا اس کو خوفزدہ کیا تو اس نے مجھ کو جنگ کا چیلنج دیا اور مجھ سے مقابلہ کیا اور میرے سامنے اپنی ذات پیش کی اور مجھ کو اس کی طرف بلا یا اور میں اپنے اولیاء کی مدد کے لئے سب سے زیادہ جلدی کرتا ہوں کیا مجھ سے جنگ کرنے والا گمان کرتا ہے کہ مجھ کو عاجز کر دے گا یا میرے مقابلے میں کھڑا ہو سکتا ہے؟ یا میرے مقابلہ پر آنے والا کیا گمان کرتا ہے کہ مجھ سے آگے بڑھ جائے گا یا مجھ سے گزر جائے گا؟ بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟ جبکہ میں خود ان کا بدلہ

لینے والا ہوں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ان کی نصرت دوسرے کے سپرد نہ کروں گا (اس طویل حدیث کے نقل کرنے میں مجھ سے اگر کوئی لفظ رہ گیا ہو تو میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں۔ " وہب بن منبه سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے وہ اولیاء کون ہیں جن پر نہ خوف ہے وہ غمگین ہیں تو حضرت خضر نے ایک تفصیلی جواب ارشاد فرمایا اس جواب کے آخری چند جملے یہ ہیں۔

دنیا ان کے سامنے مر گئی وہ اس کو آباد نہیں کرتے۔ دنیا ان کے سینوں میں مر گئی لیکن وہ اس کو زندہ نہیں کرتے وہ اس کو منہدم کرتے ہیں اور اس سے اپنی آخرت کی تعمیر کرتے ہیں وہ اسے بیچتے ہیں اور اس سے وہ چیز خریدتے ہیں جو باقی رہے۔ انہوں نے اس کو چھوڑ دیا اور اس کے چھوڑنے پر وہ اس سے خوش ہیں انہوں نے اس کو فروخت کر دیا اور اس میں وہ نفع میں ہیں انہوں نے دنیا دروں کو دیکھا کہ پچھاڑے پڑے ہیں اور وہ طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہیں تو انہوں نے موت کو زندہ کیا اور حیات کے ذکر کو مرتدا کیا وہ اللہ اور اللہ کے ذکر سے محبت کرتے ہیں اور اسی کے نور سے روشنی حاصل کرتے ہیں ان کا عجیب حال ہے اور ان کے پاس جو علم ہے وہ بھی عجیب ہے ان کے ساتھ کتاب قائم ہے اور وہ کتاب کے ساتھ قائم ہیں ان کے ساتھ کتاب ناطق ہے اور وہ کتاب کے ساتھ ناطق ہیں ان ہی سے کتاب کا علم ہے وہی کتاب کے عالم ہیں انہوں نے جو کچھ حاصل کر لیا ہے اس کے علاوہ وہ کسی چیز کو لائق تھصیل نہیں سمجھتے اور جس کے امیدوار ہیں اس کے علاوہ کسی چیز کو امان نہیں سمجھتے اور جس سے وہ ڈرتے ہیں اس کے علاوہ کسی چیز کو خوف کی چیز نہیں سمجھتے۔ (رواہ احمد)

نوحؐ کے بعد ہمیشہ دنیا میں چودہ حضرات ایسے رہیں گے جن کے سبب سے عذاب ہٹایا جائے گا۔

حضرت کعبؐ نے فرمایا کہ نوحؐ کے بعد ہمیشہ دنیا میں چودہ حضرات ایسے رہیں گے جن کے سبب سے عذاب ہٹایا جائے گا (احمد) اور سفیان بن عینیؓ نے فرمایا "عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة" صلحاء کے ذکر

کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے (محمد بن یونس کہتے ہیں کہ میں نے صلحاء کے ذکر سے زیادہ قلب کے لیے مفید کوئی چیز نہیں دیکھی) (صفوة الصفوۃ ج ۱)

آپ اندازہ لگائیں محدث ابن جوزیؒ جن کو عموماً خشک اور متشدد محدث کہا جاتا ہے جنہوں نے ابو نعیم اصفہانی کی مشہور زمانہ کتاب "حلیۃ الاولیاء" جو آٹھ جلدیوں پر مشتمل ہے اور اس میں نقش نکالے اور ان کی نشاندہی کی اور اس کے مقابلے میں اپنی کتاب "صفوة الصفوۃ" لکھ دی جو ایک ہزار کے لگ بھگ صحابہ کرام کے حالات زندگی اور ملفوظات پر مشتمل ہے وہ کتنے شدومد سے اولیائے کرام کی فضیلت و صفات اور ان کے ذکر کی اہمیت و ضرورت کو بیان فرمائے ہیں جو آب زر سے تحریر کئے جانے کے لائق ہیں ان کے مضمون کے صرف اقتباسات لکھے گئے ہیں اب بھی اگر کوئی موجودہ دور کا جدت پسند اسکار جس کی حیثیت ابن جوزیؒ علیہ الرحمۃ کے جو تے کے برابر بھی نہیں ہے وہ تصوف کو متوازی دین کہے تو محل تعجب نہیں تو اور کیا ہے؟ ان کا پورا مضمون طویل اور مستند احادیث پر مشتمل ہے۔ (ماخوذ از تصوف و اہل تصوف سلف و خلف کی نظر میں)

معروف مؤرخ ابن خلدون کے طویل بیان کا ایک حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے ممکرین تصوف کے شبہات کو دور نہ سہی غور کرنے میں ہی شاند معاون ثابت ہوا رتفاع شبہات کے لئے ہی میں نے سوالات کے جوابات تفصیلی اور مدلل لکھنے کی کوشش کی ہے۔

"شاند کے اتر جائے تیرے دل میں میری بات" (مؤلف)

اہل تصوف: ابن خلدون کی نظر میں

ابن خلدون مشہور مؤرخ اپنے تصوف کے عنوان پر لکھے گئے مضمون کے آخر میں لکھتے ہیں۔

کشف وغیرہ میں الجھاؤ یہ ہے کہ حقائق اشیاء کو جس پیرایہ میں دیکھا جاتا ہے وہ سراسر وجدانی ہے اور الفاظ کا جامہ چونکہ صرف محسوسات ہی کے لئے بنایا گیا ہے اس لئے تعبیر میں ایک طرح کے تشابہ کا پیدا

ہو جانا قدرتی ہے لہذا اس بارہ میں ان حقائق تک ٹھیک ٹھیک رسائی وہی شخص حاصل کر سکتا ہے جو اس وجہان سے مالا مال ہو۔ ناقد الوجود ان کو یہاں ہبہ آئینہ معذور ہی سمجھا جائے گا۔ کرامات کا انکار بھی مکابرہ میں داخل ہے کیونکہ اکابر صحابہ اور اکابر سلف سے ان کے صادر ہونے کا ثبوت برابر ملتا ہے۔ رہا شطحیت کا سوال جس پر اہل شرع کا زیادہ موافق ہے تو اس ضمن میں اس نکتہ کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو عالم جس سے کوسوں دور رہتے ہیں اور اس عالم غیب سکر میں ایسے ایسے واردات سے دوچار ہوتے ہیں کہ جن کے بیان کرنے کے لئے الفاظ کا جامد تنگ ثابت ہوتا ہے اس لئے ان کو اس باب میں مجبور اور معذور ہی سمجھنا چاہیے لیکن اگر ان میں کوئی شخص ایسا ہو کہ ان کے علم و فضل کا چرچا ہو اور یہ معلوم ہو کہ اطاعت و پیروی میں اس کا ایک مقام ہے تو اس کے الفاظ کے لئے عمدہ محل ڈھونڈنا چاہیے اور اگر اس کے علم و فضل و اطاعت سے متعلق کچھ بھی معلوم نہ ہو تو بھی اس کی تاویل کرنی چاہیے بشرطیکہ کوئی چیز موجب تاویل ہو اگر تاویل نہ ہو سکے تو البتہ اسے موافق کرنا چاہیے اس طرح وہ شخص بھی موافقہ کا استحقاق رکھتا ہے جو مغلوب الحال نہیں بلکہ عالم ہوش میں ہے چنانچہ منصور حلان کے بارے میں جو قتل کا فتویٰ دیا گیا تو اسی بناء پر کہ اس نے جو کلمات کہے وہ عالم ہوش میں کے۔

## تصوف کے چار ادوار

(حقیقت افروز نقاٹ)

(از شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ)

### قبلہ شاہ صاحب کی شخصیت کا مختصر تعارف

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ہندوستان میں اسلام اور اسلامیت کے ایسے علمبردار ہیں جن کے سارے مذہبی دبستان فکر کے افراد نام لیواہیں ہندوستان میں تجدید احیائے دین کے سلسلہ کی ساری کڑیاں ان کی ذات سے جا کر ملتی ہیں ان کی فکر میں سیاست، معیشت، معاشرت اور معاشرتی اصلاح سب کو اہمیت دی گئی ہے ان کی شخصیت کو اگرچہ مختلف خیالات سے دیکھا جاتا ہے۔ یہ سمجھنا کہ وہ حکومت کو اسلامی بنیاد پر تشکیل کے کام کو دین کا نصب العین کام تصور کرتے ہیں۔ یہ خیال شاہ صاحب کی فکر سے نافہنی کا نتیجہ ہے۔ ایسا ہر گز نہیں۔ شاہ صاحب قبلہ کی نظر میں حکومت سے دین و ملت کے بہت سارے مصالح ضرور وابستہ ہیں لیکن سیاست دین کا نصب العین ہرگز نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شاہ صاحب کے فکر کی بنیاد اللہ سے تعلق کے استحکام اور محبت خداوندی پر مبنی ہے چنانچہ ان کی اسی فیصد 80٪ کتابوں کا مودا اسی مرکزی نکتہ کے گرد گھومتا ہے شاہ صاحب قبلہ اسلام کی روح اور جو ہر اسی مرکزی نکتہ کو قرار دیتے ہیں اگرچہ وہ اسلام کے دوسرے اجزاء کو ان کی فرضیت کی مناسبت سے اہمیت دیتے ہیں لیکن وہ دین کا نصب العین عبادت اور عبودیت کے فرائض کی بجا آوری کو ہی سمجھتے ہیں۔

(محمد موسیٰ بھٹو سنده یونیورسٹی)

ذیل میں ان کے مضمون،، تصوف کے چار بڑے تغیرات،، سے اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں۔

## تصوّف کا پہلا دور

اس دور میں جسے تصوّف یا احسان کا پہلا دور کہنا چاہیے۔ اہل کمال کی پیشتر توجہ زیادہ تر شریعت کے ظاہر اعمال کی طرف رہی ان لوگوں کو باطنی زندگی کے جملہ مراتب شرعی احکام کے ذیل ہی میں حاصل ہو جاتے تھے چنانچہ ان بزرگوں کا "احسان" یعنی حاصل تصوّف یہ تھا کہ وہ نمازیں پڑھتے تھے ذکرو تلاوت کرتے تھے ان میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جو سرینچے کئے بھر تفکرات میں غرق نظر نہ آتا ہو یہ بزرگ خدا تعالیٰ سے قرب و حضوری کی نسبت اعمال شریعت اور ذکر و اذکار کے سوا کسی اور ذریعہ سے حاصل کرنے کی سعی نہ کرتے بے شک ان اہل کمال بزرگوں میں سے جو محقق ہوتے ان کو نماز اور ذکرو اذکار میں لذت ملتی اور قرآن مجید کی تلاوت سے وہ متاثر ہوتے۔ مثلاً وہ زکوٰۃ محسن اس لئے نہ دیتے کہ زکوٰۃ دینا خدا کا حکم ہے بلکہ وہ اس حکم کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ وہ اپنے آپ کو بخشن کے روگ سے بچاتے اور جب وہ اپنے آپ کو دنیاوی کاموں میں بے حد منہمک پاتے اور انہیں اس کا احسان ہوتا تو وہ دل کو کار و بار دنیا سے ہٹانے کے لئے زکوٰۃ دیتے اور دوسرے شرعی احکام کے بجالانے میں بھی ان کی یہی کیفیت ہوتی۔

## تصوّف کا دوسرا دور

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ جو گروہ صوفیاء کے سر خیل ہیں ان کے زمانے میں یا ان سے کچھ پہلے تصوّف کے ایک اور رنگ کا ظہور ہوتا ہے اس زمانے میں یہ ہوا کہ اہل کمال میں سے ایک عام طبقہ تو اسی طریقہ پر کار بند رہا جس کا ذکر پہلے دور کے ٹھمن میں ہو چکا ہے لیکن ان میں سے جو خواص تھے انہوں نے بڑی بڑی ریاضتیں کیں اور دنیا سے بالکل بے تعلق رہے اور مستقل طور پر ذکر و فکر میں لگ گئے اس سے ان کے اندر ایک خاص کیفیت پیدا ہو گئی اس کیفیت سے مقصود یہ تھا کہ دل کو تعلق باللہ کی نسبت حاصل ہو جائے۔ چنانچہ یہ لوگ اس نسبت کے حصول میں لگ گئے وہ مدقائق مراتبے کرتے ان سے تخلی

استثناء انس حاصل کرتے اور وحشت کے احوال و کوائف ظاہر ہوتے اور وہ اپنے ان احوال کو نکات اور اشارات میں بیان بھی کرتے ان اہل کمال میں سب سے صادق وہ بزرگ تھے جنہوں نے اپنی زبان سے وہ کہا جو خود ان پر گزرا تھا۔ تصوف کے اس دور میں، "توجه" کی نسبت دوسری چیزوں سے ملی جلی ہوئی تھی۔ چنانچہ اس زمانے میں ان اہل کمال میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جس نے کہ خاص "توجه" کو ان معنوں میں اپنا نصب العین بنایا ہو کہ وہ بیمیشہ اسی کی بات کرتا کرتا اور اسی طرح اس کا اشارہ ہوتا یا اس زمانے میں یہ صورت ہوتی کہ ان میں سے کسی شخص نے "توجه" کی نسبت حاصل کرنے کی راہ بتائی ہوتی۔

اصل بات یہ ہے کہ ان بزرگوں پر طاعت کارنگ غالب تھا اور طاعت کے انوار سے وہ سرشار تھے بے شک انہیں توجہ کو نسبت حاصل ہوتی لیکن گاہے گاہے جیسے بجلی کی چک کہ ابھی ہے اور ابھی نہیں۔

### تصوف کا تیسرا دور

سلطان الطریقہ شیخ ابوسعید بن ابی الحیر اور شیخ ابوالحسن خرقانی کے زمانے میں طریق تصوف میں ایک اور تغیر و نہما ہوتا ہے اس دور میں اہل کمال میں عوام تو حسب سابق شرعی اور اعمال پر ٹھہرے رہے اور خواص نے باطنی احوال و کیفیات کو اپنا نصب العین بنایا اور جو خواص تھے انہوں نے اعمال و احوال سے گزر کر جذب تک رسائی حاصل کی اور اس جذب ہی کی وجہ سے ان کے سامنے "توجه" کی نسبت کا راستہ کھل گیا اور اسی سے تعینات کے سب پر دے ان کے لئے چاک ہو گئے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ وہی ایک ذات جس پر تمام اشیاء کے وجود کا انحصار ہے اور وہی ذات سب اشیاء کی قیوم ہے یہ لوگ اس ذات میں گم ہو گئے اور اس کے رنگ میں ان کے نفوس رنگے گئے چنانچہ اس حال میں نہ ان کو اور ادو و ظائف کی چند اس ضرورت رہی اور نہ ہی ان کو مجاهدے اور ریاضتیں کرنے اور نفس اور دنیا کے ماننے کی شدھ بدھ رہی ان کی تمام تر کوشش کا مقصد یہ ٹھہر اکہ جس طرح بھی ہو "توجه" کی نسبت کی تکمیل کریں۔ توجہ کے علاوہ باقی نسبتوں کو یہ لوگ نورانی حجاب سمجھتے تھے اس عہد میں توحید وجودی اور

تو حیدی شہودی میں فرق نہیں کیا جاتا تھا اور حقیقت ان بزرگوں کی اصل غائب یہ تھی کہ ذاتِ الہی میں اپنے وجود کو گم کر کے اس مقام کی کیفیات سے لذتِ اندوز ہوں چنانچہ وہ اس بحث میں نہیں پڑتے کہ کائنات کا وجودِ الہی سے کیا علاقہ ہے؟ اور انسان خدا کی ذات میں کیسے گم ہوتا ہے؟ اور فنا و بقاء کے کیا حلق ہیں؟

### تصوّف کا چوتھا دور

آخر میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور ان سے کچھ پہلے کاظمانہ آتا ہے اس عہد میں ان اہلِ کمال بزرگوں کے ذہنوں میں مزید وسعت پیدا ہوتی ہے اور یہ لوگ کیفیات و احوال کی منزل سے آگے بڑھ کر حلقائی تصوّف کی بحث و تدقیق حاصل کرنے لگتے ہیں۔ ذاتِ واجب الوجود سے یہ کائنات کس طرح صادر ہوئی؟ ان بزرگوں نے ظہور وجود کے مدارج اور تنزلات دریافت کئے اور اس امر کی تحقیق کی کہ واجب الوجود سے سب سے پہلے کس چیز کا صدور ہوا اور کس طرح یہ عمل میں آیا۔ الغرض یہ اور اس طرح کے دوسرے مسائل ان لوگوں کے لئے موضوع بحث بن گئے۔

تصوّف کے ان چاروں ادوار میں جو بھی اہلِ کمال بزرگ گزرے ہیں گو وہ اپنے ظاہری اعمال و احوال میں الگ الگ نظر آتے ہیں لیکن جہاں تک ان کی اصل کا تعلق ہے میرے نزدیک وہ سب ایک ہیں۔ باقی اللہ تعالیٰ ان کے حال کو ہم سے بہتر جانتا ہے ان بزرگوں میں سے جب کسی نے اس دنیا سے انتقال فرمایا تو جو باطنی کیفیت اس بزرگ نے اپنی ہمت اور ریاضت سے دل میں پیدا کر لی تھی وہ کیفیت موت کے بعد بھی اس بزرگ کے نفس میں جا گزیں رہی اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آئینہ یا پانی کا حوض ہو اور اس میں آفتاب کا عکس پڑ رہا ہو۔ ان بزرگوں کے طفیل مبداء اول یعنی خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ قریب ہو گیا اور ان کے فیوض و برکات کے انوار سے عالم علوی اور عالم سفلی کی فضاء منور ہو گئی جیسے کہ ہماری اس

آسمانی فضاء میں جب مر طوب ہوا اور بادل پھیل جاتے ہیں تو اس کا اثر زمین پر بھی پڑتا ہے اسی طرح ان نفوس قدسی (اللہ والوں) کی کیفیات بھی دنیا نے قلوب پر اپنا اثر ڈالتی رہتی ہیں۔

الغرض تصوف کے یہ چاروں طریقے خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہیں اور ملائے اعلیٰ میں بھی ان کی منزلت مسلم ہے۔ ارباب تصوف پر بحث کرتے وقت ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ان بزرگوں کے ہر طبقے کے اقوال اور احوال کو ان کے زمانے کے ذوق کے مطابق جانچا جائے۔ اس سلسلہ میں یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ ہم ایک عہد کے اربابِ تصوف کے اقوال و احوال کو دوسرے عہد کے معیاروں سے ناپتے پھریں۔ (از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

تصوف کے بعض اشغال کی نوعیت اور شرعی حیثیت نیز نبی پاک علیہ السلام نے اس کی تعلیم کیوں نہیں دی؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر واقعی تصوف کی اتنی ہی اہمیت ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق اور اس کے اعمال و اشغال سے متعلق صریح احکام کیوں نہ دیئے؟ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی چیز دین میں اس قدر ضروری ہو کہ ایمان و اسلام کی تکمیل اس پر موقوف ہو اور رسول اللہ ﷺ نے امت کو اس کی تعلیم نہ دی ہو۔

ج: گز شستہ صفات کو اگر غور سے پڑھ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تصوف کی غرض و غائبت اور مقصود ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت، خشیت، یقین، استحضار، اخلاص و احسان جیسی کیفیات حاصل ہوں۔ سو اس کی تودین میں اہمیت ہے اور یقیناً ایمان و اسلام کی تکمیل اس پر موقوف ہے اور بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے پوری صراحة وضاحت کے ساتھ امت کو اس کی تعلیم و تربیت بھی دی ہے۔ کتاب و سنت کے جو نصوص اس سلسلہ میں لکھے جا چکے ہیں وہ اس کے ثبوت کے لئے کافی سے زائد ہیں رہے اس کے خاص اعمال و اشغال مثلاً اذکار، مراقبات وغیرہ تو اس بارے میں بصراحت لکھا جا چکا ہے کہ یہ اس

کے صرف وسائل و ذرائع ہیں اور اس قسم کے وسائل و ذرائع کے متعلق نبوی طریق و تعلیم اور اصول تصریح کا تقاضا یہی ہے کہ ان کی تصریح اور تعین نہ کی جائے تاکہ ہر زمانے کے حالات کے مطابق جو جائز ذرائع اور وسائل مناسب سمجھے جائیں انہیں اختیار کیا جاسکے اور اس میں تصوف کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ دین کے دوسرے شعبوں کا حال بھی یہی ہے۔ غور فرمائیں دین کا سیکھنا سکھانا دین کے بنیادی فرائض میں سے ہے لیکن کتاب و سنت میں اس کے طریقے کی بھی کوئی تعین نہیں کی گئی اس طرح قرآن مجید کی حفاظت و اشاعت امت کا کتنا اہم فرایضہ ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق یہ بھی نہیں بتایا کہ تم اس کے لئے فلاں فلاں طریقے اختیار کرنا حتیٰ کہ جب عہد صدقی میں جنگ یمامہ میں چار سو 400 حافظ قرآن صحابہ کرام شہید ہو گئے تو سب سے پہلے حضرت عمرؓ کو یہ خیال ہوا کہ سینوں میں محفوظ کرنے کے علاوہ ہمیں قرآن کو سفینوں میں محفوظ کرنے کا بھی انتظام کرنا چاہیے۔ اور اس سلسلے میں خاص اہتمام و ذمہ داری سے ایک سرکاری نجٹہ بھی تیار ہونا چاہیے چنانچہ انہوں نے اپنی یہ تجویز حضرت سیدنا ابو مکر صدقیؓ کی خدمت میں پیش کی حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کو ابتداء میں اس کے مانے میں تامل ہوا اور انہوں نے یہی فرمایا کہ جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے تو خود کیا اور انہے ہمیں اس کا حکم دیا اس کا ہم کیوں اہتمام کریں لیکن حضرت عمرؓ کے دلائل سے بالآخر مطمئن ہو گئے پھر انہی کے حکم سے حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کی خاص نگرانی میں کام انجام پایا۔ پھر حضرت عثمانؓ ایک اور قدم اٹھایا کہ اپنے خاص اہتمام سے اور اپنی نگرانی میں اس مصحف کی تقلیں تیار کر کر تمام بلاد اسلامی میں روانہ کیں اور اس وقت سے لے کر اب تک قرآن پاک کی حفاظت و اشاعت، تعلیم و تبلیغ اور ترجمہ و تفسیر کے سلسلے میں خدمت قرآن کے کتنے ہی نئے نئے قدم اٹھائے جا چکے ہیں۔ پس یہ خیال کہ جو چیز دین میں اہم ہو اس کے ذرائع و وسائل کی تصریح اور تعین بھی کتاب و سنت میں ہونی چاہیے اور امت کی قیامت تک کی دینی ضروریات کے متعلق تفصیلی اور جزوی ہدایات ہمیں تصریح و تعین کے ساتھ کتاب و

سنت میں ملنی چاہئیں بہت ہی سطحی قسم کا مغالطہ ہے اور انبیاء علیہم السلام کے طریق تعلیم اور اصول تشریع سے ناواقفی کا نتیجہ ہے۔ ایک سوال ہے کہ اللہ کی محبت و خشیت اور اخلاص و احسان وغیرہ ایمان کی کیفیت پیدا کرنے کے لئے تصوف میں جن اعمال و اشغال (مثلاً صحبت شیخ، اذکار و مراسم اقبالات وغیرہ) پر زور دیا جاتا ہے کیا کتاب و سنت میں اس کا اشارہ کہیں ملتا ہے؟ کہ ان چیزوں سے یہ کیفیات پیدا ہو سکتی ہیں؟ اس کے جواب میں عرض ہے کہ اگرچہ واقعہ یہی ہے اس عاجز کے نزدیک صحبت اور ذکر و فکر کا قلب پر اثر انداز ہونا کتاب و سنت سے اشارہ ہی نہیں بلکہ صراحتاً بھی معلوم اور ثابت ہے لیکن اگر بالفرض کتاب و سنت میں اشارہ نہ بھی ہوتا بھی اصل مدعای پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جب اسلام چودہ سو سالہ تاریخ میں اللہ تعالیٰ کے لاکھوں صالح بندے اپنا یہ تجربہ بیان کر رہے ہیں کہ ان اعمال صالح سے یہ کیفیات پیدا ہوا جاتی ہیں تو ان کی اس تاثیر و افادیت کو ہمیں مان لینا چاہیے میرے جن دوست نے یہ سوال کیا ہے وہ صالح لٹریچر کی کے ذریعے اصلاح پر بہت یقین رکھتے ہیں (مجھے بھی اس سے انکار نہیں) لیکن وہ سوچیں کہ کی کبھی ان کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ ان کے صالح لٹریچر کی اس تاثیر کے متعلق کوئی اشارہ کتاب و سنت میں موجود ہے؟ میرا خیال ہے کہ ان کے دل میں کبھی بھی یہ سوال پیدا نہ ہو گا کیونکہ وہ اپنے ذاتی علم و تجربے سے اور اپنے جیسے بہت سے لوگوں کے تجربے سے اس بارے میں مطمئن ہیں عجیب بات ہے کہ اپنی چیزوں اور اپنے تجربوں کے ساتھ تو ہمارا طرز عمل تو یہ ہے لیکن حضرت جنید بغدادی<sup>ؒ</sup>، سری سقطی<sup>ؒ</sup>، شیخ عبد القادر جیلانی<sup>ؒ</sup>، حضرت خواجہ معین الدین چشتی<sup>ؒ</sup>، خواجہ شہاب الدین سہروردی<sup>ؒ</sup> حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی<sup>ؒ</sup> اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسے ہزاروں بندگانِ خدا کا اجماعی اور اتفاقی تجربہ بھی ہمارے لئے موجب اطمینان نہیں۔

ایک صاحب نے ذکر میں جبرا اور ضرب سے اپنا سخت طبعی انقباض ظاہر کیا ہے اور یہ خیال ظاہر فرمایا ہے کہ اس میں ریا کاری کا شہبہ ہوتا ہے اور آج کل کے اکثر سنجیدہ حضرات اس کو ریا کاری ہی سمجھتے ہیں ذکر

کے بارے میں تفصیلی بیان اس کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں یہاں اتنا ہی عرض ہے کہ جہری اور ضربی ذکر سے طبعی انقباض تو ایک ذوقی اور طبعی چیز ہے اس لئے اس بارے میں کچھ عرض کرنے کی حاجت نہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طبیعتیں اور ان کے ذوق مختلف بنائے ہیں بعض طبیعتیں ایسی ہیں جنہیں جہری اور ضربی ذکر ہی سے انس و سکون حاصل ہوتا ہے اسی لئے مشائخ محققین طبیعتوں کے رخ اور ان کی مناسبتوں کو دیکھ کر جہری یا ضربی ذکر کیا دوسرے اشغال ان کے لئے تجویز کرتے ہیں لیکن ذکر بالجہر کے بارے میں ریاکاری کا جوش بہ ظاہر کیا گیا ہے یہ میرے نزدیک بالکل بے سوچی سمجھی بات ہے اس زمانہ میں جبکہ بقول انہیں صاحب کے سنجیدہ آدمی ذکر بالجہر کو ریاکاری سمجھتے ہیں اپنا تجربہ یہی ہے ذکر بالجہر کی تاثیر اہل تجربہ کے نزدیک بالکل مسلم ہے۔ اس سلسلہ میں اتنی بات یہاں اور قابل ذکر ہے وہ یہ کہ ذکر میں جہر اور ضرب کے جو طریقے تصوف کے بعض سلاسل میں معمول ہیں فن طب اور علم النفس کی روشنی میں ان کی افادیت اور تاثیر بڑی آسانی سے سمجھ آ جاتی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مقامات اور لٹائن کو سمجھے بغیر تصوف کو نہیں سمجھا جا سکتا۔ میرے نزدیک لٹائن و مقامات کو کوئی مقصدی اہمیت حاصل نہیں اور اس راہ کے جن بزرگوں کی خدمت میں حاضری اور ارشادات سننے کی سعادت نصیب ہوئی ان سب سے یہی سنا کہ یہ لٹائن وغیرہ ان راستہ چلنے والوں کے اپنے محسوسات و ملاحظات ہیں نہ یہ کہ خود مقصود کے لئے ذریعہ۔ اس لئے ان کو اہمیت دینا نہ صرف یہ کہ غیر صحیح ہے پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر راہ روکا اور اک یکساں ہی ہو بلکہ بعض اکابر سے سنائے کہ اللہ کے بہت سے مقبول بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جو راہ سلوک میں اے۔ بہت تیزی سے ترقی کرتے ہیں اور سلوک و تصوف اور انقطع عن ماسوی اللہ جو اصل مقصد ہے وہ ان کو بفضل تعالیٰ نصیب ہوتا ہے اور آخر تک انہیں کسی لطیفہ اور کسی مقام کا ادرأک اور احساس بھی نہیں ہوتا اس عاجز کو اس دور کے جن اکابر سلوک

سے شرف نیاز حاصل ہوا ان سب کو اس بات پر متفق پایا کہ خاص کر اس زمانہ کے لئے یہی اجمالی سلوک زیادہ مناسب ہے اور محققین نے تصریح فرمائی ہے کہ صحابہ کرام کا سلوک بھی اجمالی ہی تھا۔ ایک صاحب نے فرمایا ہے کہ ہم بہت سے آدمیوں کو دیکھتے ہیں کہ برسوں خانقاہ میں رہنے اور ذکر و شغل کرنے کے باوجود ان میں وہ چیزیں پیدا نہیں ہوتیں جن کے لئے تصوف اور خانقاہیت کی ضرورت بتلائی جاتی ہے۔

بلاشبہ یہ بات بڑی حد تک صحیح ہے اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ انصاف فرمایا جائے کہ کیا یہ حال صرف خانقاہوں کا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ حال اب صرف خانقاہوں کا ہی نہیں بلکہ ہمارے دینی مدرسون اور دوسرے تمام دینی اصلاحی سلسلوں کا بھی ہے کہ سینکڑوں میں سے دس بیس مشکل سے نکلتے ہیں تو کیا ان سب کو غلط اور فضول قرار دے کر ایک دم ختم کر دینا صحیح طرز عمل ہو سکتا ہے۔ ان حالات میں صحیح طریق کاری یہ ہے کہ ہر سلسلہ اور صحیح ادارہ کو زیادہ مفید اور کارآمد بنانے کی ہر ممکن کوشش اور تدبیر کی جائے اور اس میں کوئی دقیقہ اٹھانے رکھا جائے لیکن نتائج میں کمی اور نقص دیکھ کر اس کو سرے سے ختم کر دینے کا غیر داشمند انہ فیصلہ نہ کیا جائے جن ناساز گار حالات میں اور جس انتہائی درجہ کے فاسد اور سخت مادہ پرستانہ ماحول میں ہمارے ان دینی اداروں کو کام کرنا پڑ رہا ہے ان میں پانچ دس فیصدی کامیابی بھی ہر گز ناکافی نہیں ہے۔

اکثر درباروں پر غیر شرعی امور کا راجح کیوں ہے؟

(س) ایک صاحب فرماتے ہیں صوفیوں کے طرزِ عمل سے جو کچھ ہم نے سمجھا ہے وہ تو یہ ہے کہ تصوف دراصل رہبانیت اور گوشہ نشینی کا نام ہے اور اس کی تائید کرنا دراصل اسلام میں رہبانیت کو داخل کرنا ہے۔

(ج) میرے نزدیک یہ بھی ان ہی بالوں میں سے ہے جو اس سلسلے میں بے سوچے سمجھے کی جاتی ہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں دراصل خود ان کے دلوں میں تصوف کے غلط معنی بیٹھے ہوئے ہیں وہ اپنی غلط فہمی کی بناء پر صوفی صرف ان ہی لوگوں کو سمجھتے ہیں جو رہبانیت پسند ہیں اور گوشہ گیر ہیں پھر اپنے اسی تصور کو بنیاد بنا کر وہ کہتے ہیں کہ تصوف رہبانیت کا نام ہے اور ہر صوفی راہب ہی ہوتا ہے اگر یہ حضرات خود اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوتے اور تصوف کے لئے رہبانیت اور گوشہ گیری کو ضروری نہ سمجھتے تو اس دور میں بھی بہت سے بندگان خداد یکھ سکتے تھے جو محمد اللہ پر صوفی بھی ہیں اور مردمیدان بھی گر بات وہی ہے جو گوشہ گیر نہ ہو یہ بیچارے اپنی کم نگاہی سے اس کو صوفی جان ہی نہیں سکتے اس کا علانج تو خود اپنے علم و تصور کی صحیح سے ہی ہو سکتا ہے اصل تصوف یہی ہے جو بیان کیا گیا ہے۔ ورنہ جہاں علم و عمل اور اپنے بزرگوں کے نقش پاء کی حکمرانی نہیں ہے وہاں غیر شرعی امور کا راج ایک فطری بات ہے جس کا تصوف اور صوفیائے کرام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے علمائے الحسنۃ اس کا بار بار اعلان فرمائے چکے ہیں معلمہ او قاف کی ذمہ داری ہے کہ جن آستانوں پر چرسی بھگلی قبضہ کر چکے ہیں وہاں سے انہیں ہٹا کر دینی مدارس قائم کرے، جہاں صبح شام قرآن کاسینہ کھلے اور آستانوں پر نور کی بر سات کا سلسلہ قائم ہو۔

### صوفیاء کا تاریخی کردار (شیخ یوسف سلیم چشتی)

علامہ شیخ یوسف سلیم چشتی شروع میں تحریک الحادیہ میں متأثر تھے۔ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کی صحبت سے وہ اسلامیات کی طرف گامزد ہوئے علامہ اقبال سے ہی دوستی رہی علامہ اقبال نے ان کی صلاحیتوں کے پیش نظر اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل بننے کی سفارش کی وہ کئی سال تک اس عہدے پر کام کرتے رہے موصوف نے اقبال کے کلام کی ترجمہ و تشریح پر کئی کتابیں لکھیں تاریخ تصوف کے نام سے ان سے ان کی ایک معرکۃ الاراء کتاب شائع ہوئی ہے درج ذیل مضمون ان کی اسی کتاب سے مانوذہ ہے۔

تاریخ اسلام میں صوفیائے حق نے جو شاندار علمی، دینی اور تبلیغی کارناامے انجام دیئے ہیں وہ اس قدر طویل الذیل ہیں کہ ان کی تفصیل کے لئے جداگانہ تصنیف درکار ہے اس لئے اس مضمون میں ان کی طرف اجمالی اشارات پیش کئے جاسکتے ہیں۔

(۱) صوفیائے کرام کا پہلا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اسلامی تعلیمات کی حقانیت کو قیل و قال کے بجائے اپنے عمل سے مبرہن کیا ان کی پاکیزہ زندگیاں اسلام کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔

تصوف کے ارکان سہ گانہ (روح اسلام کے اجزاء ٹیکلہ اور ان کا ربط)

روح اسلام کے اجزاء ٹیکلہ اور ان کا ربط

(۱) محبتِ الہی (ب) مکارم اخلاق (ج) خدمتِ خلق

روح اسلام کے ان اجزاء ٹیکلہ میں منطقی رابطہ ہے: صوفی کی زندگی کا آغاز اور انجام یعنی محور محبتِ الہی ہے اس کی نظر میں اللہ صرف معبد ہی نہیں بلکہ مقصود بھی ہے مطلوب بھی ہے اور محبوب بھی ہے وہ اللہ ہی کے لئے جیتا ہے اور اسی کے لئے مرتا ہے ان کی ساری زندگی اللہ ہی کے لئے ہوتی ہے وہ اس آیت کی زندہ تصویریں ہیں۔

﴿قُلْ أَنْ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾

ترجمہ: اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمادیجئے کہ میری نمازیں میری رسم دینی میری زندگی اور میری موت سب اللہ کے لئے ہے جو ساری کائنات کا خالق و پروردگار ہے۔

(۲) صوفی کا مطبع نظر اور نصب العین اللہ ہو جاتا ہے اس لئے وہ ہر وقت اس کی خوشنودی و رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ فاسقوں فاجروں ظالموں اور باغیوں کو ناپسند کرتا ہے اس لئے صوفی تمام ممکرات و فحشاء سے محنت رہا ہے اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے رزاکل اخلاق کا ازالہ ہو کر اس میں مکارم اخلاق پیدا ہو جاتے ہیں جناب رومی علیہ الرحمۃ نے اس نکلنے کو یوں بیان فرمایا ہے۔

شادباش اے عشق خوش سودائے ما

اے طبیبِ جملہ علت ہائے ما

اے دوائے خوت و ناموس ما

اے توافقاطون و جالینوس ما

یعنی عشق وہ بھٹی ہے جس میں صوفی کندن ہو کر نکلتا ہے۔

(۳) جب عشق کی بدولت اس میں مکارم اخلاق پیدا ہو جاتے ہیں تو لامالہ صوفی کا وجود بنی آدم کے حق میں سراپا رحمت بن جاتا ہے اور وہ صحیح معنوں میں ان کی خدمت کا اہل ہو جاتا ہے۔ اب ہم ان ارکان سے گانہ کو صوفیوں کی زندگی سے واضح کریں گے۔

(۱) محبت الہی: سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء ایک خط میں اپنے مرید شیخ فخر الدین کو لکھتے ہیں کہ اصحاب طریقت و ارباب حقیقت کا اس باب میں اتفاق ہے کہ انسان کی پیدائش سے اہم مطلوب اور اعظم مقصود رب العالمین کی محبت ہے یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام نے محبت الہی کو اپنی زندگی کا اصل مقصد قرار دے لیا ہے چنانچہ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی علیہ الرحمۃ اکثر اوقات میں یہ رباعی نہایت سوز و گداز کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

دنیا شہ را و قیصر و خاقان را

دوزخ بدر او بہشت مریکاں را

تبیج فرشتہ را و صفا انسان را

جانان مارا و جان ماجانان را

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے اپنے مرشد بابا فرید گو دیکھا کہ اپنے جھرے میں دونوں  
ہاتھ پشت پر رکھے کھڑے ہیں قبلے کی طرف چند قدم بڑھتے ہیں اور یہ رباعی پڑھ کرو جد کر رہے ہیں۔

خواہم کہ ہمیشہ در ہوائے تو زیم

خاکے شوم و بزیر پائے تو زیم

متصود و منبندہ زکونیں توئی

از بہر تو میرم و برائے تو زیم

یعنی اے اللہ میں تیرابنده ہوں اور تو ہی میرا مقصود ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تیرے ہی لئے زندہ  
رہوں اور تیرے ہی لئے مروں۔

واضح ہو کہ جب ایک شخص اپنی زندگی اللہ کے لئے وقف کر دیتا ہے تو اس کے باطن میں ایک انقلاب  
عظمیم رو نما ہو جاتا ہے پھر ہر کام میں اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ میرا رب مجھ سے راضی ہو جائے وہ کھانا  
کھاتا ہے تو اس لئے نہیں کہ اسے لذت حاصل ہو یا اس کا جسم تنومند ہو بلکہ اس لئے کہ وہ اللہ کا ذکر  
کر سکے کیا خوب فرمایا ہے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے۔

خوردان برائے زیستن و ذکر کردن است

تودر گمان کہ زیستن از بہر کوردن است

جب صوفی اس نجح سے زندگی گزارنے لگتا ہے تو اس کا ہر قول و فعل عبادت بن جاتا ہے اس کی تجارت میں مشغولیت بھی عبادت بن جاتی ہے کیونکہ عین خرید و فروخت کے وقت بھی وہ اپنے اللہ کو مد نظر رکھتا ہے وہ تجارت اس لئے نہیں کرتا کہ دولت جمع کرے بلکہ اس لئے کہ جو نفع حاصل ہو اسے راہ خدا میں خرچ کرے یہ آیت ان ہی خاصان خدا کی شان میں آئی ہے:

﴿رَجَالٌ لَا تُلْهِيْهُمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ (النور: 37)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کو تجارت یا خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔

اس نیت سے اگر لاکھوں کروڑوں بھی جمع کر لیا جائے تو وہ اکتساز کے حکم میں نہیں آسکتا چنانچہ مرشد رومنی فرماتے ہیں:

مال را گر بہر دین باشی حمول  
نعم مال صالح گوید رسول ﷺ

یعنی دولت اگر دینی کاموں میں خرچ کرنے کی نیت سے جمع کی جائے تو وہ مال صالح ہے۔

چنانچہ قلندر لاہور لکھتے ہیں:

گرنداری اندر میں حکمت نظر  
تو غلام خواجہ تو سیم وزر  
از، تھی دستاں کشاد امتاں  
از پھیں منجم فساد امتاں

محبتِ الہی کا انسان پر پہلا اثر یہ مرتب ہوتا ہے کہ اس کی زندگی میں مرکزیت پیدا ہو جاتی ہے یعنی وہ موحد کامل بن جاتا ہے دوسرا اثر یہ مرتب ہوتا ہے کہ انسان ہر وقت یہ محسوس کرتا ہے کہ میں خدا کے سامنے ہوں اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے چنانچہ شیخ علی ہجویری لکھتے ہیں "جب بندہ از روئے یقین اس بات کو مان

لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے تو وہ ہرگز کوئی کام ایسا نہیں کر سکتا جس سے اس کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے تیرا اثر یہ مرتب ہوتا ہے کہ اس شخص کی لگاہ میں پتھر اور سونا برابر ہو جاتے ہیں بلکہ اس دنیا کی کوئی قیمت باقی نہیں رہتی اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ شخص اللہ سے محبت کرتا ہے تو اسے اس محبت کے بد لے میں عرفان حاصل ہو جاتا ہے اور عارف دنیا کی حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے کہ یہ دار الغرور ہے کیونکہ فجواع نص قرآنی دنیاوی زندگی سراسر متاع الغرور ہے یعنی دھوکے کی پونچی ہے۔"

عام اور عارف میں یہی تفرق ہے کہ عالم اس دنیا کے ظاہر سے واقف ہوتا ہے اور عارف اس کی حقیقت سے آشنا ہوتا ہے یعنی وہ دنیا کی حقیقت کو پہچان جاتا ہے چو تھا اثر یہ مرتب ہوتا ہے کہ سالک میں توکل و استغنا کی وہ شان پیدا ہو جاتی ہے جس کی بدولت شہابان عالم اس کے آستانے پر حاضری کو اپنے لئے باعث افتخار بلکہ باعث حصول سعادت یقین کرتے ہیں تاریخ ہند کے مطالعے سے یہ صداقت واضح ہو سکتی ہے کہ التمش، غیاث الدین بلبل، فیروز تغلق، اکبر، جہاگیر اور شاہ جہان نے عاشقان الہی کے آستانوں پر حاضری دی ہے۔

کون کون سے بادشاہ کس بزرگ سے والبستہ رہے؟

قارئین کو تاریخ کی اور اق گردانی سے بچانے کے لئے ان عاشقان الہی کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں۔

(۱) التمش- سید حضرت اقدس قطب الاتقاب خواجہ سعید کا کلکی کا غلام تھا۔

(۲) بلبن- شیخ شیوخ عالم شاہباز لا مکان خواجہ فرید الدین پاکپتن شریف کا غلام تھا۔

(۳) فیروز تغلق: حضرت اقدس خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کا غلام تھا۔

(۴) شہنشاہ اکبر: حضرت شیخ سلیم چشتی کا غلام تھا۔

- (۵) جہانگیر: حضرت اقدس میاں میر کامرید تھا۔
- (۶) شاہ جہاں: حضرت اقدس میاں میر اور شیخ فضل اللہ برہان پوری کامرید تھا۔
- (۷) سلطان احمد خان باہمی: حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو دراز کامرید تھا۔
- (۸) فتح جوناگڑھ و چانپانیر سلطان محمود غزنوی الملقب بے گڑھا (و قطعوں والا) حضرت اقدس شاہ عالم (نبیرہ مخدوم جہانیاں) اور ابوالحسن خرقانی کامرید تھا۔
- (۹) بانی سلطنت گجرات سلطان احمد خان اول حضرت اقدس شیخ احمد کھٹو کاغلام تھا۔  
ال سب بادشاہوں کا یہ عالم تھا کہ ان فقیروں کے سامنے دست بستہ کھڑے رہتے تھے اور  
ان کی کفشن برادری کو اپنی عزت خیال کرتے تھے جبھی تو اقبال نے یہ لافانی شعر لکھا ہے۔
- نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیب حاضر کی تجھی میں  
کہ پائی میں نے استغناء میں معراجِ مسلمانی
- اور میں یہ پورے یقین سے یہ بات لکھ رہا ہوں کہ شان استغناء صرف مسلکِ تصوف اختیار کرنے سے  
حاصل ہوتی ہے۔
- پانچواں اثر یہ مرتب ہوتا ہے کہ سالکِ عاشق اپنے رزق کی طرف سے جس کے حصول کے لئے انسان  
اپنا ضمیر اور ایمان تک پہنچ دیتا ہے بالکل بے نیاز ہو جاتا ہے کیونکہ اس آیت کی صداقت پر کامل یقین  
ہو جاتا ہے۔

﴿وَيَرْزُقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ (الاطلاق: ۳۰۲)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے مصیبت سے نکلنے کا راستہ بنادے گا۔ (اس کی پریشانی دور کر دے گا) اور اسے ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ پہنچ سکے اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو وہ (اللہ) اسے کافی ہو گا۔

یہی وجہ ہے کہ صوفی کسی دولتمندر کے دروازے پر نہیں جاتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ رازق اللہ ہے نہ کہ انسان۔ اکبرالہ آبادی مر حوم نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے۔

دل میں ضعفِ عقیدت کو کبھی راہندے  
کوئی کچھ نہیں دے سکتا اگر اللہ نہ دے

اور اسی صداقت کو قلندر لاہوری علیہ الرحمۃ نے یوں ظم کیا ہے۔

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک  
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدادار اور جم

للمحظ ب Shrīf میں حضرت اقدس شیخ علی بجويریؒ نے لکھا ہے کہ ایک بادشاہ نے کسی فقیر سے کہا کہ مجھ سے کچھ مانگ میں تیری خواہش بخوبی قبول کروں گا فقیر نے زیرِ لب تسمیہ کیا اور کہا میں اپنے غلام کے غلاموں سے کیا مانگوں؟ بادشاہ نے متعجب ہو کر پوچھا یہ کیا کہہ رہے ہو؟ فقیر نے کہا اے بادشاہ تو حرص و امید دونوں کا غلام ہے اور یہ دونوں میرے غلام ہیں اس لئے تو میرے غلاموں کا غلام ہے۔

انسانی کردار کے نشوونما اور تنقیل پر اس احساس کا بڑا مہلک اثر مرتب ہوتا ہے کہ وہ اپنی روزی کے لئے کسی دنیاوی طاقت کا محتاج ہے۔ تعمیر خودی اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک انسان اپنے پورے ایمانی جذبے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو اپنا روزی رسائیں نہیں۔

(۲) مکارم اخلاق: سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بُعثِثُ لِأَتَمَّ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ"

ترجمہ: میری بعثت کی غایت یہ ہے کہ میں بہترین اور خوب ترین اخلاق کی تکمیل کر دوں اس لئے صوفیائے کرام نے سلوک کو تمام تر مکارم اخلاق کی تحریک پر موقوف کیا ہے بلکہ بعض مشائخ نے تو تصوف سے اخلاق حسنہ ہی مراد لیا ہے مشائخ کے نزدیک تصوف کا مقصد صرف یہ ہے کہ پہلے

انسان خود اپنے اندر اخلاقِ حسنہ پیدا کرے پھر بنی نوعِ آدم کے اندر ان کی تحریک ریزی کرے۔ چنانچہ سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ بہت نمازیں پڑھنا، وظائف میں بکثرت مشغول رہنا تلاوت قرآن میں بہت مشغول رہنا۔ یہ سب کام چند اس مشکل نہیں ہر باہم شخص کر سکتا ہے بلکہ ایک ضعیف بڑھیا بھی کر سکتی ہے وہ روزوں پر مداومت کر سکتی ہے تجداد کر سکتی ہے قرآن مجید کے چند پارے بھی پڑھ سکتی ہے لیکن مردان خدا کام کچھ اور ہی ہے۔

خلاصہ کلام اینکہ تمام مشائخِ متقدمین کے نزدیک تصوف ایک مکمل ضابطہ اخلاق کا نام ہے۔ چنانچہ کشف المحبوب شریف میں شیخ ابوالحسن علیہ قول مرقوم ہے کہ:

"لَيْسَ التَّصُوفُ رِسُومًا وَلَا عِلْمًا وَلَكِنَّهُ أَخْلَاقٌ"

یعنی تصوف نہ چند رسوم مذہبی ادا کرنے کا نام ہے اور نہ بعض علوم حاصل کرنے کا، بلکہ یہ تو سراسر اخلاق حسنہ کے مجموعے کا نام ہے۔

### ۳۔ خدمتِ خلق

اس موضوع پر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا شعر قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست  
ہـ تسبیح و سجادہ و دلتنیست

خدمتِ خلق کی جس قدر صورتیں ممکن ہیں صوفیائے کرام نے ان سب پر عمل کر کے دکھادیا ہے۔ ان کی زندگیاں خدمتِ خلق کے لئے وقف ہو گئی تھیں۔ انہوں نے لاکھوں انسانوں کو شیطان کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں داخل کیا یعنی ان کی زندگی کو با مقصد بنادیا۔ واضح ہو کہ دراصل کارنبوتی یہی ہے انبیاء کرام نے ساری عمر یہی کیا اور ساری عمر یہی فرمایا:

﴿أَعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتُ﴾

ترجمہ: اللہ کے بندوں! اللہ کی بندگی کرو اور شیطان سے بچو۔

صوفیائے کرام نے صحیح معنوں میں اتباعِ رسول ﷺ کا نمونہ پیش کیا اور اللہ کے بندوں کو شیطان کی غلامی سے نکال کر اللہ سے ملایا۔

تاریخ گواہ ہے کہ یہ کام نہ علماء سے ہو سکا نہ متكلّمین سے نہ معتزلہ سے، نہ حکماء و فقہاء سے۔ یہ کام اگر صحیح معنوں میں ہو تو ان نفوس قدسی سے ہی ہوا جن کو صوفیائے اسلام کہا جاتا ہے اور جن کا نام صدیاں بیت جانے کے باوجود لاکھوں کروڑوں انسانوں کے دلوں میں عقیدت و محبت کے جذبات پیدا کر دیتا ہے صوفیائے کرام کے مفہومات کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو سکتی ہے کہ خدمتِ خلق کو ان بزرگوں نے اپنی زندگی کا اہم ترین فریضہ بنالیا تھا۔ محبوب الہی خواجه نظام الدین دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مسلمان وہ ہے جو دشمنوں کے ساتھ بھی بھلانی کرے۔ ایک دن آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص تیری راہ میں کاثر کھے اور تو بھی اس کی راہ میں کاثنا ہی رکھ دے تو یہ دنیا کا نٹوں سے ہی بھر جائے گی۔ عموماً لوگ ایسا ہی کرتے ہیں لیکن درویشوں کا یہ دستور نہیں انہیں نیک اور بد دونوں سے نیکی کرنی چاہیے پھر فرمایا برآ کہنا بے شک برآ ہے مگر برآ چاہنا اس سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ ایک دن محبوب الہی کے خادموں نے عرض کی آپ اگر سحری کے وقت بھی کچھ نہیں کھائیں گے تو ضعف بہت بڑھ جائے گا یہ سن کر آپ نے فرمایا،، بہت سے درویشوں میں بھوکے پڑے ہوئے ہیں اس صورت میں کھانا میرے حلق سے کیسے نیچے اتر سکتا ہے؟

## صوفیائے کرام کے اہم کارناموں کی ایک جھلک

یہاں صوفیائے کرام کے چند اہم کارنامے اور اختصار کے ساتھ عرض کر دینا مناسب ہو گا تاکہ ان کی شان اور بھی نکھر کر واضح ہو جائے۔

- ۱۔ اسلام کی جو پاکیزہ تعلیمات کتابوں میں درج ہیں اور مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں صوفیائے کرام نے ان پر عمل کر کے دنیا کو دکھایا۔
- ۲۔ صوفیائے کرام نے ہر زمانے میں اسلام کے اخلاقی اور روحانی نظام کو زندہ رکھا۔
- ۳۔ صوفیائے کرام سے بڑھ کر تبلیغ اور تعمیر سیرت کافر یعنی کسی جماعت نے انجرام نہیں دیا۔
- ۴۔ صوفیائے کرام نے بادشاہوں کے سامنے علی الاعلان کلمہ حق کہا۔
- ۵۔ جب مسلمانوں میں عقلیت کا مذاق پیدا ہوا اور انہوں نے قرآن کو اپنی عقل کے تابع بنانا شروع کیا تو صوفیوں نے محبت اللہ کا درس دے کر عقلیت کے مضر بتائی کا ازالہ کیا۔
- ۶۔ جب فقہاء نے دین کے ظواہر پر زور دیا تو صوفیاء نے باطنی اصلاح اور قلبی طہارت کا درس دیکر قوم کو اعتدال کی راہ دکھائی۔
- ۷۔ صوفیاء نے ہر دور میں غیر اسلامی عقائد شرک و بدعت کی تردید کی۔
- ۸۔ سرمایہ داری کے مقابلے میں انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت واضح کی۔
- ۹۔ بادشاہوں کو دین داری کی تلقین کی۔
- ۱۰۔ جب معتزلہ، فقہاء اور متكلمین منطقی بحثوں میں الجھے ہوئے تھے اور امت کو فرقوں میں مقتسم کر رہے تھے اس وقت صوفیوں نے مسلمانوں کو توحید اور یک نگاہی کا درس دیا۔
- ۱۱۔ جب فقہاء مسلمانوں کو آپس میں لڑا رہے تھے اس نازک دور میں صوفیوں نے ان کو محبت اور ہمدردی کا درس دیا۔

- ۱۲۔ فقہاء اور متكلمین نے مسلمانوں کو کافر تک کے فتوے لگائے مگر صوفیاء کرام نے اپنی پاکیزہ زندگی کے ذریعے کافروں کو مسلمان بنایا۔
- ۱۳۔ فقہاء، متكلمین اور معتزلہ نے مختلف مذہبی گروہ بنانے کے شیرازہ ملیٰ کو منتشر کر دیا مگر صوفیاء نے سب مسلمانوں کو جام و حدت پلایا۔
- ۱۴۔ علماء و فقہاء بادشاہوں کا قرب حاصل کرتے رہے مگر صوفیاء دربار شاہی سے الگ تھلک رہ کر ملوکیت کے مفاسد بیان کرتے رہے۔
- ۱۵۔ جب علماء بادشاہوں کو خوش کرنے کے لیے تاویلات میں مشغول تھے اس وقت صوفیاء بادشاہوں کو خوف خدا کا درس دیتے رہے۔
- ۱۶۔ معتزلہ، متكلمین اور حکماء نے اپنا وقت ذات و صفات باری تعالیٰ کی بخشوں میں ضائع کیا۔ صوفیاء نے کہا خدا کے باب میں بحث فضول و من نوع ہے خدا منطق کے ذریعے نہیں مل سکتا آئینہ قلب کو صاف کروتا کہ اس کا دیدار ہو سکے۔
- ۱۷۔ علماء نے دینی کتابیں لکھیں صوفیاء نے وہ آدمی تیار کئے جنہوں نے ان کتابوں کے احکام پر عمل کر کے انقلاب برپا کیا۔
- ۱۸۔ علماء (متكلمین، معتزلہ، حکماء) نے صرف دماغ کی آپیاری کی صوفیاء نے دماغ کے ساتھ ساتھ دل کی تربیت اور اصلاح کا فریضہ بھی انجام دیا اور یہ بات محتاج بیان نہیں کہ اسلام میں اصلی چیز دل ہے نہ کہ دماغ۔ اگر دل فاسد ہو جائے تو دماغ کا فاسد ہو جانا یقینی ہے۔ چنانچہ سر کار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ: آگاہ ہو جاؤ انسان کے جسم میں ایک عضو ہے اگر وہ فاسد ہو جائے تو سارا جسم (انسان) فاسد ہو جائے گا اور اگر وہ صالح ہو جائے تو سارا جسم صالح ہو جائے گا اور وہ عضو قلب ہے۔

۱۹-

علماء نے مسلمانوں میں گروہ بندی پیدا کی صوفیاء نے انسانوں کو "الْخَلْقُ عَيَّالُ اللَّهِ" کا درس دیا۔

۲۰-

علماء نے دلائل سے اسلام کی حقانیت کو واضح کیا صوفیاء نے مشاہدہ باطنی کے ذریعے سے اسلام کی صداقت واضح کی۔ لوگوں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ بشر حافی تو عالم دین نہیں پھر آپ ان کے پاس کیوں جاتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں کتاب اللہ سے آگاہ ہوں مگر بشر حافی اللہ سے واقف ہیں اس لئے انکا درجہ میرے مرتبے سے بڑھا ہوا ہے۔ (ماخوذ از تاریخ تصوف) الحمد للہ تصوف کے بارے میں شکوک و شبہات و سوالات کے جوابات جو اس وقت تک میرے پاس پہنچے تھے ان کے مدلل جوابات لکھنے کا سلسلہ اختتام کو پہنچا۔

### تجھیج و تحریر

احقر العباد خلیفہ محمد انبیاء صدیقی

مَوْلَائِيَ صَلَّیْ وَسَلِّمَ دَايِّنَّا اَبَدَّ

عَلَیْهِ حَیِّنِیکَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

## حضرت صاحب قبلہ عالم کے مفہومات کی ابتداء

(علماء کے وفد سے گفتگو)

ایشیاء میں بزرگان دین نے اسلام کیسے پھیلایا

عرب کی ضلالت زدہ بستیوں اور قفرمذلت میں ڈوبی انسانی تصویروں کو آفتاب نبوت نے جس شفقت و رأافت اور فیضان کی ہمہ گیر و سعت سے راہنمائی فرمائے گر عظمت و عافیت، دانش و طہارت کی منزل بخشی اور ضلالت کے اندر ہیروں میں ہدایت کے چراغ روشن فرمائے گر متعدد حیات کی تکمیل فرمائی تاریخ عالم میں وہ ایک منفرد اور درخششہ عنوان ہے۔ یہی عنوان تدوین تاریخ گئی جان اور بنیاد ہے۔

فیضانِ نبوت کے جلوؤں کو سینے اور دل کی پہنائیوں میں جذب کرنے والے اہل صدق و طہارت کے ہر گوشہ آفاق میں پہنچ کر انسانی زندگی کی سیرت کے خدوخال کی تعمیر اور دلوں کی تنجیر میں مصروف ہو گئے اس بنیادی دعویٰ کی توثیق و تصدیق کے لیے ایشیاء کے ویرانے اور صحرائیں کیفیت حیات سے بے خبر انسانی بستیاں ایمان افروز اسلام انگیز انقلاب سے روشن ہو کر بہان اتم بن گئیں۔ ان قدسی پیکر ان صدق و صفائے اپنے نور باطن، ایمانی فراست، خلق و مروت، زہد و طہارت اور توکل و تبتل کی شمع سے شاہراہ حیات کو منور کر کے مالک حقیقی سے پھیڑے ہوئے انسانوں کو دعوت پرواzdے کر قرب کے مقام کی راہنمائی فرمائی۔

صوفیاء اہل اللہ یعنی اللہ کے فقیروں اور نبی پاک ﷺ کے سفیروں نے علم و عمل کے زور سے کہیں زیادہ توت نگاہ سے دلوں کے قلعے رام کئے۔ اور ان میں خلُقِ محمدی کے چراغ جلائے۔ باطل کے نقش مٹائے، پیشانیوں کو حق کی بارگاہ میں جھکا کر سجدہ ریزی کا ذوق عطا کیا جس کے نتیجہ میں کفر کی تاریک راتوں میں ضیاء اسلام کا سورج طلوع ہو کر عقائد کے ویرانوں کو تعلیمات قرآن یعنی سیرت محمدی کے گلہائے رنگیں سے آباد فرمانے لگا۔ بت خانوں میں بھی توحید و رسالت کے گیت گائے جانے لگے۔ جل

وفریب، فسق و افتراء، لوث مار، قتل و غارت، طبقاتی اختلاف، اونچ بیچ کی امتیازی سرحدوں کو حسن اخلاق اور عمل کے تقدس سے محوك کے محبت، اتحاد، پیار و شفقت، ذوق عبادت، جذبہ اخوت، احساں مردوں کی حسین کرنوں کو شاہراہ حیات پر بچا دیا۔ جوانوں، بزرگوں، ضعیفوں، توانا و ناتوان عورتوں، مردوں کو باشمور زندگی دی۔ ہندوستان کا سارا وطن بلکہ ایشیاء کا چپہ چپہ ان باخدا حق پرستوں کے فیضانِ نگاہ سے مالا مال ہوا ہے۔ وہ اولین و سابقین اگرچہ آج اپنی ظاہری حیات کے ساتھ ہم میں نہیں مگر ان کا روشن کیا ہوا چرا غہدایت اپنی تابانیوں کے ساتھ صبح قیامت تک دشتِ طلب کے مسافروں کی رہنمائی فرماتا رہے گا۔

آج دنیا بھر کی آسانیاں موجود ہیں۔ آسمان و زمین کے فاصلے سمت گئے، سمندر کا سینہ چاک ہوا، ماہتاب زیر دست آیا، انسان فلک پیائی میں کامیاب ہوا مگر سب کچھ ہوتے ہوئے دلوں سے دل بچھڑ گئے۔ انسانیت کے چہرہ پر غفلت، نفس پرستی، خود بینی، بے رحمی، بد عملی اور سنگدلی کے داغ نمایاں ہونے لگے۔ کیوں؟

صرف اس لیے کہ آج اس قوم نے اپنے محسنوں کی سیرت سے معنوی زندگی سنوارنے کا کام ترک کر دیا ہے اسلاف اور بزرگانِ دین کے اخلاق و کردار کی مطابقت کے بغیر سکون طمانتیت و جذبہ اخوت کا نور نہیں مل سکے گا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ان قدسی پیکر نفوس کے نقش پاک رہنمائے منزل بناتے ہوئے ان کے جلائے ہوئے چرا غنوں سے روشنی حاصل کی جائے اور ان ہی کی متعین کردہ راہوں پر چل کر پھر سے عظمتِ رفتہ کی بحالی کے لیے قوم کو تصوف کے جھنڈے کے نیچے سمجھا کیا جائے۔ دلوں کے قلعے محبت اور خلقِ محمدی کے نور سے ہی رام ہوتے ہیں اور یہ قوت صرف اہل تصوف صوفیاء کرام کے پاس ہے۔ (دسمبر ۱۹۸۲ء)

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ (بہار پھروں پر توجہ نہیں دیتی)

بہار پھروں پر توجہ نہیں دیتی بلکہ درختوں پر توجہ دیتی ہے۔ کیوں؟

"اس لیے کہ درختوں میں جڑ ہوتی ہے جڑ کے اندر قبولیت کی صلاحیت ہوتی ہے اس کے ذریعہ بہار کا فیض تنے تک اور تنے سے ٹھنپنے تک اور ٹھنپنے سے پھول تک پہنچتا ہے۔ درخت کا تعلق جڑ کے ساتھ جس قدر مضبوط ہو گا اسی قدر اس پر ہر یا نظر آئے گی۔ اس کائنات کے درخت کی جڑ سید الکائنات ﷺ ہیں۔ بہار اسی کا مقدار بنے گی جس کا تعلق سید الکونین ﷺ کے ساتھ مضبوط ہو گا اسی لیے کہا گیا ہے، پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ۔" (۱۲ اگست، ۲۰۱۰ء پنڈی)

فرض نمازوں کی قضائیے کی جائے یا قضاۓ نمازوں کو کیسے پورا کیا جائے

جس شخص کے ذمہ فرض نمازوں کی قضائیہ اس کے نوافل قبول نہیں ہوتے۔ نماز تجدید میں نوافل کی جگہ قضائیں پوری کریں۔ نماز عشاء اور نماز عصر کی سنت کی جگہ ان نمازوں کے قضاء فرائض پورے کریں اور نماز عشاء کے نوافل کے بجائے قضاۓ و ترپڑیں۔ جب قضائیں پوری ہو جائیں گی تو نوافل قبول ہوں گے۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد فجر کے قضائیں پورے کریں اور اسی طرح نماز عصر کی ادائیگی کے بعد عصر کی قضائیں پوری کریں۔ یہ جو مشہور ہے کہ نماز فجر اور عصر کے بعد نماز نہیں ہوتی اس سے مراد یہ ہے کہ نوافل نہیں ہوتے۔ قضائیں کو ادا کیا جاسکتا ہے۔ یعنی نفل نماز نہیں ہوتی۔

(راولپنڈی، اگست ۲۰۱۰ء)

☆ غلغاء کے لیے نماز تجدید بہت ضروری ہے نوافل کی تعداد مقرر نہیں ہے اس کے بعد مراقبے میں رہنا چاہیے۔ مراقبہ اسم ذات نماز فجر تک کیا جائے۔

☆ جب نماز پڑھیں تو اپنے آپ کو مسجد نبوی شریف میں تصور کریں اس لیے کہ مسجد نبوی شریف سے لے کر کعبے شریف تک امامت نبی اکرم ﷺ کی ہے۔

☆ کثرت نیندرویش کے لیے موت ہے۔

☆ جب بہار ختم ہوتی ہے تو ٹھنڈیوں کا رس جڑ کی طرف چلا جاتا ہے یعنی پانی اصل کی طرف چلا جاتا ہے۔ درخت کا اصل جڑ ہے۔ جڑ نہ ہو تو درخت ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اس کائنات کے درخت کی جڑ بنی اکرم ﷺ کی ذات ہے انسان جس وقت اسلام سے منہ موڑے تو اسلام کا نور جناب سرکار دو عالم ﷺ اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں جب بہار کا جوبن آتا ہے تو بہار پھر سے پتوں اور ٹھنڈیوں کو فیضیاب کرنا شروع کر دیتی ہے۔

نعت کب آزمائش بنتی ہے؟

دولت، جوانی، علم اور اقتدار ان چاروں نعمتوں کی پشت پر اگر کسی کامل شخچ کا ہاتھ نہ ہو تو یہ انسان کے لیے آزمائش کا سبب بن جاتی ہیں۔ ان کی مثال اس منہ زور گھوڑے کی ہے جس کی لگام کسی سوار کے ہاتھ میں نہ ہو۔

ایسے حالات میں یہ نعمتیں انسان کے مزاج میں تکبر پیدا کر دیتی ہیں۔ جس کے نتیجے میں انسان عجز و انکساری کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور وہ علم پر اعتماد کرتے ہوئے ہربات کو اپنی عقل سے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور جو بات اس کے عقل کے معیار پر پوری نہ اترے اس کا انکار کر دیتا ہے۔ اس انکار کا دائرہ جب دین کے معاملات بالخصوص عقائد کی سرحد تک وسیع ہو جاتا ہے تو گمراہی اس شخص کا مقدر بن جاتی ہے بھی حال دولت، جوانی، اور اقتدار کا ہے۔ یہ جب تکبر کا شکار ہو جائیں تو انسان حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حد بندیوں کو توڑ کر ظلم کی حد تک چلا جاتا ہے اس مقام پر انسان کو کسی کامل شخچ کی دعا و توجہ گمراہی اور زوال سے بچا لیتی ہے۔ اسی لیے صوفیاء کے ساتھ وابستگی ضروری ہوتی ہے تاکہ انسان خطرات و نقصانات سے محفوظ رہے۔ ایک بات کی وضاحت ضروری ہے جہاں بھی کامل شخچ کا لفظ بولا جاتا ہے اس

کے لیے صرف کسی شیخ (پیر) کی اولاد ہونا کافی نہیں ہوتا بلکہ علم، سلسلے کے ساتھ وابستگی، معمولات کی آگاہی اور پابندی کے ساتھ منازل سلوک طے کر کے صاحب اذن ہونا ضروری ہے۔ ان چاروں چیزوں کی کسی ایک ہی وجود میں موجودگی اور ان پر کسی شیخ کی راہنمائی اور پیشانی میں سجدوں کا نور زندگی کو قابل فخر بنادیتا ہے۔ اور یہ اعزاز تصوف کے ساتھ گھری وابستگی کے بغیر نصیب نہیں ہوتا۔ (اے ایف آئی سی میں ڈاکٹروں کے ساتھ گفتگو، ۲۰۱۲)

### پیر کے ساتھ سچی محبت کی علامت

برطانیہ روائی سے قبل آپ نے فرمایا (جولائی ۲۰۱۳ء)

اپنے پیر کے ساتھ محبت یہ ایک دعویٰ ہے۔ سچی محبت کی علامت یہ ہے کہ پیر کے بتائے ہوئے معمولات پر عمل کیا جائے۔ ذکر، فکر، اور نماز کی پابندی کریں۔ غفلت سے دوری اور بیداری کو اپنا معمول بنائیں ہر وقت باوضور ہنہ کی کوشش کریں۔ جب فارغ اور تنہا ہوں اس وقت تصور شیخ کے ساتھ مراقبہ کریں تا کہ اس میں پختگی ہو جائے اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ تمام وسوسے ختم ہو جائیں گے اور قرب میں اضافہ ہو گا اور خوابوں کی دنیا سے نکل کر پیر کے ساتھ ہم کلامی نصیب ہو گی۔ جب اس پر استقامت نصیب ہو تو اس کے بعد اگلا قدم اٹھانے کا طریقہ بتایا جائے گا۔

- ۱۔ ایک پارہ روزانہ قرآن پاک کی تلاوت یا کم از کم ایک رکوع بلاناف آپ کا معمول ہونا چاہیے۔
- ۲۔ درود شریف سید الاوراد ہے اس کی کثرت کریں۔ یہ بارگاہ سید الکوئین میں قبولیت کی سند

ہے۔

- ۳۔ "یا حی یاقوم" بعد نماز عشاء کم از کم ایک سو مرتبہ پابندی سے پڑھیں اس سے مومن کو استقامت کی دولت میسر آتی ہے۔

۳۔ فخر کی نماز کے بعد سورۃ فاتحہ کم از کم آکتا یہس بار اور یا اللہ یا رحمٰن یا رحٰم ایک سو مرتبہ بندے کو فکر معاش سے آزاد کر دیتا ہے۔

تمام خلفاء ختم خواجگان اور نماز تہجد کی پابندی کو اپنے اوپر لازم صحیحیں۔

(۷ جولائی ۲۰۱۳ء آستانہ عالیہ ڈھونک شیعیہ یاں والپنڈی)

تقطیم رحمت، حصول مغفرت نبی ﷺ کی نسبت کے ساتھ مشروط ہے۔

آپ حضرات جس عقیدت، محبت اور خلوص کے ساتھ یہاں تشریف لائے ہیں یہ تقطیم رحمت اور حصول نجات کا ایک بہانہ ہے۔ اللہ رب العالمین اپنی ساری خلائق کے ساتھ پیار کرتا ہے۔ مگر اس پیار کی نوعیت جدا جد اہے۔ یہ نہ سوچیں کہ گنہگار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پیار نہیں ہے بلکہ بعض صوفیائے کرام نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ بھیتیت مخلوق و ملکیت اللہ تعالیٰ کافر کے ساتھ بھی پیار کرتا ہے اسی لیے اس نے دل دماغ اور عقل کی نعمت کافر کو بھی دی ہے۔ چونکہ ان کے ساتھ ان کے عقل کی سمت درست نہیں ہے اس لیے محبت کی دولت انہیں نصیب نہ ہو سکی۔ اس دولت کو جس کے نتیجے میں مغفرت و نجات کا سامان میسر آتا ہے اللہ تعالیٰ نے صرف اور صرف نبی اکرم ﷺ کی محبت اور غلامی کے ساتھ مشروط رکھا ہے اس میں مردوخواتین کی تخصیص نہیں ہے۔ جو تقویٰ کی دولت حاصل کرنے میں سبقت لے گیا وہی بلند ہوتا گیا اسی لیے اللہ رب العالمین کافرمان ہے میرا محبوب تم کو کتاب کا علم اور حکمت کی تعلیم کے ساتھ تمہیں پاک بھی کرتا ہے۔ دل دماغ کی پاکیزگی روح تن و من کی پاکیزگی، خیالات، احساسات و نظر کی پاکیزگی بھی عطا کرتا ہے۔ ان تمام چیزوں کو اللہ کریم نے نبی اکرم ﷺ کی محبت اور غلامی (اتباع) کے ساتھ وابستگی سے مشروط رکھا ہے۔

یہ بات اچھی طرح یاد رہنی چاہیے کہ آگے آخرت ہے پیچھے دنیا ہے اور درمیان میں مومن مسافر ہے۔  
ہمارا سفر جس طرف جاری ہے ہمارا خیال ہماری نظر اس کی طرف رہنی چاہیے۔ اس لیے کہ وہی ہماری  
منزل ہے جو منزل ہوا سی کے ساتھ تعلق رکھنے والے اسباب پر توجہ رہنی لازمی ہے۔

مگر یہ عجیب بات ہے کہ انسان کا سفر قیامت کی طرف ہے اور اس نے اپنا منہ دنیا کی طرف کیا ہوا ہے اس  
کو اس بات کی خبر نہیں کہ دنیا ایک سایہ ہے یہ پیچھا کرنے سے ہاتھ نہیں آتا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اس کی  
طرف پیٹھ پھیریں جوں ہی آپ اس کی طرف پیٹھ پھیر کر اپنا سفر قیامت کی طرف جاری رکھیں گے آپ  
دیکھیں تو سہی ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ (جس نے اللہ پر توکل کیا اس کے لیے وہی  
کافی ہے)

پورے اعتماد اور توکل کے ساتھ چلنے والے مسافر! سایہ تمہارے پیچھے پیچھے آئے گا۔ آپ اولیائے کرام  
کو دیکھیں جنہوں نے دنیا سے منہ موڑ کر اپنے مالک کو ہی سب کچھ جانا۔ دنیا ان کے قدموں میں ہے بلکہ  
ان کے پیچھے پیچھے چل رہی ہے۔ اس راز کو صرف اللہ کے بندے ہی سمجھتے ہیں۔ اور جو لوگ محبت و  
عقیدت کا رشتہ ان کے ساتھ قائم رکھتے ہیں انہیں بھی سمجھادیتے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ اس جہان میں  
رہ کر قیامت کا سامان جمع کرنے والے لوگ خوش نصیب ہیں صحت و جوانی، عقل و ہوش کے ہوتے  
ہوئے جو شخص اپنی عاقبت سے غافل رہے وہ شخص مومن تو ہے مگر ناقص مومن ہے۔ اور خسارے کی  
زندگی بسر کر رہا ہے۔

قیامت کی میاجی، ندامت و حرمت سے بچنے کے لیے اپنی زندگی نبی پاک ﷺ کی محبت، اتباع سنت،  
استقامت اور تصوف کی آگاہی رکھنے والے بندوں کی نسبت اور ان کے معمولات کی روشنی میں گزاریں  
مومن کی زندگی پھل دار درخت کی مانند ہے جس کو حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے درخت اپنی حفاظت  
خود نہیں کر سکتا۔ "كونوا مع الصادقين" میں یہی حکمت ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين -

(راولپنڈی ۲۰۰۹ء)

## تصویر شیخ کی اہمیت (شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی نظر میں)

حضور مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر بہت زور دیا ہے اس سلسلے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ کا یہ فرمان بطور خاص مشہور ہے۔

<sup>١</sup>"اذا غاب عنه صورت الشیخ فتخیل صورته بین عینیہ علی وجه المحبة والتعظیم  
فتتفید صورته ما تفید صحبته"

"جب مریدِ محب اپنے شیخ سے دور ہو جائے اور یہ ظاہری آنکھیں نہ دیکھ سکیں تو جس طرح سامنے ادب سے بیٹھتا تھا اسی طرح ادب سے بیٹھے اور اپنے پیر کی تصویر کا تصور کرے تو جو چیز پیر کی محفل میں ملتی ہے وہ پیر کے تصور سے بھی مل جاتی ہے۔"

جتنے بھی صاحبِ کمال لوگ ہیں جب یہ خاموش ہو کر پیر کا تصور کر کے بیٹھتے ہیں تو پاکیزہ رو حسین ان کی مدد کے لیے آجائی ہیں اور مشکل کا حل بتاتی ہیں۔ یہ صاحبِ مقام لوگوں کا حصہ ہے تمام لوگوں کا حصہ اتنا ہی ہے کہ یادِ محبوب کے چراغ کی روشنی میں سفر طے ہوتا رہے۔

## ایک مخصوص وظیفہ

وظیفہ تھوڑا ہو یا زیادہ اس کے اثرات اسی وقت مرتب ہوتے ہیں جب اس کو پابندی سے ہمیشہ پڑھا جائے درود شریف ہر آدمی کو ہمیشہ پابندی سے پڑھنا چاہیے۔ ایک اور وظیفہ جو بہت مقبول اور غیر مشہور ہے۔ بہت کم لوگوں کے علم میں ہے اور وہ ہے "یا حیی یا قیوم بک، استغیث لا الہ الا انت" اس کی کم از کم تعداد اکتالیس ہے۔ یہ خواص کا وظیفہ ہے۔ اور خواص ہی اپنے معمول میں رکھتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک صحابی کو بتایا تھا۔

## خلفاء کے معمولات

جن خلفاء کو ذمہ دار یاں سونپی جاتی ہیں ان کے معمولات سادہ اور عام ہیں مگر ان کی پابندی ضروری ہے۔

- ۱۔ فرائض کی پابندی: بالخصوص نماز بجماعت کی پابندی کریں۔ علماء اور خلفاء کو اس میں سستی نہیں کرنی چاہیے۔
- ۲۔ نماز اوابین: عام لوگ چھے رکعت پڑھتے ہیں خلفاء کو اوابین دس رکعت پڑھنی چاہیے۔
- ۳۔ نماز تہجد: چار رکعت، بارہ رکعت، اگر طبیعت راغب ہو تو بارہ رکعت نماز تہجد پڑھنی چاہیے۔ مگر طبیعت پر جبر کر کے نہ پڑھیں تاکہ خلوص اور سکون میسر آئے۔ بندگی مجبور ہو کر نہیں بلکہ مسرور ہو کر کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ مجبور کے سو نفل اور مسرور کے دو نفل برابر ہوتے ہیں۔ یہ قانون صرف نماز نفل کے لیے ہے فرض نماز ہر حال میں پڑھنی ہی پڑھنی ہے طبیعت مانے یا نہ مانے۔
- ۴۔ تلاوتِ قرآن: جو لوگ قرآن پڑھ سکتے ہیں انہیں چاہیے کہ کم از کم ایک رکوع ضرور پڑھیں روزانہ یہ کم از کم مقدار ہے۔
- ۵۔ اشراق کی نماز: چار نوافل، ہر رکعت میں سورہ اخلاص تین تین بار یا جو بھی قرآن پاک سے پڑھنا چاہیں۔
- ۶۔ نماز عصر کی چار سنت غیر موکدہ: فرضوں کے پہلے حتی المقدور کو شش کریں۔ جن لوگوں کی زندگی میں نمازیں قضا ہوئی ہیں وہ اس جگہ قضاء فرائض پورے کریں۔
- ۷۔ مراقبہ اسم ذات: نماز تہجد کے بعد مراقبہ اسم ذات کا بہترین وقت ہے سلسلہ نقشبندی کے اکابرین نماز عصر اور نماز تہجد کے بعد مراقبہ اسم ذات کی پابندی کرتے آئے ہیں۔
- ۸۔ ختم خواجگان اور محفل ذکر: ہمارے ہاں نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد ختم خواجگان شریف پابندی سے پڑھا جاتا ہے اور یہی سلسلہ نقشبندیہ کے اکابرین کا معمول ہے اور اگر ایک ہی آدمی نے ختم شریف پڑھنا ہے تو دن رات میں (چوبیس گھنٹے میں) پورا کر لیں اور دعا سے قبل شجرہ شریف ضرور پڑھ لیں تاکہ سلسلے کے اکابرین کی روحلیں اس طرف متوجہ رہیں۔

## نماز با جماعت کا بیان اور ایک غلطی کی نشاندہی

نماز با جماعت اور پہلی رکعت کی پہلی تکبیر جس کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں اس کو قضانہ ہونے دیں اس کا بہت بڑا مقام ہے۔ آج کل تو علماء جو غیر متqi ہیں کافیوں کے ساتھ ہاتھ لگانے کی کوشش نہیں کرتے۔ حکم یہ ہے کہ کافیوں کے ساتھ انگوٹھا لگا گا اور منہ سے نکلے "اللہ اکبر" اکبر کی آواز کے ساتھ ہی ہاتھ نیچے گرا کر ناف کے نیچے باندھ لیں۔ جوں جوں وقت گزر تاجرہا ہے اعمال میں، بیان میں، اتباع اور سنت کے احترام و اہتمام میں کمزوری، کوتاہی، عدم توجہ اور لاپرواہی غالب ہوتی جا رہی ہے۔ مقبول امر یہ ہے کہ انگوٹھا کان کے ساتھ لگا رہے اور کہیں "اللہ" اور جب منہ سے کہیں "اکبر" تو مقام ادب یہ ہے ہاتھوں کو نیچے گردیں تاکہ ہاتھوں کے اندر موجود عاجزی کا عمل ظاہر ہو جائے۔ اسی طرح جب سجدے میں جائیں تو اللہ اکبر پڑھتے پڑھتے نہ جائیں بلکہ بیٹھے ہوئے کہیں اللہ اور جب اکبر کہیں تو سجدے میں چلے جائیں اور جب سجدے سے اٹھیں تو سر اٹھا کر اللہ اکبر نہ کہیں بلکہ سجدے میں کہیں اللہ اور جب منہ سے اکبر نکلے تو سر اٹھا لیں۔ کیونکہ آپ اس وقت سب سے بڑے کی بڑائی بیان کر رہے ہیں۔ اس وقت مقام تعظیم یہ ہے کہ اگر آپ کاسر اٹھا ہے تو جھک جائے اور اگر جھکا ہے تو اٹھ جائے۔ اکبر کا نور گرے ہوئے کو اٹھا دیتا ہے گویا کھڑے ہو تو جھک جاؤ اگر جھکے ہو تو اٹھ جاؤ۔ مومن کی ہر ادا ادب کی پہچان ہوئی چاہیے۔ یہ باتیں آپ کو پرانی لگ رہی ہیں مگر سامانِ نجات پر انی باتوں میں ہی ہے۔ (دربار شریف: ۲۰۱۳)

ایک اور موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا:

"دنیا کی چیز خریدنا ہو تو جدید چیز خریدیں اور اگر دین کے متعلق کوئی بات معلوم کرنا چاہیں تو اپنے بڑوں سے معلومات حاصل کریں یا ان کے عمل دیکھیں انہوں نے اپنے بڑوں کو کیا کرتے ہوئے پایا۔ کیا وہ بلند آواز سے ذکر کرتے تھے یا نہیں؟"

کیا وہ مزارات پر حاضری دیتے تھے یا نہیں؟ یقیناً انہوں نے یہ ساری باتیں اپنے بڑوں سے سیکھی تھیں  
جن کے ایمان پختہ تھے۔ (بھبہر ۱۹۸۷ء)

اللہ تعالیٰ سے گُرب حاصل کرنے کا طریقہ (علیہ کے اعلیٰ افسران سے گفتگو)

اللہ رب العالمین کا یہ وعدہ ہے کہ اگر آپ میری طرف آئیں گے تو میں آپ کے قریب ہو جاؤں گا۔ تم ایک قدم آؤ گے تو میں دس قدم آؤں گا اگر تم چل کر آؤ گے تو میں اس سے بھی تیز تمہاری طرف آؤں گا۔ یوں بندہ جب قلبی طور پر رب کی طرف رجوع کرے تو اللہ تعالیٰ بہت جلاس کو اپنے قریب کر لیتا ہے اور جب وہ کسی کو قریب کرنا چاہے تو اس کو پہلے مدینہ شریف کا راستہ دکھاتا ہے تاکہ میرے قرب کے آداب، میرے رازوں کی خبر اور میرے قریب پہنچنے کی صلاحیت اور سلیقہ سیکھ کر آؤ۔ صوفیائے کاملین نے یہی بتایا ہے کہ سر اور دل، ایک زندگی کے لیے اور ایک بندگی کے لیے۔ ایک حصہ کعبے کے لیے ایک حصہ مدینے کے لیے۔ چونکہ کعبہ خدا کا محبوب نہیں جناب محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے محبوب ہیں۔ دل کو محبوب کی طرف رکھنا اس لئے کہ محبوب سر میں نہیں ہوتا، دل میں ہوتا ہے۔

دل مدینہ شریف کی طرف اس لیے رکھو کہ وہ محبوب کی آرام گاہ مدینہ میں ہے۔ محبوب سر میں نہیں ہوتا دل میں ہوتا ہے۔ جہاں محبوب ہے وہاں زندگی تو نتیجہ یہ ہوا کہ بندگی کے لیے کعبہ شریف زندگی کے لیے مدینہ شریف۔

پہلے زندگی چاہیے تاکہ سر بندگی کے قابل ہو۔ صرف بندگی کا نقش قائم کرنا ہے تو کعبہ شریف ہے اور زندہ رہنا ہے تو مدینہ شریف ہے۔ اس بات کو عاشق ہی سمجھتے ہیں باقی مسئلے مسائل کیا ہیں جو لوگ جاب میں ہیں وہ سمجھتے نہیں اور جن کے پردے اٹھ گئے ہیں وہ بھولتے نہیں۔ میں اگر پانچ سو دلیل دوں کہ شکر میٹھی نہیں تو جو لوگ شکر کھاچکے ہیں وہ میری بات کیسے مانیں گے۔ اسی لیے سیدنا صدیق اکبرؒ سے کسی نے

عشق کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ چکھے بغیر سمجھ میں نہیں آتی اور جس نے چکھ لیا وہ سمجھا نہیں سکتا اس قول کا ترجمہ صاحب اخبار الاحیار نے یوں کیا ہے:

ایسے نہ شناسی بحمد اتنہ چشی

یہ وہ شراب ہے جس کا گھونٹ پے بغیر سمجھنا مشکل ہے جو سمجھ گیا وہ سمجھا نہیں سکتا۔ اس لیے یہ عمل کا مسئلہ ہے قول عمل میں تحلیل ہو سکتا ہے عمل قول میں تحلیل نہیں ہو سکتا۔ عمل اور چیز ہے قول اور چیز ہے۔  
(دربار شریف، ۲۰۱۳)

### تبیح کا استعمال

ذکر و ظائف کے لیے مبتدی کو سودا نے والی تبیح اپنے پاس رکھنا چاہیے۔ یہ اکابرین کی سنت ہے۔ علماء و مفسرین نے اس کو آئندہ ذکر لکھا ہے جب بھی آپ تبیح کے بغیر وظائف پڑھیں گے آپ مقررہ تعداد پوری نہ کر سکیں گے تبیح آپ کو خبر دیتی ہے کہ آپ کی منزل ابھی کتنی باقی ہے۔

(نیریاں شریف: ۲۰۱۳ء)

### تصور شیخ کا طریقہ و فائدہ

ایک خط کے جواب میں آپ نے ایک آدمی کو لکھا۔

"تصور شیخ کی آسان تشریح و مختصر توضیح یہ ہے کہ اپنے شیخ کے ساتھ انتہائی محبت، تعظیم کے پیش نظر اپنی دونوں آنکھوں کے سامنے پیر کی صورت کو حاضر خیال کر کے اس سے استفادہ کرے۔ اس کا عظیم فائدہ جملہ فاسد، تکرات، ناہموار و نازیبا تخیلات جو قوت نفسانیہ کے متحرک ہوتے ہیں سے رہائی حاصل کر کے صرف ایک ہی صورت میں منہمک و مستغرق ہونا ہے۔ جناب رومی علیہ الرحمۃ نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے:

کن بدیں گونہ تصور دم بدم

## من نہ کیا راست از سرتاقدم

بیعت کیا ہے؟ اور کیوں کی جاتی ہے؟

بیعت کی کئی اقسام ہیں مگر یہ بیعت گزشته گناہوں کی معافی اور اس کے بعد والی زندگی صوفیائے کرام کے معمولات کی روشنی میں گزارنے اور دل کارخ اللہ جل شانہ، اور اللہ تعالیٰ کے محبوب پاک کی طرف اور رحمت کارخ اپنی طرف پھیرنے کے لیے شیخ گوپنار ہنما و مرشد تسلیم کرنا ہے اس لیے اس بیعت کو بیعت توبہ کہا جاتا ہے چونکہ اس کے بعد شیخ کی ہدایات پر چلنے سے دل کو جو روشنی ملتی ہے اس سے انسان قرب حق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ گویا حق کی منزل تک رسائی کے لیے بیعت پہلا قدم ہے۔ اس توبہ کے بعد ایسا انسان لباسِ دنیا میں رہ کر بھی روحانی طور پر مسرور رہتا ہے۔ کاروبار جہاں میں رہتے ہوئے بھی ایسے شخص کے دل کا ساز بچتا ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ دل کا ساز جب روح کے تابع ہو کر بجے تو اپنے محبوب کے سوا کوئی نظر نہیں آتا۔ ایسے حال میں بندے کے لیے عروج ہی عروج ہے اس مقام پر اگر کسی کا کوئی مرشد نہ ہو تو یہ دل روح کے بجائے نفس کے تابع ہو جاتا ہے اور انسان خواہشات نفسانی میں اس طرح جکڑ جاتا ہے کہ اس سے انسان کی اصل منزل غائب ہو جاتی ہے اور بندے کی پستی وزوال کا دور شروع ہو جاتا ہے دنیا کی ہر نعمت ہاتھ میں ہوتے ہوئے بھی انسان بے سکون زندگی گزارتا ہے۔ اگر انسان کو توبہ نصیب ہو جائے تو اس توبہ کی برکت سے جب دل و روح دونوں اکٹھے ہو کر یادِ الہی شروع کر دیں تو پستی وزوال کا دور ختم ہو کر عروج و کمال کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔

ذلت و رسائی کا دور ختم ہو کر نور سر و سکون والی زندگی کا آغاز ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ صوفی پریشان نہیں ہوتے۔ صوفیا کو صرف ایک ہی پریشانی ہوتی ہے کہ ہم سے ہمارا محبوب ناراض نہ ہو جائے اس لیے وہ زندگی کے ہر لمحے قدم پھونک پھونک کر چلتے ہیں ان کا محبوب کون ہے؟ (اللہ اور اس کا رسول ﷺ)

صوفی کون ہوتا ہے؟

صوفی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے دل کا سارا نظام اللہ رب العالمین سے وابستہ کر دیا ہو اور ایک لمحہ کے لیے اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو۔ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے ساری زندگی خربوزہ صرف اس لیے نہیں کھایا کہ ان کے سامنے ایسی روایت نہیں تھی جس سے یہ معلوم ہو کہ نبی پاک ﷺ نے خربوزہ کس طرح استعمال فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ مجھ سے غلطی نہ ہو جائے۔ احتیاط کے اس معیار کے ساتھ زندگی گزارنے والوں کو صوفی کہتے ہیں۔

اپنی مرضی سے زندگی گزارنا، کبھی ذکر کبھی نماز کبھی تسبیح اور کبھی بالکل ہی ترک کر دینا یہ اور زندگی ہے۔ محبوب کی ادواں میں ڈوب کر زندگی گزارنا یہ اور زندگی ہے انسان جب اپنا ہاتھ کسی کا مل شیخ کے ہاتھ میں دے کر توبہ کے بعد اپنی نئی زندگی کا آغاز کرتا ہے تو پھر اس کی اپنی مرضی نہیں رہتی بلکہ محبوب کے تابع ہو کر زندگی گزارنا پڑتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی ان کا ہی کرم ہے کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف چلنے ہی نہیں دیتے۔ ورنہ ہم کون ہوتے ہیں کہ ان کی مرضی کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ آپ اپنی مرضی ان کی مرضی میں گم کریں وہ خود ہی سنبھال لیں گے۔ اسی لیے یہ مقولہ مشہور ہے "المريد لا یرید" مرید وہی ہے جس کی اپنی مرضی اپنے مالک کی مرضی میں گم ہو جائے۔ یہ سب برکات بیعت ہونے کے بعد بندے کی طرف منتقل ہوتی ہیں۔ یہی بیعت کا اصل مقصد اور "کونوا مع الصادقین" کا

(برنالہ، نومبر ۲۰۱۳)

مدعا ہے۔

**بندے کی قیمت، اس کے ذوق کے معیار کے مطابق ہے**

یہ بات یاد رکھیں کہ بندے کا لباس، اس کی نشست و برخاست غربت و امارت، صحت و جوانی، ان سب چیزوں کی اللہ رب العالمین کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں۔ اللہ کی بارگاہ میں بندے کا ذوق اور اس کا معیار دیکھا جائے گا۔ اگر آپ کے ذوق پر دنیا غالب ہے تو استغفار کی کثرت کیا کریں اور اگر دین کا غائب ہے تو ہر وقت اللہ کی بارگاہ میں اپنے ذوق کی سلامتی کی دعا کریں تاکہ جو ہمارے مناسب حال ہے اس کی

حافظت ہوتی رہے۔ حضرت سہل تتریؓ یہاں ہو گئے ساتھیوں نے عرض کیا اجازت ہو تو طبیب کو لے آئیں۔ آپ نے فرمایا۔ میرا طبیب روزانہ مجھے دیکھتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ پھر وہ کیا کہتا ہے آپ نے فرمایا۔ وہ کہتا ہے "فعال لما یرید" اس مقام تک ہماری رسائی نہ بھی ہوتا بھی ان ہی لوگوں کی صحبت "کونوا مع الصادقین" کی غرض کو پورا کرتی ہے اور ان کا نقش قدم ہی نجات کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

(۷ ادسمبر ۲۰۰۷ء راولپنڈی)

### دو جہاں کا عروج سجدہ ریزی میں ہے

اللہ رب العالمین جس شخص پر راضی ہوتا ہے تو اس کے بدلتے میں بندے کو اپنا ذکر اور لذیذ و لطیف سجدوں کی سوغات عطا فرماتا ہے۔ سید العالمین ﷺ نے فرمایا۔ قیامت کے دن میرے امتیوں کی پیچان یہ ہو گی کہ ان کے چہرے سجدوں کے نور کی وجہ سے چاند کی چاندنی سے زیادہ روشن ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور نبی پاک ﷺ کی ادائیں میں ڈوب کر جینے کا اسلوب اہل محبت اور اہل سنت ہی ادا کرتے ہیں۔ نوجوانی کے دور میں جسم و جان کی ساری صلاحیتیں اور قوتیں اکٹھی کر کے سر میں اور سر سے پیشانی میں جمع کریں۔ اب اس پیشانی کو سجدے میں لے جا کر "سبحان ربی الاعلیٰ" کی صد بلند کرنے والا شخص جب کہتا ہے "سبحان ربی" تو عرش کی بلندی سے آواز آتی ہے "لبیک عبدی" پوری صفائی کے اندر کھڑے لوگ "سبحان ربی" کہتے ہیں مگر وہ جواب صرف اسی شخص کو دیتا ہے جو دل سے اپنے رب کو مخاطب کر کے پڑھتا ہے۔

ذرائع فرمائیں جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو مخاطب کر کے فرمائے، اے میرے بندے تو کتنا بڑا عزاز ہے۔ قیامت کی خوشیاں پیچھے رہ جاتی ہیں۔ عاشق لوگ اللہ کے دیدار میں ڈوبے رہتے ہیں۔ اصل دولت، نسبت، اور عشق ہے اگر یہ لطفتیں مل جائیں تو اصل زندگی ہے ورنہ یہی زندگی شرمندگی ہے۔ اللہ کا ذکر چھوڑ کر غفلت میں وقت گزارنا اور ہر وقت دنیا جمع کرنے کے لیے سوچتے رہنا ایک دوسرے سے بالا و

برتر ہونے کی فکر بندے کو اپنی اصل منزل سے دور لے جاتی ہے۔ آپ لوگ ڈاکٹر ہیں جس طرح امراض جدا جد اہیں اسی طرح معاش بھی جدا جد اہیں۔ جس طرح ڈاکٹر مختلف طریقے تجویز کرتا ہے فرق یہ ہے کہ صوفی کا نجکشن کندھے یا کلائی پر نہیں ہوتا بلکہ دل پر ہوتا ہے۔ اس کے بعد دل کے اس بیمار کو جو صحت ملتی ہے وہ رب کی بارگاہ میں جھکائے رکھتی ہے۔ اب اس کی زبان سے "سبحان ربی الاعلیٰ" کی صدائیں ہوتی ہے۔ یہی درویش کا کام ہے اسی لیے درویش کی نسبت بندے کو بھٹکنے نہیں دیتی۔ صاحب علم کامل درویش کے ساتھ نسبت ضرور رکھیں۔ (فیصل آباد: دسمبر ۲۰۱۳ء)

### وسوے

**سوال:** حضور میرے وسوے ختم نہیں ہوتے؟

**جواب:** فضول خیالات ختم کرنے کے لیے دو جہاں سے علیحدہ ہونا پڑتا ہے ایسا کہ سکو گے؟ اگر خود ایسا نہیں کر سکتے تو کسی ایسے شخص کا دامن مضبوطی سے پکڑو جس کی نظر میں اپنے محبوب کے سوا دو جہاں کی کوئی قیمت نہ ہو۔ (بمقام: ڈویال امب، نومبر ۲۰۱۳ء)

### نعت اور محفل نعت

اس عنوان پر آپ نے مختلف موقع پر جوار شادات فرمائے ان کو یکجا کر دیا ہے آپ نے فرمایا۔ نعت کو ذریعہ معاش نہیں بنانا چاہیے نعت کو صرف نعت والے کی توجہ حاصل کرنے اور ان کی رضا کے لیے پڑھنا چاہیے۔ اس دور میں جو محفل نعت منعقد کی جا رہی ہیں میں ان کا تاکل نہیں ہوں۔ لاکھوں روپے نعت خوانوں کی مجلس میں لگا دینا کون سی دانشمندی ہے۔ آپ لوگوں کو اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے تو یہ رقم جمع کر کے بڑے بڑے ادارے بنائیں جن میں قرآن، تفسیر، قرآن، فقہ، اصول فقہ، درس حدیث، اصول تفسیر، فلسفہ، درس قرآن، درس بخاری اور درس مثنوی سننے کے لیے سینکڑوں ایمان والے دامن دل بچا کر بیٹھے ہوں۔ کیا خوبصورت تجارت نہیں؟ ایک آدمی ڈھونڈ کر لاو اور مجھے دکھاؤ جو

نعت سن کر نمازی بنا ہو۔ اکثر نعمت خواں بے نماز ہوتے ہیں۔ سگریٹ پیتے ہیں، آوارہ پھرتے ہیں۔ آوارہ گفتگو کرتے ہیں پابند شرع نہیں ہوتے اور استحچ پر عاشق رسول بن کر چڑھ جاتے ہیں۔ یہی عشق رسول ہوتا ہے ایک آدمی مجھے دکھادو جس نے نعمت سن کر گناہوں سے توبہ کی اور رات کے پچھلے پھر اٹھ کر آنسو بہانے کا طریقہ سیکھا ہو۔ یہ چیزیں قرآن و حدیث اور درس تصوف سے ملتی ہیں۔ صوفیاء کی محافل میں ملتی ہیں۔ نام کا صوفی نہیں کام کا صوفی جو خود اللہ کی بارگاہ میں روتا ہو اور دوسروں کو رلانا جانتا ہو۔

﴿وَالّذِينَ يَبْيَثُونَ لِرَبِّهِمْ سُجْدًا وَقِيَامًا﴾

ترجمہ: اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام کی حالت میں رات گزارتے ہیں۔  
(فیصل آباد ۲۰۱۳ء)

ایک اور مجلس میں آپ نے فرمایا:

جہاں مسائل کی محفل منعقد ہو وہاں پیشہ و نعمت خوانوں کو نہ بلا یا کریں اس لیے کہ سارا وقت نعمت خواں ضائع کر دیتے ہیں اور لوگ علم سے محروم رہ جاتے ہیں۔ میں نعمت کو پسند کرتے ہوئے بھی محفل نعمت کو ناپسند کرتا ہوں۔ پسند اس لیے کرتا ہوں کہ یہ ذکر بنی ﷺ ہے اور ناپسند اس لیے کرتا ہوں کہ لوگ علم سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ علم اور علماء کا احترام لوگوں کے دلوں سے نکلتا جا رہا ہے۔ اور یہی اہل سنت کی بد نصیبی کی ابتداء ہے۔

ایک اور مجلس میں آپ نے فرمایا:

دین اور دینی مسائل سے آگاہی فرض ہے جبکہ نعمت کو آپ مباح اور مستحب سے آگے بھی لے جائیں تب بھی سنت سے آگے نہیں لے جاسکتے۔

(حدا باری باغ، آزاد کشمیر ۱۹۸۷ء)

ایک اور مجلس میں آپ نے فرمایا:

ہر عمل کی شرعی طور پر حدود مقرر ہیں۔ فرض، واجب، سنت اور مستحب کی اپنی حد مقرر ہے۔ آپ فرض کو مستحب اور مستحب کو فرض کا درجہ نہیں دے سکتے۔

(بمقام: بہزادی شریف برناہ)

نہ میں نے سنا اور نہ میں نے کہیں پڑھا کہ نبی کریم ﷺ نے محافل نعت منعقد کی ہو۔ آپ نے علم کی محافل منعقد فرمائیں اور اسی کا حکم ارشاد فرماتے رہے۔ ہاں صرف حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو نعت لکھنے اور نعت پڑھنے کا حکم دیا۔

(۱۶ جنوری ۲۰۰۶ء ڈھوک پر اچ راولپنڈی)

ایک اور مجلس میں آپ نے فرمایا:

محفل نعت پر اتنے بڑے پیمانے پر خرچ کرنا دین کی خدمت نہیں ہے۔ آپ اس سے نصف رقم ہر سال خرچ کریں اس سے دینی ادارہ بنائیں غریب یتیم اور بے سہارا بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنا دین کی بہت بڑی خدمت ہے۔

(نیریاں شریف: ۲۰۰۹ء)

آپ نے چڑھوئی کے مقام پر ایک ادارے کے سگ بنیاد کی تقریب میں فرمایا:

فقہا فرماتے ہیں کہ مستعمل شے بطور صدقہ نہیں دی جاسکتی مگر دین کے معاملے میں آپ اگر ایک ٹوٹا ہوا قلم کسی ایسے غریب طالب علم کو دیں جسے اس کو علم دین پڑھنے میں مدد ملے تو اس قلم کا ثواب آپ کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔

(بمقام چڑھوئی: ۱۹۹۶ء)

آپ نے علماء کرام کے ایک وفد سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

مجھے تو در پر دہ یہ اسلام کے خلاف سازش محسوس ہو رہی ہے کہ جو بھی ذین، قابل اور باصلاحیت طباء ہوتے ہیں انہیں نعت کی طرف لگا کر علم کی دولت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ دین کی محبت رکھنے والوں کو اس پر توجہ دینی چاہیے۔

(آستانہ عالیہ، راولپنڈی ۲۰۱۰ء)

☆ جو دولت سجدوں کی لطافت کم اور عشق رسول ﷺ کا جذبہ ٹھنڈا نہ کرے ایسی دولت کو دولت نہیں فضل خدا کرتے ہیں۔  
(مانوالا، شیخوپورہ)

☆ جب جنون غالب ہو جائے تو خیالات مقبوضہ ہوتے ہیں۔  
☆ علماء کی بے قدری کے باعث دینی علوم کی طرف لوگوں کا رجحان کم ہوتا جا رہا ہے اور یہ بڑا الیہ ہے۔ (نصاب کمیٹی کے اراکین سے گفتگو)  
درس مشنوی کے عنوان پر گفتگو کے دوران آپ نے فرمایا:

شکل کا خیال کلام کے پر دے میں ہوتا ہے۔ آپ کی رسائی کلام تک ہو سکتی ہے مگر خیال تک رسائی صرف نبی یا اس کے کامل تبعین کی ہوتی ہے۔ نبی اور کامل ولی بندے کے دل کے اندر اٹھنے والے خیالات و احساسات کو پڑھنا اور کہلوانا جانتے ہیں یعنی وہ یہ جانتے ہیں کہ یہ کیا کہے گا اور ہم نے کیا کہلوانا ہے۔ مجھے جناب رومی علیہ الرحمۃ نے اپنے پاس بلا یا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ مشنوی شریف کی کتاب ساتھ لے آنا مگر تیاری کر کے نہ آتا بلکہ میرے پاس آ کر کتاب کھولیں۔ اور دائیں طرف کے صفحے پر پہلا شعر پڑھ کر درس دینا شروع کر دیں۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ وہ شعر اولیائے کرام کی حیات برزخی کے بارے میں تھا۔ میں نے آٹھ یادس منٹ اسی پر درس دیا۔ تجویں اتنا بڑھ گیا کہ درس کو روکنا پڑا۔ یوں

محسوس ہو رہا تھا کہ حکم ہی اتنا ہے کہ اس کے بعد جب بھی درس دیتا ہوں تیاری کر کے نہیں بلکہ صرف ان کا تصور کر کے بولنا شروع کر دیتا ہوں۔ وہ کرم فرماتے ہیں۔ مجھے کبھی دقت محسوس نہیں ہوتی۔  
(ضلع باغ کی انتظامیہ کے افسران سے گفتگو، ۲۰۱۳ء)

**س: جناب نیک کام میں رکاوٹیں کیوں ہوتی ہیں؟**

جواب: ایک برتن میں پیشاب دوسرے میں دودھ رکھا ہو تو آپ ہی بتائیں لکھیاں کہاں گریں گی؟ دودھ میں! معلوم ہوا یہ قانون فطرت ہے رکاوٹیں نیکی کے کام میں ہوتی ہیں تاکہ ایمان کا امتحان ہو اور تکالیف اور پریشانیاں نیک لوگوں پر آتی ہیں تاکہ مومن اللہ کے سامنے حاضر ہونے سے پہلے پاک کر دیئے جائیں۔

☆ درود پاک کی کثرت کریں یہ ذکر اللہ بھی ہے اور ذکر مصطفیٰ بھی ہے۔

یاد آنا اور ہے یاد رہ جانا اور ہے

ایک مشہور مدلل اور صحیح جملہ ہے کہ صوفی وہ جس کو دیکھ کر خدا یاد آئے مگر اس سے ہٹ کر ایک بات کروں گا صوفی وہ جس کو دیکھ کر خدا یاد رہ جائے۔ انسان تھوڑا سادا تائینا ہو تو کون سی شے ہے جس کو دیکھ کر خدا یاد نہیں آتا؟ فرق اتنا ہے کہ صوفی کو دیکھ کر بغیر توجہ اور تجسس کے خدا یاد آتا ہے۔ جس کے اندر تجسس ہو لیکن جو صاحبِ مکال درویش ہوتے ہیں ان کو دیکھ کر بلا تجسس جو پہلا لکھ زبان پر آتا ہے وہ،، اللہ،، اور جب صوفی کسی کو کمالِ نظر سے دیکھے گا تو خدا صرف یاد آتا نہیں بلکہ ہمیشہ یاد رہ جاتا ہے۔ یاد آنا اور ہے یاد رہ جانا اور ہے۔ صوفیوں کے اپنے رنگ ہیں اور کوئی کسی لباس میں ہے کوئی کسی لباس میں ہے۔ صوفی کسی کی پہچان کا محتاج نہیں ہے کوئی پہچانے یا نہ پہچانے اس کا دل ایک لمحے کے لیے رب سے غافل نہیں ہوتا جب تک صوفیاء کا وجود موجود ہے دین اپنے اصلی رنگ میں موجود ہے گا۔ تاریخ گواہ ہے صوفی کا وجود اسلام کی بقا کا ضامن ہے۔

(فیصل آباد: ۲۰۱۳)

**دین ایک ہے معمولات مختلف کیوں ہیں؟**

اللہ کریم نے اپنی ساری بندگی کو نبی کریم ﷺ کی اداؤں میں پابند کر دیا ہے اس لیے کہ جو مجھے راضی کرے گا وہ بندگی کرے گا۔ وہ نبی کی اداؤں کے اندر رہ کر کرے گا تو یوں ہر لمحہ اور ہمیشہ محبوب کی ادائیں محفوظ رہیں گی۔

فقہا کا اس مسئلے میں زبردست اختلاف ہے کہ رفع یہ دین کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ مالکی، شافعی، حنبلی، رضوان اللہ علیہم اجمعین رفع یہ دین کرتے تھے خفیوں کے پاس بھی ٹھوس دلائل موجود ہیں اس لیے حنفی رفع یہ دین نہیں کرتے۔ صوفیاء یہ کہتے ہیں کہ اس پر اختلاف نہ کریں کبھی تو نبی ﷺ نے رفع یہ دین کیا تھا اس! اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی کسی ادا کو چاہے وہ ایک بار ہی عمل میں آئی ہو اس کو ڈوبنے نہیں دیتا۔ اس حکمت کو سمجھیں۔ نبی پاک ﷺ کی ہر ادا کو زندہ رکھنے کے لیے کوئی نہ کوئی جماعت ہر دور میں موجود رہے گی۔ البتہ عقیدے کو سلامت رکھنا یہ اور بات ہے۔

(دربار نیریاں شریف: ۲۰۱۲)

**اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ**

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی ایک نعمت سننے کے بعد آپ نے فرمایا:

"اعلیٰ حضرت کی شاعری میں غور کیا جائے تو یوں لگتا ہے کہ آپ نے جو بات کہی یا لکھی اس کا تعلق پڑھنے، سننے سے کہیں زیادہ دیکھنے سے ہے۔ صحابہ کرام کی زندگی کا عملی نمونہ ان کی نظر میں تھا وہ صاحب تدبیر تھے۔ نائب صاحب حوض کوثر تھے، تسبیح و تعمیر ان کا ایک شغل تھا۔ عشق کی دنیا میں اپنا نام چودھویں کے چاند سے زیادہ روشن کر گئے ہیں یا ان کی (نبی پاک ﷺ) کی عطا ہے کہ جس سے جو کام لینا چاہیں۔ ایک دور تھا کہ سب کے قلم کو قلم کرنے کے لیے اعلیٰ حضرت کے قلم کو کام میں لا یا گیا۔"

(فیصل آباد: نومبر ۲۰۱۳ء)

☆ ہر معاملے کی ابتداء کچھ تلخیاں لے کر آتی ہے مگر استقامت و راست بازی کا جذبہ ہر تیکی کے اثر کو مٹا دیتا ہے۔

(بھیرہ آزاد کشمیر ۱۹۸۲ء)

سوات سے تشریف لائے علمائے کرام کے وفد سے گفتگو کے دوران آپ نے فرمایا:

دینی اداروں کی مالی حالت کی مثال نہر کے پانی کی طرح ہے کبھی پانی سے بھری ہوتی ہے اور کبھی تھواڑا سا پانی ہوتا ہے مگر اس کے باوجود پانی کی سمت ایک ہی رہتی ہے۔ آپ لوگ اپنے ارادے مضبوط رکھیں پانی کی کمی بیشی کو خاطر میں نہ لائیں بس یہ دیکھیں کہ کام کس کار کر رہے ہیں۔ ﴿ان تنصر الله ينصركم﴾

(پنڈی، ۲۰۱۳ء)

### اللہ کی ناراٹگی اور ذکر (ایک لطیفہ)

تلہ گنگ کے ایک قاضی صاحب نہایت متقدی، درویش صفت انسان تھے۔ ان کو کھانی نے اتنا ٹنگ کیا کہ گھروالے بھی ان سے ٹنگ آگئے نہیں کسی دوائی سے افاقہ نہیں ہو رہا تھا۔ ایک دن قاضی صاحب کے ایک بیٹے نے کھانی کی دوا کا نام لے کر رات سوتے وقت شراب کا ایک گھونٹ پلا دیا۔ قاضی صاحب ساری رات سوتے رہے۔ صبح ہوئی تو قاضی صاحب نے بیٹے سے پوچھا وہ دوائی کیا تھی جس سے کھانی جاتی رہی؟ بیٹے نے کہا اباجی وہ شراب تھی۔ قاضی صاحب بولے ہاں بیٹا! جس دوائی سے ایمان چلا جاتا ہے اس سے کھانی کیوں نہیں جائے گی۔ اس پر حضرت صاحب نے فرمایا۔ جس ذکر سے اللہ کی ناراٹگی دور ہو جاتی ہے اس سے بیماری کیوں نہیں دور ہو گی۔

(راولپنڈی ۲۰۱۳ء)

ایمان کے بعد، اطمینانِ قلب ساری نعمتوں کا سردار ہے

بندے کے لیے سجدہ ریزی بہت ضروری ہے اس کیفیت کو سلامت رکھنے کے لیے ذکر جاری رکھیں۔ اور جب پریشانی غالب ہو تو اس کا علاج صرف اللہ کے ذکر سے کریں۔ سارے جہاں کی نعمتیں اطمینان

قلب کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہیں۔ یہاری میں چینا، چلانا درویشوں کے شایانِ شان نہیں۔ سکھ اور چین کے دور کو اگر اللہ تعالیٰ قبولیت کا درجہ دے تو یہ ذکر اللہ سے ہی دیتا ہے۔

﴿أَلَا إِذْنُكِ اللَّهُ تَعَالَى يَعْلَمُ الْقُلُوبَ﴾

مرد ہو یا عورت مومن ہونا شرط ہے۔ اس کے بعد اطمینان قلب کے لیے ذکر اللہ کے علاوہ اس جہان میں کوئی چیز نہیں ہے۔ جو دل پستیوں میں گھرے ہیں انہیں مالک الی اللہ کریں۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ کے ہاتھ میں ہر وقت تشیع ہو بلکہ ضروری یہ ہے کہ انسان محفل میں ہو یا تہائی میں اس کا دل اپنے مالک سے دور نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو خیال کی زبان سے یاد کرنا سب سے بڑا ذکر ہے۔ خیال کی اپنی زبان ہے کسی کے ساتھ محبت ہو تو انسان خیال کی زبان سے ہی اس کے ساتھ مخاطب رہتا ہے۔ خیال وہ زبان ہے جو سنی نہیں جاتی، حد نہیں لگتی حرف نہیں ہوتے۔ یہ صرف بندے اور رب کے درمیان راز ہے اس زبان کو اللہ تعالیٰ پڑھتا ہے۔ نبی ﷺ جانتے ہیں یاروشن ضمیر لوگ سمجھتے ہیں۔ اس لیے خیال کی زبان سے اللہ کی یاد جاری رکھیں۔ تاکہ ذکر بھی ہوتا رہے اور ریا کاری بھی نہ ہو۔

## بایزید بسطامیؑ اور کتنے کا واقعہ

بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ ایک تنگ گھانی سے گزر رہے تھے وہاں کچھ دیر کے لیے رُک کر دوستوں کو اسرارِ الٰہی کی باتیں سنانے لگے۔ اتنے میں مخالف سمت سے ایک کتا آیا اس نے دعائیں باعیں دیکھا۔ دو تین چکر لگائے راستہ نہیں ملا بالآخر وہاں کھڑے ہو کر کچھ آوازیں نکالیں۔ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی کان میں آواز پڑی تو خاموش ہو گئے۔ اور ساتھیوں سے فرمایا۔ کتاب استہ مانگتا ہے۔ ساتھی ایک طرف ہو گئے کتا آیا۔ گزرتے گزرتے بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کے سامنے رک کر غرایا، چلا یا اور کچھ آوازیں نکالیں اور چلا گیا۔ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ حیرت میں ڈوب گئے۔ ساتھی جانتے تھے کہ آپ کا شمار ان اولیائے کرام میں ہوتا ہے جو جانوروں اور پرندوں کی بولیاں سمجھتے ہیں۔ ساتھیوں نے عرض کیا کہ حضرت ہمیں اس راز سے آگاہ فرمائیں کہ کتنے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا اس کتنے مجھے لا جواب کر دیا ہے۔ وہ کہتا ہے بایزید تم اس بات پر فخر نہ کرنا کہ تم انسان ہو اور مجھے حقارت سے نہ دیکھنا کہ میں کتا ہوں۔ یہ خیال رکھنا کہ تیر اور میرا خدا ایک ہے۔ دوسری بات یہ کہ جس وقت روحوں کی تقسیم ہو رہی تھی تجھے انسان اور مجھے کتابنیا جا رہا تھا اس وقت تیری کون سی بینکی تیرے کام آئی اور کس جرم کے بد لے میں مجھے کتابنیا گیا، یاد رکھنایہ ساری تقسیم اس کی اپنی مرضی سے ہے۔ میں اس کی تقسیم پر خوش ہوں تم بھی شکر گزار رہنا۔ کہیں تم سے خطا نہ ہو جائے۔ تیری بات یہ کہ اللہ جتنا قرب دے اتنا ہی ڈرتے رہنا، وہ جس قدر نعمتوں سے نوازے اتنا ہی جھکتے رہنا۔ یہ باتیں کتاب وی اللہ سے کہہ رہا تھا جس کی محفل میں جنات سبق پڑھنے کے لیے آتے تھے۔ یہ ہدایت تھی انسان کے لیے کہ مومن جس حال میں بھی ہو اللہ سے غافل نہ رہے۔ اور اپنے نصیب پر فخر نہ کرے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی تقسیم ہے۔

اللہ کی رضا کی علامت

رب کے راضی ہونے کا مطلب غفلت نہیں بلکہ سجدہ ریزی ہے۔ جس کی پیشانی میں سجدے زیادہ ہیں اس بندے سے اللہ راضی ہے۔ آپ لوگ اللہ کے ذکر کی لفاظتیں، نبی پاک علیہ السلام کی محبت، غلامی، تابعداری، اور اس کی اثر انگیزی دلوں کے اندر اتاریں پھر آپ کو جینے کا ایک اطف آئے گا اس راہ میں وہی کامیاب ہوتے ہیں جو محنت کرتے ہیں ان کی مثال گلب کے اس خوبصورت پودے والی ہے جس کے سینے پر پھول ہوں نہ بھی توڑے تب بھی قرب والے کو خوشبو آتی رہتی ہے۔ حق یہ ہے کہ ذکر والے جب غافلوں سے ملیں تو ان کی کیفیات غافلوں کو متاثر کریں۔ اور ایسا ہی ہوتا ہے۔

(فیصل آباد، ۲۰۱۳)

### اپنی اولاد کو ادب سکھانا والدین پر فرض ہے

اس گنگے گزرے دور میں آگاہی اور ادب سے مودب قوم، قبیلہ اور افراد جس گھر میں ہوں اس گھر پر اللہ کی رحمت ہے میرا آپ کے ساتھ محبت و خلوص کا تعلق ہے وہ تعلق جو پس پشت بھی قائم رہے اور یاد آنے کے بعد اچھے کلمات منتش کرے۔ وہ عند اللہ اچھا تعلق ہے لوگ جن کے پاس دنیا سے زیادہ آخرت کا سودا موجود ہے وہ خوش نصیب و بلند بخت لوگ ہیں جو آدمی دنیا میں الجھ کر حقیقت سے دور ہو اور گل و گلزار کو چھوڑ کر یکپڑی میں پھنس جائے وہ اپنی زندگی میں ناکام آدمی ہے۔ دنیا مسلسل ایک جہاد ہے۔ اس جہاد میں انسان کا روبار دنیانہ چھوڑے ورنہ جہاد ختم ہو جائے گا۔ دنیا کا قبضہ اپنے ہاتھ میں رکھیں تاکہ جہاد جاری رہے جن لوگوں کے دل و روح اللہ اور اللہ کے محبوب کی اطاعت میں رہیں وہ خوش نصیب و بلند بخت انسان ہیں۔ اپنے خاندان میں بچیوں کا انتخاب خاندان کے اندر اتحاد کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیمؐ نے حضرت مائی حاجرہؓ کو جب مکہ شریف میں چھوڑا اس وقت وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ ایک عرصے کے بعد جب واپس تشریف لائے تو حضرت اسماعیلؑ کی الہیہ موجود تھیں۔ آپ نے پوچھا ہیں!

آپ کے شوہر کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا وہ شکار کے لئے گئے ہیں۔ آپ نے پوچھا وقت کیسا گزرتا ہے؟ جواب ملاتگندستی و پریشانی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں واپس جا رہا ہوں تمہارے شوہر واپس آئیں تو انہیں میر اسلام کہنا اور پیغام دینا کہ دلیز بد لیں۔ شام کو جب حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر لوٹے تو پوچھا کہ کوئی مہمان تو نہیں آئے تھے؟ بیوی نے جواب دیا۔ ہاں ایک بزرگ تشریف لائے تھے اور پیغام دے گئے ہیں کہ دلیز بد لیں۔ آپ نے فرمایا۔ وہ میرے والد گرامی تھے وہ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ تم نے ان سے رویہ اچھا نہیں رکھا۔ ان کے پیغام کا مطلب ہے کہ آج کے بعد تم میری طرف سے فارغ ہو۔ کچھ عرصہ بعد حضرت ابراہیم دوبارہ تشریف لائے اتفاق سے حضرت اسماعیل اس روز بھی گھر پر موجود نہیں تھے۔ بہونے انہیں بٹھایا۔ پانی پلایا۔ گھر میں جو کچھ موجود تھا وہ پیش کیا۔ آپ نے پوچھا تمہارے شوہر کہاں ہیں؟ بہونے عرض کیا وہ شکار کے لیے گئے ہیں۔ پوچھا گزر اوقات کیسی ہوتی ہے؟ عرض کیا بہت اچھی ہوتی ہے۔ وقت پر کوئی چیز مل جائے تو پاک کر کھائیتے ہیں اور نہ ملے تو ہم اللہ کے ذکر میں ایسے محو ہو جاتے ہیں کہ بھوک کا احساس ہی نہیں رہتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ فرمایا آپ کے شوہر شاید دیر سے آئیں میں جا رہا ہوں وہ جب واپس آئیں تو انہیں کہہ دینا کہ دروازہ بہت اچھا ہے اس کو ساری زندگی تبدیل نہیں کرنا۔

جو ان پرچے اور بچیاں جب بڑوں کے سکھائے آداب کے دائرے میں زندگی گزاریں تو اللہ کی رحمت ان کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ بچوں کی تربیت دینی خلوط پر کی جائے تو یہی اولاد والدین کے لیے صدقہ جاریہ ہوتی ہے۔ بچوں کو علم کے ساتھ ساتھ ادب سکھانا والدین کے لیے فرض ہے۔ آج کل لوگ صرف علم پر دھیان دیتے ہیں اور ادب کا خیال نہیں رکھتے۔ ادب کے بغیر علم ایسا ہے جیسے روح کے بغیر جسم۔ ایک کامیاب انسان کے لیے علم اور ادب دونوں لازم و ملزم ہیں۔

(راولپنڈی ۹ جنوری ۲۰۱۳ء)

☆ داشمندی، دور اندیشی، اور علیمت اگر اکٹھے ہو جائیں تو حالات کا مقابلہ کرنے میں دقت نہیں ہوتی۔  
 (ٹیلی فونک گفتگو، یکم دسمبر ۲۰۱۵ء)

### واقعہ کربلا کا ایک پہلو اور محبت کا تقاضا

واقعہ کربلا انسانی تاریخ میں آسمان کے نیچے زمین پر اندوہناک المناک اور صحیح قیامت تک آنے والی نسل مومن کے لیے ایک زبردست تعمیری، تربیتی، توحید و سالت کے ساتھ وابستگی کے عنوان پر جہاں عملی درس ہے وہاں قیامت تک کی مسلمان نسل کے لیے بیداری کا پیغام بھی دیا گیا ہے۔ میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہوں گا کہ یہ کام تو بڑوں کا تھا۔ امام حسین علیہ السلام سے بڑا تو کوئی بھی نہیں تھا لیکن پھر بھی دنیاوی رواج میں ایک حکومت تھی جس کے صدر بھی تھے۔ گورنر بھی تھے۔ ان سے بات کرنا بڑوں کا کام تھا ان کو سمجھایا جاتا۔ اگر وہ نہ مانتا تو مبارزت کی نوبت آتی۔ صحیح، واقعی یا پچھے اور اس تک نوبت ہی نہ پچھتی۔ چھوٹے بچوں اور پردہ نشینوں کو ساتھ لے جانا جن کو ننگے سر سورج نہ دیکھا، کائنات جن کا نام سن کر سر جھکا لیتی ہے۔ ان کو بیابان، دشت اور المناک صحرائیں موت و حیات کی آخری سنگین منزل پر لے جا کر بٹھا دینا، آپ کیا سمجھتے ہیں یہ کوئی تاریخ مرتب ہو رہی ہے؟ اتنا بڑا قدم حکمت کے بغیر اٹھایا گیا ہے؟ ایسا ہر گز نہیں ہے۔ اسلام قیامت تک رہے گا۔ قیامت تک کے مسلمانوں کو ایک ہمہ جہت درس دیا گیا کہ حسینی کردار اسلام کے لیے اس طرح مضبوط اور محکم ہے جس طرح پھلدے اور درخت کے لیے جڑ کا ہونا ضروری ہے۔ اگر جڑ کے بغیر درخت ناکام ہے تو حسینی کردار کے بغیر اسلام بھی ادھورا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سید الکائنات نے اسلام کا درخت لگایا اس درخت کی جڑیں تحت الشریٰ تک اور اس کی شاخوں کا سر عرش اولیٰ تک پہنچایا اور اس کی ٹہنیوں کو مشرق سے مغرب تک پہنچایا۔ ارشاد خدا وندی ہے:

﴿الیوم اکملت لكم دینکم و اتمت علیکم نعمتی و رضیت لكم الاسلام دینا﴾

میرے محبوب ﷺ کا راتوں کو جاگانا، پریشان رہنا، دن اور راتیں میرے اور میرے دین کے لیے قرآن کی عظمت کے لئے، رسالت کے فیضان کو گھر گھر، دل دل اور روح تک پہنچانے کیلئے آپ نے جتنے کام کئے سب مکمل محبوب اور مقبول ہو گئے۔ اب دین مکمل ہو گیا تو میں پوچھتا ہوں کہ درخت مکمل ہو جائے تو پھر بھی اس کو پانی کی ضرورت ہے یا نہیں؟ جب تک پھلدار درخت بار بار پانی نہ لے بار شیش نہ ہوں تو پھل میں کمزوری ہوتی ہے۔ فرمان خداوندی ہے:

﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلُّ شَيْءٍ حَيًّا﴾

(ہم نے ہر چیز کو پانی سے بنایا)

شجر اسلام کو خون سے زندہ رکھا جاتا ہے۔

ہم نے ہر شے کو پانی سے زندگی دی لیکن امام حسین نے شجر اسلام کو پانی نہیں بلکہ اپنا خون دیا۔ خون حسین سے آج وہ درخت سر سبز، شاداب، پھول دار، پھل دار، شمر بار اور فیض بار ہے۔ اس درخت پر جس کی نظر پڑی اور اس کا انس اس کے دل میں آیا کل قیامت کے دن وہ شخص حضرت امام حسین کے ساتھ جنت میں جائے گا۔ میں جوبات کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ علیہ السلام چھوٹے پھول اور پردہ نشین خواتین کو ساتھ کیوں لے کر گئے؟ ان کو انجام معلوم نہیں تھا؟ وہ سب دیکھ رہے تھے۔ حضرت علی مرتفعی جب وادی نیوا میں پہنچے تو وہاں کھڑے ہو گئے اور آپ کے آنسو نکل آئے۔ وہاں کھڑے ہو کر صحابہ کرام سے فرمایا: حسین کو، شرق و غرب کے امام کو، زمین و آسمان میں سب سے زیادہ مقبولیت کا تاج جس کے سر پر ہے اس کو میرا پیغام دینا کہ یہی تیری جگہ ہے صبر سے کام لینا۔ صحابہ کرام خاموش ہو گئے آگے جا کر بیٹھے تو ایک صحابی رسول نے پوچھ ہی لیا۔ امام المشارق والمغارب ہم یہ جانتا چاہتے ہیں کہ آپ نے ایسا کیوں فرمایا؟ جواب دیا: امام حسین علیہ السلام یہاں شہید ہوں گے۔ یہاں میری شفقتوں کے پالے ہوئے بچے اور بچیاں شہید ہوں گی۔ پانی بند ہو گا تیروں کی بر سات ہو گی۔ جسموں کے ٹکڑے

ہوں گے نبی پاک ﷺ اپنی نگاہ پاک سے دیکھ رہے ہوں گے۔ کسی نے دیکھا ایک پر دہ دار خاتون جھاڑو لگا رہی ہیں۔ پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا۔ میں فاطمہ ہوں، یہاں امام حسینؑ نے شہید ہونا ہے، میں یہاں سے کنکریاں ہٹا رہی ہوں۔ بشارت تھی فیصلہ ربانی تھا مگر اس میں حکمت کیا تھی؟ حکمت یہ تھی کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

### جہاد قیامت تک جاری رہے گا

جو انو! یہ بات ذہن نشین کرلو کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ جہاد میں کوئی حاظ نہیں ہوتا۔ اس میں مال بھی جاتا ہے، جان جاتی ہے۔ تواریخ ٹوٹی ہیں، سر اڑتے ہیں۔ ٹانگیں کٹتی ہیں۔ جگد شق ہوتے ہیں۔ سینہ خونچکاں ہوتا ہے۔ جسم اہولہاں ہوتا ہے کبھی بندہ فتح لے کر غازی بتتا ہے کبھی پھوں کو یتیم کر کے وہیں غاک میں لیٹ جاتا ہے۔ یوں شجر اسلام کلمہ پڑھنے والوں سے اپنی آبیاری کے لیے خون کا مطالبہ کرتا رہے گا اور جب ہم پر آئے گی تو خیال آتے ہیں کہ گولی لگے گی، مینک کے نیچے آؤں گا۔ جہاز کا شیل لگے گا، تباہ ہو جاؤں گا۔ مال بیوی نیچے بچیاں ہیں ان کا کیا بننے گا؟ جن کے ایمان پختہ ہیں ان کو شہادت کا جذبہ اتنی بات سوچنے کا موقع ہی نہیں دیتا۔ اور بعض سوچتے ہیں جناب امام حسینؑ نے ہر مزاج کے آدمی کے لیے مثال قائم کر دی۔ چونکہ ہر مزاج کا آدمی ہوتا ہے کوئی پھسلنے والا کوئی پھسلانے والا کوئی جان قربان کرنے والا کوئی دو کو لڑانے والا کوئی چھڑانے والا۔ کوئی یتیموں کو کھلانے والا، کوئی بچوں کو یتیم کروانے والا۔ یہ ہر قسم کے لوگ ہر وقت دنیا میں موجود رہیں گے۔ ہر وقت شجر اسلام کی آبیاری کے لیے اسلام تم سے قربانی کا مطالبہ کرتا رہے گا۔ جب ایسے حالات ہوں اور تم کو بیوی نیچے یاد آئیں نوجوان سمجھتے ہیں، بھاگنے یاد آئیں تو میرے خاندان کے ایک ایک فرد کو یاد کر لیتا۔ اور اگر اپنی جان کی فکر لاحق ہو تو امام حسینؑ کو یاد کر لینا جن کے لیے دنیا فرش بن گئی جن کی ٹھوکر سے دنیا نفع اٹھا رہی ہے۔ جب ان پر آزمائش آئی تو کس صبر، شکر، ذکر متانت، محبت، شیفگی اور والہانہ پن کا مظاہرہ کیا۔

جب اسلام اپنی سچائی کو گواہی کے لیے شہادت مانگے اور شہادت بھی سرکی قربانی سے مانگے، موت نظر آئے تو امام حسینؑ کو سامنے رکھنا۔ جناب علیؑ اکابر کو یاد کر لینا۔ نیچے یاد آئیں تو امام حسینؑ کے پھول کا خیال کر لینا۔ اگر بیوی یاد آئے تو اس کائنات میں کون ہے جس کی عزت و حرمت جناب امام حسینؑ کی بیگم سے زیادہ ہے۔ جب امام حسینؑ کی اہلیہ قرآن و حدیث اور نبی ﷺ کی عزت اور توحید و رسالت کا پرچم بلند کرنے کے لیے قربانی دے سکتی ہیں۔ تو آپ کون ہوتے ہیں جوان سے افضل ہیں جناب امام حسینؑ کی روح یہ آواز دے رہی ہے کہ جب ہم افضل قربانی دے رہے ہیں تو ہمارے پیچھے آنے والے لوگو! اگر قربانی سے تمہارے پاؤں لڑکھڑا رہے ہوں تو ہمارے شیر خوار پھول کا خیال کر کے اپنے جذبہ جہاد کو مضبوط کر لینا۔ یہ ہے فلسفہ کربلا۔ ایک وجود نے اپنے ساتھ بہتر ۲۷ وجودوں کو قربان کر کے قیامت تک کے لیے فلسفہ جہاد کھول کر دین کی حیثیت واضح کر دی۔ ہے کوئی مسلمان جو امام حسین کی سنت و سیرت کو اپنائے؟ حق یہ ہے کہ اے مومن جب اسلام اور کفر کی ٹکر ہو تو شکست کا خیال نہ کرنا تاکہ کل قیامت کے دن شرمندگی اور ندامت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ بس اتنا یاد رکھیں کہ فلسفہ جہاد مسلسل قربانی مانگتا ہے اور قربانی صرف سردینے سے ہی نہیں ہوتی جہاد میں شرکت، ماں دینا، بولنا اور لکھنا، جان دینا حتیٰ کہ پھول کی قربانی بھی اسلام کی فتح کی نشانی ہے۔ میں آپ سے ایک اور بات پوچھتا ہوں جب حضرت امام حسینؑ تیر کھا کر گھوڑے سے نیچے گرے تو پشت کے بل گرے تھے یادوؤں بیٹھے تھے؟ کیا کسی تاریخ کی کتاب میں لکھا ہے کہ انہوں نے اف بھی کہی ہو؟ "واحسرتا" کا لفظ کہا ہو؟ افسوس کا کلمہ تک نہیں فرمایا۔ اور جب زمین پر گرے تو دیکھانہ باہمیں اپنے رب کی توحید کے سامنے سرز میں پر رکھ کر کہا۔ اے میرے ماں! تیری رضا پر راضی ہو کر سارا کنبہ تیرے نام پر قربان کر کے جارہا ہوں اور سر بھی کٹھا یا تو سجدے میں۔

**حسینیت کیا ہے؟**

جو لوگ بار بار یہ کہتے ہیں کہ ہم اہل بیت کے تابع دار ہیں ہم حسین ہیں سنی ہیں مسلمان ہیں شافعی، مالکی، حنفی ہیں میں ان سے پوچھتا ہوں صرف نیاز پکا کر کھالیما، روزہ رکھ لینا اور دوچار فخرے مار لینا ہی حسینیت ہے؟ ارے وہ سر کشاتے وقت بھی سجدہ نہیں چھوڑتے اور تمہار سراکاٹ دیا جائے تم سجدہ نہیں کرتے۔ یہ کیسا دعویٰ محبت ہے؟ ایسے شخص کا امام حسینؑ کی سیرت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اگر امام حسینؑ کی زندگی کے ساتھ کوئی پیار ہے تو حب نبی، حب صحابہ، حب اہل بیت اور ان کی زندگی کے خدوخال میرے اور آپ کے راہنماء ہیں۔ ان تینوں کی محبت کے بغیر گزارہ ہے۔ چارہ ہے اور نہ ہی کنارہ ہے۔ اللہ اور نبی کریم ﷺ کو راضی کرنا ہوا ایک طرف صحابہ کرام کی سیرت اور ایک طرف اہل بیت اطہار کی سیرت ہو۔ گھروں، بازاروں، دوکانوں اور مکانوں میں نماز کا سلسلہ جاری رکھیں۔ عذر لاحق ہو تو علیحدہ بات ہے مگر جب تک عذر لاحق نہیں نماز چھوڑنے کو معمولی جرم نہ سمجھیں۔

#### نمازنہ پڑھنا اللہ کے قانون سے بخاوت ہے

جونو جوان نماز نہیں پڑھتے وہ یاد رکھیں کہ آپ نے صرف نماز نہیں چھوڑی بلکہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے قانون کے خلاف احتجاج کیا ہے۔ جس اللہ نے آپ کو جو انی، طاقت، توانائی، رب، جمال، کمال، عقل، شکل، جان، ایمان، مکان، ماں، باپ، بیوی، بچے، تجارت حکومت اور سب کچھ دیا اس کا شکر ادا نہیں کرنا چاہیے؟ اس کا جواب ہر انسان نے دیتا ہے۔ امام حسینؑ کے ساتھ محبت ہر ایک کا دعویٰ ہے انہیں جانتا چاہیے کہ ہر دعویٰ محتاج دلیل ہوتا ہے یہ دعویٰ بھی دلیل مانگتا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کی سیرت اپنائی جائے ان کی حیات مبارکہ کا ایک ایک گوشہ انسانی زندگی کے لیے میثارہ نور ہے۔ اسی نور کی روشنی میں شاہراہ حیات پر سفر جاری رکھنا کامیاب زندگی کی ضمانت ہے۔ وہی انسان کامیاب ہو گا جو اپنے دعویٰ میں سچا اور اس کی زندگی کی ہر ادا پر جناب امام حسینؑ کی اداؤں کی مہر نظر آرہی ہو۔ جس دین کی خاطر انہوں نے سارا خاندان قربان کر دیا۔ اس پر کما حقہ عمل کئے بغیر

نجات ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ ان ہی کا ہو کر جینے اور ان کے ساتھ میدان حشر میں اٹھنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ (دربار نیریاں شریف، ۵ نومبر ۲۰۱۳ء نماز جمعہ کے اجتماع کے خطاب)

جو اٹھ کر زمین سے نیزے پر آگیا  
یہ سر نہیں کوئی مینار ہے نور کا

### قدرت، محبت اور قرب

لفظ خلق کے دائرے میں آنے والی کوئی ایسی شے نہیں جہاں اللہ رب العالمین کی قدرت موجود نہ ہو۔ بلا تخصیص مذہب و ملت، حلال و حرام، مخلوق جسمی ہو اور جہاں ہو وہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت موجود ہے۔ مگر ایک ایسی چیز جو ساری مخلوق میں انسان کو اور انسانوں میں بھی صرف مومن کو ممتاز کرتی ہے اور وہی چیز ساری کائنات کی تخلیق کی بنیاد اور سبب ہے۔ اور وہ ہے محبت۔ حدیث قدسی ہے:

"کنت کنزا مخفیاً فاحببت ان اعرف"

ترجمہ: احبابت، کافل ناظر تبارہ ہے کہ ساری کائنات کی تخلیق کی بنیاد محبت اور تخلیق کا مقصد عرفان ذات ہے اور دوسرا نمایاں تربات اللہ رب العالمین کا قرب ہے۔

### قرب کی دو اقسام:

قدرت کے اعتبار سے اس کا قرب ساری مخلوق کے ساتھ ہے۔

﴿نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾

ترجمہ: ہم (بندے کی) شہرگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

ایک قرب محبت کے اعتبار سے ہے اس کو معیت کا نام دیا گیا ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ﴾

یہ مخصوص لوگ ہیں آپ اس قرب کی مثال دینا چاہیں تو نہیں دے سکتے۔ اس لیے کہ جو چیز مثال کے اندر آجائے وہ محدود ہو جاتی ہے اور جو چیز محدود ہو جائے، وہ اللہ رب العالمین کی صفت نہیں ہو سکتی اور یہ جو رُگ جاں سے قریب ہونے کا ارشاد فرمایا گیا ہے یہ ہمیں سمجھانے کے لیے ہے یہ اس کی حد نہیں ہے۔ اس لیے کہ جس طرح اللہ رب العالمین کی ذات لا محدود ہے اسی طرح اس کی صفات بھی لا محدود ہیں اور ساتھ ہی بتایا کہ رُگ جاں روح ہے اور روح اور جسم متصل ہیں مگر جوان کے اتصال کو نہیں سمجھ سکتا۔ وہ رب کی ذات جو اس سے بھی قریب ہے اس قرب کو کیسے سمجھے گا۔ ایک اور قدم اور آگے چلیں۔ اللہ رب العالمین نے فرمایا میں تمہارے قریب ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ مگر ہم میں سے کتنے لوگ اس کے قریب ہیں؟ جو لوگ اس کے قریب ہوں ان کے بارے میں فرمان خداوندی ہے: ،، فاد خلوافی عبادی،، عبادی، میرے بندے یہ لوگ میرے قریب ہیں اسی لیے فرمایا تم بھی ان میں شامل ہو جاؤ تاکہ تمہیں بھی قرب ملے۔ ہر ایک کو عبادی نہیں فرمایا وہ کوئی مخصوص لوگ ہیں اسی لیے ان میں شامل ہونے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ معلوم ہوا اللہ کا قرب و سیلے کے بغیر نہیں مل سکتا اور وہ بھی بندوں کا وسیلہ۔

صرف بندہ ہونا اور ہے اور اس کا بندہ ہونا اور ہے

اس کا بندہ ہونے کے لیے ذکر الٰہی کی کثرت چاہیے۔ ذکر کروتا کہ دا گئی ذکر نصیب ہو۔ ہر وقت متوجہ الٰہ درہنا۔ دل و روح کا کسی وقت غافل نہ ہونا یہ دا گئی ذکر ہے۔ ذکر بندے کو رب کے قریب رکھتا ہے اسی لیے صوفیاء کرام نے صرف ذکر نہیں بلکہ ذکر مع الفکر پر زور دیا ہے۔ فکر کا ترجمہ دنیادار کے نزدیک اور ہے اور صوفیاء کے نزدیک اور ہے یہ ہر ایک کی سوچ کے معیار کے مطابق ہوتا ہے۔ صوفیاء کے نزدیک ہر وقت اپنے آپ کو محبوب کی بارگاہ میں رکھنے کا نام فکر ہے۔ اس کیفیت کے بعد جو ذکر ہو گا وہ ذکر مع الفکر ہو گا۔ دنیادار کی اپنی سوچ ہے۔ اللہ والوں کی اپنی سوچ ہے۔ دنیادار کی فکر کا تعلق غم کے

ساتھ ہے صوفیاء کی فکر کا تعلق حضوری کے ساتھ ہے۔ یعنی جس کا ذکر ہو رہا ہے اپنا خیال بھی اسی ذات کی طرف متوجہ رکھو۔ یہی اصل اور مقبول ذکر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ جو لوگ ذکر بدون الفکر کرتے ہیں ان کے لیے محدثین نے فرمایا ہے کہ بالکل غافل رہنے سے یہی بہتر ہے کہ اس بندے کا دل اگرچہ اپنے مالک کی طرف متوجہ نہیں مگر زبان توڑ کر رہی ہے، ایسا شخص اگر ذکر کر جاری رکھے کہ اس کا ذکر کثرت کی حد تک پہنچ جائے تو یہ کثرت بندے کو درجہ قبولیت تک پہنچادیتی ہے۔

جب بندہ درجہ قبولیت پر پہنچتا ہے اس کے بارے میں اللہ رب العالمین فرماتا ہے۔ "عبدی" یعنی یہ ہے میرابندہ۔ اسی لیے کہا گیا ہے صرف بندہ ہونا اور ہے اس کا بندہ ہونا اور ہے۔ آپ کو کیا پسند ہے یہ فیلمہ آپ نے کرنا ہے۔

### ذکر کی کثرت اور ذکر کی حد

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ذکر اتنا زیادہ کرو کہ لوگ تمہیں پاگل کہیں یہ ذکر کشیر کی نشانی ہے اور کثرت ذکر کی حد یہ ہے کہ ذکر ختم ہو جائے اس کا یہ مطلب نہیں کہ بندہ مر جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ مل جائے۔ اس کو ایک آسان مثال سے اسی طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ انسان کسی دوست کی تلاش میں گھر سے نکلے تو اس کی ملاقات تک لوگوں سے پوچھتا رہے گا اور جب اس دوست سے اس کی اچانک ملاقات ہو جائے تو اب اس کی زبان خاموش ہو جائے گی۔ آنکھیں جمال کا مزہ لوٹتی ہیں اور اس وقت ذکر ختم ہو جاتا ہے تو یہی ذکر کشیر کی حد ہے تو گویا ذکر کی کثرت یہ ہے کہ لوگ تمہیں پاگل کہیں اور حد یہ ہے ذکر ختم ہو جائے اور ذکر کب ختم ہوتا ہے جب مذکور مل جائے۔

(نیریاں شریف ۱۳۰۲ء)

قوموں کی تبدیلی اور اہل حال کا کردار

بندے کا حق یہ ہے کہ سارے معاملات اپنے مالک کے سپرد کر کے اس کا ذکر کرے۔ صوفیاء کی مخلوقوں کے یہی پیغامات ہیں۔ صوفیاء جسم کے پھرے دار نہیں ہوتے بلکہ خیالات کے پھرے دار ہوتے ہیں۔ ظاہر کی پھرے داری ان لوگوں کا حق ہے جنہوں نے سالہا سال صرف کر کے علم پڑھا اور نبی پاک ﷺ کی سنتوں کی حفاظت اپنے ذمے لی انہیں اہل قال کہتے ہیں اور صوفیاء قال کے بعد حال میں داخل ہوتے ہیں اور حال کے اثرات کی قوت لے کر بندے کی سوچ و فکر پر توجہ رکھتے ہیں صوفی کا یہی کام ہے جب تک بندے کی سوچ و فکر درست نہ ہو اس کا کردار نہیں بدلتا۔ اسی لیے جہاں جہاں آپ کی قوموں کے اندر تبدیلی نظر آرہی ہے وہاں بس پر دہ ضرور کسی صوفی کا ہاتھ ہوتا ہے۔ جب تک انسان اپنے ظاہر کو رسول کریم علیہ السلام کے قال کے تابع نہ بنائے وہ حال تک جائی نہیں سکتا۔ انسان گناہ کو قریب نہ آنے دے اور سنت نبی ﷺ کا پابند اور احترام کرنے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنانبا کر رکھتا ہے وہ نبی کریم علیہ السلام کا مقبول غلام ہے جس بات کا نبی کریم علیہ السلام نے حکم دیا اس پر عمل کرے اور جس سے معن فرمایا ہے اس سے رک جائے اور اس پر استقامت دکھائے۔ ایسے شخص کو کسی کی تعریف کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جانتا ہے اس کی نیت کی پختگی دیکھ کر جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیتا ہے کہ فلاں شخص میرادوست ہے اس بات کا اعلان کر دو یہ حدیث پاک کے مضمون کا خلاصہ ہے۔

یاد حق مومن کی سب سے بڑی دولت ہے۔

ذکر بلند آواز سے ہو یا آہتہ۔ یہ ایک علیحدہ عنوان ہے اصل بات یہ ہے کہ ریاکاری سے بچتے ہوئے ذکر کی عادت کو دوام بخشا جائے۔ اس لیے کہ یاد حق مومن کی سب سے بڑی دولت ہے اس میں کوئی نہ ہونے پائے۔

ذکر او کن ذکر او کن ذکر او کن  
جناب روئی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ تم جس کے ہو اس کی بیچان بن کر رہو۔

گونہ بدیں گونہ تصور دم بدم  
من نہ یمیار است از سرتاقدم

انسان اپنے محبوب کے خیال میں اس تدرگم ہو جائے کہ اپنی جان کی بھی خبر نہ رہے۔ بس ایک ہی بات کہ جو کچھ ہے میرارب ہی ہے۔ اس کے علاوہ اس جہان میں کچھ بھی نہیں ہے یہی تصور ذکر کی کماحقة لذت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔  
(دربار نبیریاں شریف: ۲۰۱۳ء)

اللہ کی رحمتیں کچھ کام خفیہ کرتی ہیں

دعا اور ذکر میں کمی نہ ہونے دیں اللہ کی رحمتیں کچھ کام خفیہ کرتی ہیں اور اس کا علم بندے کو نہیں ہوتا، تکالیف سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ دعا و ذکر کی برکت سے ہزار ہا مصیبیں ٹلتی رہتی ہیں جو بندے کے علم میں نہیں ہوتیں۔ وہ مصیبیت جو بندے کے ذکر میں رکاوٹ کا سبب نہ بنئے اس کی وجہ سے بندہ ذکر کی طرف متوجہ رہے وہ زحمت کے رنگ میں رحمت ہے۔ میں نے ایک بڑی محفل میں ایک بات کہی تھی کہ وہ گناہ جو بندے کو شرمندہ کر کے رب کے قریب لے جائے اس نیکی سے اچھا ہے جس کے سبب بندہ رب سے دور ہو جائے۔ (یعنی وہ نیکی جو بندے کے اندر تکبر پیدا کرے اور بندہ اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھنے لگے۔ وہ نیکی بندے کو رب سے دور لے جاتی ہے)

(دربار نبیریاں شریف، ستمبر: ۲۰۱۳ء)

### عند اللہ عظیمہ کا معیار

انسان جب بالغ ہو جائے تو شریعت اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ شریعت ایک ایسا قانون ہے جو بندے کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پاک ﷺ کی بارگاہ تک رسائی کا سبب بنتا ہے۔ یہ سراسر اللہ کا قانون اور نبی کریم ﷺ کی غلامی کا دستور ہے۔ میرے نزدیک شریعت کا جو آسان اور عام فہم ترجمہ ہے وہ یہ ہے کہ اپنی تمام عادتوں کو بدل کر نبی پاک ﷺ کی متابعت میں کر لینا شریعت ہے۔ اسی

لیے کہا جاتا ہے کہ یہ خوش نصیب اور عقل والوں کا کام ہے جو لوگ شریعت کی پرواہ نہیں کرتے وہ دراصل شریعت کی بغاوت کرتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ رب العالمین اور نبی اکرم ﷺ کے نافرمان ہوتے ہیں۔ خالق کائنات نے انہیں جاہل فرمایا ہے اس لیے کہ وہ اپنی منزل سے بے خبر ہیں۔ اہل دنیا کا اپنا رواج ہے اللہ رب العالمین کا اپنا قانون ہے۔ دنیا کا رواج یہ ہے کہ یہ لوگ عقل والے ہیں اور اللہ کا قانون یہ کہتا ہے کہ:

جو اللہ اور اس کے رسول کا آشنا نہیں

جو موتی چھوڑ کر تھیکریاں چنے

جو عل جواہرات چھوڑ کر سنگریزے چنے

جو پھول چھوڑ کر کانٹے چنے

وہ عقل مند نہیں۔ عقلمند وہ ہے جو غلطتوں سے نکل کر طہارت و پاکیزگی والی زندگی اختیار کرے جب دنیا اس کے ہاتھ میں آئے تو اس کو اللہ اور رسول ﷺ کے فرمان کی روشنی میں پر کھے۔ اس شخص کو عقلمند شخص اور اس معیار کو شریعت کہتے ہیں۔ جو سر سجدے میں نہ بھکے وہ کب عقلمندی کے معیار پر پورا اترتا ہے؟ شریعت وہ تکوار ہے جو انبیاء کے علاوہ جو اس زد میں آئے کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔ یعنی کوئی اس کی مخالفت نہیں کر سکتا۔

انسان ہونا اور بات ہے بندہ ہونا اور بات ہے

جس طرح حیوانات اپنے مالک کو نہ پہنچانتے ہوئے مجھی زندگی گزارنے کا شعور رکھتے ہیں اسی طرح جو انسان اپنے مالک سے بے خبر ہے اور صرف زندگی گزارنے کی حد تک شعور رکھے وہ ایک انسان تو ہے مگر اس کا بندہ نہیں ہے۔ بندہ اس کو کہتے ہیں جو بیگانگی کے جنگل سے نکل کر آشنائی کے راستے پر چل پڑے اور اپنی مرضی چھوڑ کر اپنے مالک کی مرضی میں گم ہو جائے۔

## عبدماذون غلامی کا اعلیٰ ترین معیار

غلام تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ غلام جو کچھ عرصہ غلام رہے اور بھاگ جائے، غلام کی دوسری قسم وہ ہے جو اپنے مالک کی غلامی سے آزاد ہونے کے لیے معاوضہ مقرر کرے اور وہ معاوضہ پورا کر کے آزادی کا طلب گار ہو جائے۔ غلامی کی پہلی قسم کو عبد آبی اور دوسری قسم کو عبد مکاتب کہتے ہیں۔ یہ دونوں مالک کی نظر میں مغروف باغی اور بے ادب تصور ہوتے ہیں۔ تیسرا غلام وہ ہے جو اپنی ساری زندگی اپنے مالک کی خدمت و تابعداری میں گزارنے کا عہد کرے۔ روٹی کپڑا امکان آرام تک اپنے مالک کی رضا پر قربان کر دے۔ مالک اس کو آزاد کرنا چاہے تب بھی وہ اسی در پر زندگی گزارنا اپنے لیے سرمایہ حیات سمجھے۔ اس کو عبدماذون کہتے ہیں۔ عبدماذون کی صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وہ بندے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو کر انہیں اپنی قدرت میں بعض ایسی نورانی کیفیات عطا فرماتا ہے جس سے وہ سارے جہان پر حکومت کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی خواہشات کے بجائے اللہ کے حکم پر عمل کیا اور سچی بات یہی ہے کہ دو جہان کی ساری عظمتیں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں ہیں۔ اس کے علاوہ اس جہان میں کچھ نہیں ہے۔

(دبرابر نیریاں شریف: ۲۰۱۳ء)

## حقیقی وابستگی اور اس کے تقاضے

جو لوگ کسی شیخ طریقت کے ساتھ وابستے ہیں ان کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے شیخ کے ساتھ محبت والی وابستگی رکھیں اور شیخ کی صحبت میں مرتب ہونے والے اثرات کو اپنے سینے میں محفوظ کر کے اس کی روشنی میں اپنی زندگی گزاریں اور اس کی برکت میں اضافے کے لیے وہی کام کریں جن کا شیخ نے حکم دیا ہے تا کہ فیضان میں وسعت اور تسلسل رہے اور پوری کوشش کریں کہ آپ سے ایسا عمل سرزد نہ ہو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پاک ﷺ کی ناراضگی کا سبب بنے۔ اسی لیے مشائخ اپنے متعلقین کو استغفار اور

درو دشیریف کی کثرت کا حکم دیتے ہیں۔ اور جب تک فرض نمازیں پوری نہ ہوں اس وقت تک نوافل پڑھنا کمال کی بات نہیں ہے۔ فرض قضاء نمازیں پوری کریں اس کے لیے آپ آسان طریقہ اختیار کریں۔ ظہر، مغرب اور عشاء کے نوافل کے بجائے فرائض واجبات پورے کریں۔ عصر اور عشاء کی پہلی چار سنتوں کی جگہ عصر اور عشاء کی قضا فرائض پڑھیں۔ ہر آدمی اپنے بارے میں جانتا ہے کہ اس نے کتنا عرصہ نماز نہیں پڑھی۔ اس حساب سے فرائض واجبات پورے کریں۔ انسان کے ذمہ فرائض بقايا ہوں تو نوافل کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے خوب کار و بار دنیا کریں مگر "حی علی الصلوٰۃ" کی صدائستی ہی کار و بار بند کر دیں۔ اچھی، کامیاب اور مشائخ کے ساتھ وابستگی والی زندگی کی یہی علامات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی آبرود و جہان میں محفوظ رکھے۔

#### علم اور شیخ العالم کی وضاحت

مجموعی کائنات کا نام عالم ہے اس دائرے کے اندر مختلف عوالم ہیں۔ عالم جبوت، عالم لاہوت، عالم ناسوت، عالم ماسوی، عالم طریقت، عالم شریعت، دنیاۓ طریقت میں جو لوگ جس سے وابستہ ہیں اس حد کے اندر رہتے ہوئے انہیں زندگی گزارنے کے لیے جن اصول و ضوابط کی ضرورت ہوتی ہے اس کے لیے وہ کسی ایسے ماہر راہنمکا انتخاب کرتے ہیں جو شریعت و طریقت کی باریکیوں کو جانتا ہو۔ وہ اس شخص کے لیے شیخ العالم ہے۔ مجموعی کائنات میں مختلف عوالم ہیں۔ صوفیاء ہر عالم کے شیخ العالم نہیں ہیں بلکہ وہ اس عالم کے شیخ ہیں جو ان کے ذاتی، روحانی، علمی و اصلاحی معاملات کا دائرہ ہے اس لئے ان کو اپنے عالم کا شیخ العالم کہا جاتا ہے۔

(نیریاں شریف: ۲۰ اگست ۱۳۲۰ء)

## نعت گوئی، ایک حساس کام

اللہ رب العالمین اور رسول کریم ﷺ کی ذوات مقدسہ کے ساتھ ایسے الفاظ کو منسوب کرنا جوان کی شان کے لائق نہ ہوں مطلقاً بے ادبی ہے جیسے رب قسم کھاتا ہے اسی طرح نعت کے اندر "بaba" اور "نانا" جیسے الفاظ کا استعمال بھی شانِ رسالت کے لائق نہیں ہے۔ اسی لیے علماء محدثین اور عارفین نے فرمایا شریعت بال سے باریک راستے کا نام ہے اور بعض نے یہ فرمایا کہ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے نعت کہنا اس سے بھی باریک راستے کا نام ہے اس لیے کہ مبالغہ کرو گے توحید کی حد میں داخل ہو جاؤ گے۔ اور معیار سے پچھے ہٹو گے تsecیص رسالت کے مرکذ کب ہو جاؤ گے۔ نعت گو شاعر کے لیے علم بہت ضروری ہے۔ علماء کو ان باتوں پر نظر رکھنا چاہیے کہ شریعت میں کوئی رعایت نہیں ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا تعارف سیدہ طیبہ طاہرہ ماں فاطمہ الزہرا اسلام اللہ علیہما، حسنین کریمین، بالخصوص امام حسینؑ کے نام سے کرنا مطلقاً بے ادبی ہے اس قسم کی بہت سی باتیں اکثر بے علم شعراء سے سرزد ہوتی ہیں۔ آپ ﷺ اپنے آپ کو نانا یا بابا متعارف کروانے کے لیے نہیں بلکہ رسول متعارف کرنے کے لیے تشریف لائے تھے۔

(نیریاں شریف: ۲۳ ستمبر ۲۰۳ء)

روحانیت کیا ہے؟

(اس عنوان پر مختلف مواقع پر ہونے والی گفتگو کا خلاصہ)

جس طرح انسان کے اندر پائے جانے والے اعلیٰ اوصاف کو انسانیت کہا جاتا ہے حالانکہ ناپسندیدہ حرکات کا صدور بھی انسان سے ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح روح کے اعلیٰ اوصاف جو روح کی پرواز اور بلندی کا باعث بنتے ہیں انہیں روحانیت کہا جاتا ہے۔ اب یہ بات سمجھنے میں آسانی ہو گی کہ ہمہ گیر تجسس، طہارت اور روح کی پرواز کا نام روحانیت ہے۔ اور یہ تینوں اوصاف تقویٰ باطن کی تکمیل اور دوام ذکر کے ساتھ

مشروط ہیں۔ جس انسان کے اعمال، اخلاق، گفتگو اور ظاہری و باطنی زندگی کے لوازمات نبی اکرم ﷺ کے اقوال و افعال کے فیضان سے منور ہوں وہ شخص ان اوصاف سے متصف ہو سکتا ہے۔ اسی کا دوسرا نام شریعت ہے اور شریعت کے فیضان سے کماحتہ مستقیض ہونے کے لیے تقویٰ کی صرف ظاہری صورت داڑھی، نماز، روزہ کافی نہیں بلکہ شرع مقدسہ کی مکمل پاسداری کے ساتھ ساتھ عشق رسول میں پھلانا بھی ضروری ہے۔ اس درجے پر فائز ہونے کے لیے کامل شیخ کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاکہ شیخ کی روحانی توجہ اس شخص کی استقامت اور عروج کا باعث بنے اور یہ شخص دامنِ ذکر کا عادی بن جائے۔ اس کے بعد کہا جاسکتا ہے کہ یہ شخص پیکر روحانی ہے ان اوصاف پر عمل کے بعد اس شخص کا چہرہ روحانیت کے انوار کا امین بن جاتا ہے۔

(فروی ۱۹۹۵ء)

**سوال: کیا روحانیت والے شخص کا صاحب کرامت ہونا ضروری ہے؟**

جواب: روحانی مقامات کی تائید و تصدیق کے لیے صاحب کرامت ہونا ضروری نہیں ہے۔ صاحب کرامت اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں مقبول ہو خرقِ عادت امور کا ظہور پذیر ہونا شرط نہیں ہے۔ جیسے جمیع صحابہ کرام صاحب کرامت ہیں۔ ان سے کوئی خرق عادت ظاہر ہو یا نہ ہو۔

(نیریاں شریف، ۲۰۱۳ء)

**روحانیت کی پہچان کیا ہے؟**

شرع مقدسہ کی مکمل پاسداری، اعلیٰ اخلاق، عفو و درگزر اور ہمدردی، نفع و نقصان کے لامچے سے بے نیاز ہو کر انسانیت کے ساتھ پیار کرنا اور حتی المقدور ان کی تکالیف کو دور کرنے میں کوشش رہنا روحانیت کے حامل لوگوں کی پہلی اور عام پہچان ہے۔

**سوال: کیا تصوف سے ہٹ کر روحانیت کا کوئی تصور ہے؟**

**جواب:** تصوف کی ضرورت کیوں پڑی؟ اس لیے کہ پاکیزگی و طہارت حاصل ہو جو قرب و حضور کا سبب بنے اور یہ مشروط ہے۔ شرع مقدسہ کی کمل پاسداری کے ساتھ۔ شریعت ایک ہی ہے اس سے ہٹ کر روحانیت کا دوسرا راستہ کون سا ہو سکتا ہے؟ دراصل روحانیت قرب و حضور اور اسی کے نتیجے میں ملنے والی کیفیات کا نام ہے۔ قرب و حضور کے لوازمات شریعت و طریقت نے بیان فرمادیے ہیں۔ ساری بات شریعت کے درپر آکر ختم ہو جاتی ہے۔ تمام مراتب و مدارج کی ابتداء اور انتہاء شریعت ہی ہے اس کے بعد طریقت، حقیقت اور معرفت ہے۔

(دربار نیریاں شریف: ۱۳۰۲ء)

**سوال:** کرامت کی کیا تعریف ہے؟

**جواب:** کرامت کا جو شرعی، لغوی اور اصلاحی مفہوم واضح ہوا ہے وہ یہ ہے کہ جتنے مقنی اور اہل اللہ لوگ ہوتے ہیں ان سے خرق عادت امور کا ظہور کرامت کہلاتا ہے۔ مگر حقیقت کی نگاہ میں صاحب کرامت وہی شخص ہے جو اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہواں لیے جمع آل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ صحاباً کرامت ہیں۔

**سوال:** انثورنس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

**جواب:** میں اتنا ہی کہوں گا کہ یہ مسئلہ میرے لیے قابلٰ تحقیق ہے جو محقق علماء کی رائے ہے وہی میری رائے ہے۔  
(روا لاکوٹ، ۷۱۹۸ء)

**سوال:** داتا اگر فاعل ہے تو مفعول کیا ہے؟

**جواب:** ضروری نہیں کہ اس کو صرف صغیر کے ترازو میں تولا جائے یہ عربی زبان کے لفظ منجم کا ترجمہ  
(بلال گنج لاہور، ۱۸۳)

**موت و حیات**

**سوال: کیاموت مکمل فناہ ہو جانے کا نام ہے؟**

**جواب:** آیت مقدسہ ﴿خَلْقُ الْبَوْتِ وَالْحَيَاةِ لِيَبْلُو كم ایکم احسن عِمَلاً﴾ میں وادعافظہ ہے جو اپنے ما قبل اور ما بعد میں مغائرت کی متقاضی ہے۔ معنی یہ ہو گا کہ زندگی اور موت میں کلیتا یکسانیت ہے اور نہ ہی مخالفت، یعنی موت وارد ہونے کے بعد بھی اس پر ایک حد تک حیات کا اطلاق رہے گا۔ موت کے بعد عام انسان کے عمل اور اختیارات سلب ہو جاتے ہیں اور مقبولین کے عمل سلب ہو جاتے ہیں اختیارات سلب نہیں ہوتے۔  
(راولپنڈی ۲۰۱۳ء)

**سوال: جن اور موکل میں کیا فرق ہے؟**

**جواب:** جن ناری مخلوق ہے اور موکل نوری مخلوق ہے۔ موکل اس فرشتے کو کہتے ہیں جو کسی ڈیپٹی پر مامور ہو۔  
( لاہور، ۱۹۸۳ء )

**سوال: فرمان خداوندی ہے ﴿إِذَا سَأَلَكُ عِبَادٍ عَنِ فَانِي قَرِيبٌ﴾**

**ترجمہ:** پھر کسی سے دعا کرنے کی کیا ضرورت ہے ہر آدمی خود دعا کیوں نہ کرے۔

**جواب:** "عبدی" کا لفظ اپنی معنوی خوبیوں اور ذات حق کی طرف نسبت کی واضح نشاندہی کر رہا ہے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ حکم سب کے لیے ہے تو "عبدی" کہہ کر تخصیص کیوں فرمائی جبکہ وہ ذات ساری کائنات کی بالکل و معطلی ہے۔ معلوم ہوا کہ عبدی وہ بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت، علم و کرم سے جن کے نزدیک ہے اور یہ بندے اپنی مقبول بندگی اور عشق صادق کی بناء پر اپنے رب کے قریب ہیں اس لیے وہ اپنے مخصوص بندوں کو دیتا ہے یا ان کے ذریعہ دیتا ہے۔ دوسری بات "فانی قریب" پس میں قریب ہوں۔ اس پر سوال یہ ہے کہ وہ توہر ایک کے قریب ہے تم میں سے وہ کون ہے جو اس کے قریب ہے؟ معلوم ہوا کہ مانگنے کی اجازت ہر ایک کو ہے مگر ملے گا اس کو جو اس کے قریب ہے۔ اس

لیے حکم دیا کہ "فَادْخُلُنَّ فِي عِبَادِيْنَ" میرے بندوں میں شامل ہو جاؤ۔ یعنی (میرے قریب والے بندے) جن کو قرب میر نہیں، وہ میرے قرب والوں میں شامل ہو جاؤ۔

(دربار نیریاں شریف ۱۹۹۱ء)

اس سے قرب کیسے ہو؟

قرب کے لیے وسیلہ چاہیے اور وہ ہے دوام ذکر، یہی دولت بندے کو قرب و مشاہدے کی منزل پر فائز کرتی ہے۔

حال اور قال میں کیا فرق ہے؟

جب زبان بولے اور وہ بات ہو حقیقت کھلے یانہ کھلے وہ قال ہے۔ جب حقیقت کھل جائے اور لفظوں کے پیمانے میں نہ آئے وہ حال ہے۔

صاحب نظر کی توجہ ذات کو بدل دیتی ہے

جس طرح ذات اور صفات کے الفاظ جدا جد ایں اسی طرح ان کی حقیقت بھی جدا ہے جیسی بھی مخلوق ہو اس کی تاثیر انسان کو بدل دیتی ہے۔ مگر تغیر و تعمیر کے ذریعہ کسی کی عادات کو بدلا صرف صاحب نظر، صاحب کمال شخص کا کام ہے اس کی ایک ہی صورت ہے کہ جب تک کسی صاحب حال کی نظر کسی کی نظر سے نہ ملے۔ اور دل اس کی نذر ہو جائے اور جب دل اس کی نذر ہو جائے تو ذات بدل جاتی ہے۔ ذات بدلنے کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ آگ، پانی، ہوا اور مٹی کی مختلف جہتوں کو اطاعت کا وہ مقام حاصل ہو جائے جہاں ان کی طبیعتوں کا ظہور نہ ہونے پائے جیسے نمک کی کان میں جاندار چیز کا حکم ہے ہمارے پاس مثالیں موجود ہیں کہ آئے تھے تو اب بکر تھے اور جب دل نذر ہوا تو صدیق اکبر بن گئے۔ جب آئے تھے تو صرف عمر تھے اور جب دل صاحب نظر کی نذر ہوا تو جہاں پکارا ٹھاکہ یہ فاروق اعظم ہیں اور اگر یہ

مان لیا جائے کہ تبدیلی ذات ناممکن ہے تو اس حدیث قدسی کا کیا مطلب ہو گا "کنت سمعه الذی یسمع به" (میں اس بندے کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے) معلوم ہوا کہ:

نگاہِ مردمو من سے بدل جاتی ہیں تقدیریں  
جو ہو ذوقِ یقین پیدا توکٹ جاتی ہیں زنجیریں

بندہ صاحبِ نظر کب بتتا ہے؟

جو بندہ اپنی نظرِ محظوظ حقیقی کی نذر کر دے اس کو نگاہ کی تطہیر اور وقتِ تنفسِ نصیب ہوتی ہے اور اسی کو مقامِ قرب پر فائز کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ جو چیز کسی کی نذر کر دی جاتی ہے وہ واپس نہیں لی جاتی۔ اس پر بندے کا اختیارِ ختم ہو جاتا ہے اب اس کا اختیار ہے جو تیرا محظوظ ہے اب حکم یہ ہے کہ جہاں وہ دکھائے وہاں تو دیکھ اور جہاں سے وہ روکے وہاں سے تورک جا ﴿مَا أَتُكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهِّكُمْ عَنْهُ فَأَنْتُمْ هُوَا﴾

یہی وہ نظر ہے جو بندے کو صاحبِ نظرِ بناتی ہے اور یہی وہ نظر ہے جو دلوں کی دنیا کو بدل دیتی ہے۔ انسان ذکر اور نیک اعمال میں اتنی کثرت کرے کہ محظوظ کو محظوظ پر اعتماد حاصل ہو جائے اس وقت محظوظ اپنے محظوظ کے خیالات کو قبضے میں لے لیتا ہے تاکہ بندہ دوبارہ گناہ کی طرف متوجہ نہ ہو۔

اصلِ محظوظ ایک ہی ذات ہے جو خلق کا بھی محظوظ ہے اور خالق کا بھی محظوظ ہے اور وہ ہیں جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ۔ ان کے درستِ رسائی کامل شیخ کے بغیر مشکل ہے۔ سارے جہاں کی بلندیاں اور رفعتیں ان کی تابعیتی میں ہیں جو شخص جتنا ان کی تابعیتی اور اتباع میں کامل ہے وہ اتنا ہی بلند تر اور صاحبِ نظر و صاحبِ کمال ہے۔

(راولپنڈی ۲۰۱۳ء)

جب تک آنکھ بے وضو ہو رخ یار کی تلاوت نہیں ہو سکتی۔ آنکھ کا وضو آنسو سے ہوتا ہے جو عشق کا تیر لگنے سے چھکلے۔ معلوم ہوا کہ یہ سارا عنوان ہی عاشقوں کا ہے یہ عوام کا عنوان ہی نہیں ہے "طحہ ہر مرغ کے انہیں نیست"

**ذات سے کیا مراد ہے؟**

تصوف کی زبان میں ذات سے مراد کوئی قبیلہ یا قوم نہیں بلکہ یہ دل و روح کا نام ہے۔ انسان کے خیالات، حالات و احساسات کے بدل جانے کو ذات کی تبدیلی کا نام دیتے ہیں۔ قیامت کے دن انسان سے سوال اس معاملے سے متعلق ہو گا جس کا اس کو اختیار دیا گیا ہے کسی قوم یا قبیلے میں پیدا ہونا اس کے اختیار میں نہیں ہے اس لیے قوم، قبیلے کا سوال بھی نہیں ہے۔ اعتبار بھی نہیں ہے۔ بندے کا کمال و اختیار یہ ہے کہ نبی ﷺ کی تابعداری اور اتباع میں کمال حاصل کرے۔ سارے کمالات کی ابتداء و انتہا یہ ہے اور قبر و حشر میں اتباع کے بارے میں سوال ہو گا۔ ذات کے بارے میں سوال نہیں ہو گا لہذا اپنا آپ ان کے حوالے کریں ذات بدل جائے گی۔

نشے کی دو اقسام  
ایک نشہ رحمانی ہے  
ایک نشہ شیطانی ہے  
رحمانی نشے میں بندگی ہے  
شیطانی نشے میں درندگی ہے  
رحمانی نشے میں زندگی ہے  
شیطانی نشے میں گندگی ہے  
جنہیں رحمانی نشہ مل گیا ان کے لیے ہی فرمان باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا﴾

فقیر صادق کون ہے؟

جو تقویٰ و طہارت علم و عمل کے مکمل امتزاج کے ساتھ منزل فخر پر فائز ہونے اور کشف و کرامت کی حقیقی کیفیت وارد ہونے کے باوجود عالم ہوش میں رہے اور شریعت کی حدود سے تجاوز نہ کرے وہ فقیر صادق ہے۔  
(درپار نیریاں شریف: ۱۲۰ ۲۰۱۳ء)

ایک شعر کی وضاحت

کیا یہ شرک نہیں؟

حبیب خدا کو خدا کہتے کہتے

خدال گیا مصطفیٰ کہتے کہتے

سوال: کیا آپ کے نزدیک اس شعر میں شرک کی بونہیں آتی؟

جواب: اس شعر میں شاعر کا کہنا یہ ہے کہ ہم نے حبیب کبریا ﷺ کی بارگاہ تک ذکر خدا کی وساطت سے رسائی حاصل کی ہے اور جب ہمیں رسول اللہ ﷺ تک رسائی مل گئی تو آپ کی شفقت اور معیت کی وجہ سے خدا بھی مل گیا اور یہی جامی علیہ الرحمۃ کا شعر بھی ہے۔

محمد از تو مے خواہم خدارا

خدا یا از تو ذاتِ مصطفیٰ را

اس میں شرک کی کوئی بات ہے؟

نماز اور اس کی منازل

سوال: وہ نمازی جن کی نماز الفاظ و معانی سے گزر کر کیفیات تک پہنچ چکی ہے انہیں شہود و غیب کے مراحل سے کیوں گزارا جاتا ہے؟ کہ ہر تجسس و جستجو میں اضافہ قائم رہے۔ نمازی کو مختلف کیفیات سے

اس لیے گزارا جاتا ہے کہ ہر آنے والی منزل جو پہلی منزل سے قوی اور قریب ہوتی ہے اس کے لیے جتوں، شوق اور قوت برداشت پیدا ہو جائے اور شوق میں اضافہ ہوتا کہ شہود کی منزل حاصل کرنے کے لیے انسان اس معیار پر پہنچ کر برداشت بھی کرے اور قائم بھی رہے۔

(در بار نیریاں شریف، علماء کے وفد سے گفتگو)

### یا اللہ یار حسن یار حیم کی اہمیت

ایک مجلس میں آپ نے فرمایا: "یا اللہ یار حسن یار حیم" کا وظیفہ پابندی سے پڑھیں اس کے لیے یہ وظیفہ دنیا و آخرت کی ہمہ گیر حاجات کے لیے کفیل اور کثیر برکات کا حامل ہے۔ اس میں لفظ یا اللہ دنیا وی زندگی سے متعلقہ تمام مسائل کا حل۔ اسم پاک یار حسن میں بڑھاپے کی آزمائش سے لے کر نزع کی تمام کٹھن منازل سے بآسانی گزر جانے کا حل اور اسم پاک یار حیم قبر سے لے کر حشر اور حشر سے لے کر دخول جنت تک بندے کی تمام مشکلات اللہ تعالیٰ اس اسم پاک کی برکت سے حل فرماتا ہے۔ یہ تینوں اسمائے پاک پابندی سے بلا نافر پڑھنے چاہئیں اور ایک مخصوص تعداد مقرر کر لینی چاہیے۔ اس کی کم از کم تعداد ایک سو ایک اور زیادہ سے زیادہ گیارہ سو ہے۔

جہاں نورِ نبوت نے ڈیرہ لگانا ہوتا ہے وہاں صدیق اکبر کو بھی لے جاتا ہے  
جہاں نورِ نبوت نے ڈیرہ لگانا ہوتا ہے وہاں سیدنا صدیق اکبر پہلے جاتے ہیں۔ غار ثور کا واقعہ یہی تعلیم دیتا ہے کہ جس نے نبی ﷺ کو دعوت دی ہے وہ پہلے سیدنا صدیق اکبر کو بلاۓ اور جس نے اللہ رب العالمین کے جلوے دل میں اتارے ہیں وہ نورِ مصطفیٰ ﷺ کو پہلے دل میں اتارے۔

(راولپنڈی، ۱۰۲۰ء)

عمر ان خان کو نصیحت

عمران خان کو آپ نے تین نصیحتیں فرمائیں جب وہ آستانہ عالیہ پر تشریف لائے تھے۔ جاتے وقت کہا  
حضرت میرے لیے کیا حکم ہے؟

آپ نے فرمایا۔ ۱۔ نماز نہ چھوڑنا۔ ۲۔ شائستگی کا دامن نہ چھوڑنا۔

دوسری ملاقات میں ایک اور بات بتاؤں گا۔ مگر عمران خان صاحب دوسری ملاقات کے لیے نہ آسکے۔  
یہ ۲۰۱۰ء کی بات ہے اس وقت خان صاحب سیاست میں نہیں آئے تھے۔

۲۵ فروری کا وعدہ کر کے گئے اور واپس نہیں آئے۔ جانے کے بعد میں نے پوچھا کہ حضور آپ نے  
تیسرا بات کیا بتانی تھی؟ آپ نے فرمایا، انہیں دس سال تک سیاست میں نہیں آنا چاہیے یہ بات بتانی  
تھی۔

### ایک نوجوان کو نصیحت

جو انی کے دن یادِ حق کی مستیوں میں بیت جائیں تو زندگی قابلِ فخر ہوتی ہے۔ خواہشات کے سامنے سر جھکنے  
کے بجائے انہیں پاش کر دینا ہی جہادِ اکبر ہے۔ ایک عشق و صداقت بھرا عہد کریں جو نورانی زندگی  
کی بنیاد بن سکے۔

بجھے ہوں دل تو اندر ہیرے نہیں مٹتے  
یہ فتنے تو کجا لا کھ آفتاب جلیں

### ہم جنس اور ہم سفر

تصوف کی زندگی کا سب سے خوبصورت و دل نشیں عنوان یہ ہے کہ جن کا ارادہ، مقصد، ذوق، طبعی  
معیار، جستجو اور محبوب ایک ہو وہ ہم جنس ہیں۔ مقاصد جدا جدا ہونے سے سفر قائم رہ سکتا ہے مگر جنس  
بدل جاتی ہے ایک ہی ریل میں سفر کرنے والے دو مسافر ہم سفر تو ہیں ہم جنس نہیں۔ ہم جنسوں کی معنوی

زندگی کا مقصد اور ابتداء و انتہا ایک ہوتی ہے قیامت کے دن ہم جنسوں کو بلا یا جائے گا۔ ہمسفروں کو نہیں بلا یا جائے گا۔ فرمان خداوندی ہے۔

﴿وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيْمَانَ الْمُجْرِمُونَ﴾

ہم سفر علیحدہ ہو جائیں اور ہم جنس علیحدہ ہو جائیں۔ حکم ہو گا۔

﴿كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾

ہم جنس علیحدہ ہو جائیں۔ دنیا کی ریل پیل، جتو، آرزو اور اس کی تکمیل یہ سب عارضی چیزیں ہیں۔ چھوٹے پھوٹے کھلونے دیئے جاتے ہیں اور بڑوں کو معاملات میں الحجاج دیا جاتا ہے۔

﴿وَمَا هُنَّا إِلَّا لَهُوَ لَعَبٌ﴾

کوئی محلات بنارہا ہے کوئی زمینیں خرید رہا ہے کوئی منصوبے بنارہا ہے۔ کوئی کسی درجے پر ہے کوئی کسی حال میں مگر انعام کیا ہے؟ انسان جب دنیا چھوڑے گا جس طرح پھوٹے کھلونے ٹوٹتے ہیں اسی طرح اس کا سامان بھی ٹوٹے گا۔ اور ہم جنس جن کی ساری پوچھی اللہ تعالیٰ کی بندگی اور نبی اکرم ﷺ کی غلامی ہے وہ کامیاب و سرخود ہوں گے۔ ان ساری باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جوں جوں بلندی ملتی جائے اللہ کی بارگاہ میں جھکتے جاؤ۔ اس لیے کہ جس ٹھہری کے ساتھ پھل لگ جائے وہ کھڑی نہیں رہ سکتی۔ اور خالی ٹھہری جھکانا چاہو تو بھی جھکا نہیں سکو گے۔ جتنا پھل زیادہ اتنا جھکا و زیادہ بعض لوگ جھکا و دیکھ کر حیران ہوتے ہیں کہ ٹھہری کیوں نہیں ٹوٹتی مگر انہیں یہ علم نہیں کہ عجز و انساری کی دولت بندے کو ٹوٹنے نہیں دیتی پھل کی موجودگی میں اکڑ جانے سے ٹوٹنے کا خطروہ پیدا ہو جاتا ہے اس لیے لازم ہے کہ انسان اپنے ماں کی بارگاہ میں جھک جائے تاکہ دین و دنیا کی بلندیوں کی ابتداء و انتہا اللہ کی بندگی ہی ہے۔

عدم کے واسطے کر سامان اے غافل!

کہ مسافر شب کو اٹھتے ہیں جو جانا دور ہوتا ہے

(اکتوبر، ۱۴۰۲ء)

### مزارات پر حاضری کے فائدے

مزارات پر حاضری اور درویشوں کی مخالف، اعمال اور عقیدے کی سلامتی کا وسیلہ ہیں۔ عموم درباروں پر حاضری دیں تو انہیں حق کی طرف راہنمائی ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی وجہ سے مشکلات آسان فرمادیتا ہے اور خواص مزارات پر حاضری دیں تو ان کے دل و دماغ اور روح کو فاکدہ پہنچتا ہے۔ بار بار مزارات کی حاضری بندے کو نیکی کی طرف مائل کر دیتی ہے۔ چونکہ ہر مقام اور مرکز کی جدا جدا خصوصیات و برکات ہوتی ہیں۔ جس طرح انسان مسجد میں جائے تو اللہ کی باتیں اور بازاروں میں جائے تو دنیا کی باتیں ہوتی ہیں اس لیے کہ جو مرکز جس سے منسوب ہوتا ہے ان جگہوں میں وہی کیفیات بندے کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں۔ مزارات ذکر اللہ کے مرکز ہوتے ہیں اس لیے ذکر کے انوار و برکات کی بدولت انسان اللہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور جہاں اللہ کا ذکر نہیں ہوتا وہاں ذکر کی برکت، کیفیت اور فیض بھی نہیں ہوتا اس لیے کہ ساری بہاریں اللہ کے ذکر کے ساتھ مشروط ہیں۔ درباروں پر حاضری دینا اور وہاں پہنچنے والی مشقت اور تکالیف کو دل دماغ میں نہ رکھنا زندگی کا مقصد حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ درباروں میں حاضری کا اصل مقصد دم تعویذ نہیں بلکہ گزشتہ زندگی گناہوں کی معافی اور آئندہ نیکی پر قائم رہنے کی توفیق طلب کرنا ہے۔ ہر دربار والا ایسا نہیں کہ جس کی محفل انسان کے دل کو نیک بنادے۔ اس لیے کہ جو خود نیک اور پاکباز نہیں وہ دوسرے کو نیکی کا درس کیسے دے گا؟ ظاہری لباس بزرگی کا معیار نہیں بلکہ بزرگی کا فیصلہ دل کی کیفیات پر ہوتا ہے اس کی علمامت یہ ہے کہ مجلس میں بیٹھنے والے انسان کے اندر گناہوں پر ندامت، نیکیوں کی طلب اور ادب کی دولت نصیب ہو جاتی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ کریم صلی اللہ علیہ وسلم درویشوں کی تابعداری میں وقت گزارنے کی توفیق بخشنے۔

(نیریاں شریف اکتوبر ۱۴۰۲ء)

## ایک فرض جو ہر وقت فرض ہے

اعمالِ صالحہ کے درجات مقرر ہیں۔ فرض، واجب، سنت و مستحب۔ پھر ان کے اوقات مقرر ہیں۔ مثلاً حج و زکوٰۃ۔ اور یہ ہر ایک پر فرض نہیں اور ہر وقت بھی فرض نہیں بلکہ سال میں ایک وقت مقرر ہے۔ اور صرف ایک آدمی کے لیے ہے اسی طرح واجب و سنت و مستحب کے اپنے اپنے اوقات مقرر ہیں۔ جو نیکی ہر وقت فرض ہے (و ذکر اللہ ذکر کثیر)، وہ ذکر اللہ ہے۔ اور جو ہر روز فرض ہے وہ نماز (ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمِنین کتباً موقوتاً) ہے۔ ان دونوں میں امیر غریب، اسیر یسیر، سب شامل ہیں۔ نماز کسی نالائقی یا عذر کی وجہ سے قضاہ ہو جائے تو وقت ملتے ہی فوراً ادا کریں۔ نماز کی پابندی اس لیے ضروری ہے کہ قبر و حشر میں نجات کا سامان ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ کے بعد نماز ہے اور قیامت میں سب سے پہلے جس عمل کے بارے میں بندے سے پوچھا جائے گا وہ نماز ہے۔ دنیا کی تمام نعمتوں کے بد لے میں اللہ رب العالمین نے بندے سے صرف ذکر اور شکر کا ہی مطالبہ کیا ہے اگر دنیا میں شریف لوگ دنیا والے کا حق ضائع نہیں کرتے تو شرافت کب اجازت دیتی ہے کہ انسان اللہ کا رزق کھا کر اس کا شکر ادا نہ کرے؟ اس لیے لازم ہے کہ انسان اللہ کی طرف مائل ہو اور اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز رہے اور ذکر میں کمی نہ کرے۔

## اصحاب ائمہ اور اصحاب الشہاد

قیامت کے روز انسان صرف دو جماعتوں میں تقسیم ہوں گے ایک جماعت جس نے اللہ رب العالمین کو راضی کیا اور ایک وہ جماعت جنہوں نے اپنی ساری زندگی اللہ رب العالمین کی نافرمانی میں گزار دی۔ قرآن عظیم نے دونوں کا ذکر فرمایا ہے۔ قیامت کے دن سب لوگوں کے اعمال نامے ان ہاتھوں میں ہوں گے ان کے ہاتھوں میں ہوں گے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا وہ اصحاب ائمہ اور ان کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور نافرمان جماعت جو اصحاب الشہاد کھلائے ان کو اعمال نامے کی

کتاب باعیں ہاتھ میں دی جائے گی کبھی کبھی اس منظر کو یاد بھی کرنا چاہیے۔ کہ وہ کیسے خوفناک لمحات ہوں گے۔ حقیقت یہی ہے کہ وہ انسان انتہائی بد نصیب ہے جس نے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھایا اور پھر نافرمانی کر کے اس جماعت میں شامل ہو گیا جو قیامت کے روز جہنم کی طرف جائے گی اور وہ شخص جس نے سجدہ ریزی کے ساتھ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کیا اور نبی کریم ﷺ کی غلامی میں رہتے ہوئے دنیا کا کاروبار بھی کرتا رہا اور اپنے آپ کو اس قابل بنادیا کہ اعمال خیر کا مجموعہ اس کے داعیں ہاتھ میں دیا گیا اور جنت کا حقدار بنادنیا میں رہتے ہوئے دنیا نہیں چھوڑی جا سکتی۔ مگر اس کو اپنی حد سے آگے بھی نہیں جانے دیا جائے۔ صوفیٰ نے اس نقطے کو بہت اچھی طرح سمجھایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ نیکی کو داعیں طرف اور برائی کو بائیں طرف رکھیں تاکہ نیکی آپ کی عادت بن جائے اس کی مثال یہ ہے کہ جس طرح نمازی تکبیر تحریم کے بعد ہاتھ ناف پر باندھتا ہے تو اس کا دیاں ہاتھ خود بخود بائیں ہاتھ کے اوپر آ جاتا ہے۔ حالانکہ یہ بات نمازی کی نیت میں شامل نہیں ہوتی کہ اس نے دیاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا ہے۔ بلکہ نماز کی پابندی سے یہ عادت خود بخود بن جاتی ہے اس لیے ذکر اللہ کو اپنی عادت بنائیں تاکہ مرتبے وقت بھی یہ خود بخود زبان پر جاری ہو جائے۔

### دیاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنے کی توجیہات

اس کی کئی توجیہات ہیں پہلی توجیہ یہ ہے کہ اصحاب الہمین اصحاب الشمال پر غالب ہیں۔ نیکی برائی پر غالب ہے۔ دنیا اور دین کماںیں گر دین کو ہر حال میں دنیا پر غالب رکھیں۔  
مومن کی دنیادین کے ماتحت ہونی چاہیے۔

### بندگی حقیقی محبت کا امتحان ہے

دو ہی چیزیں ہیں نیکی یا برائی۔ اللہ کا راستہ یا شیطان کا راستہ۔ انسان کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ ان میں سے کس کا انتخاب کرتا ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ بندے کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے تو عدل و انصاف

کاسار ا نظام بے کار ہو جاتا ہے۔ فرمان خداوندی ہے ﴿أَلَّمْ نَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ، وَلِسَانًاً وَشَفَتَيْنِ، وَهَدَيْنَهُ النَّجْدَيْنِ﴾

اللہ رب العالمین بندے کو اختیار دے کر آزمار ہا ہے کہ وہ اپنے عمل سے کیا ثابت کرے گا اس بات کو ایک مثال سے سمجھنا بہت آسان ہو گا۔ اللہ رب العالمین نے اعلان فرمایا۔ "حی علی الصلوٰۃ" میرے بندے نماز کی طرف آ۔ دوسری طرف شیطان دعوت دے رہا ہے کہ نماز کی طرف بالکل نہ جانا۔ یہ بندے کے امتحان کا وقت ہے جس نے اس حکم پر لیک کہہ کر نماز پڑھ لی اس نے رب کی بات مان لی۔ اور جس نے نہیں پڑھی اس نے شیطان کی تابعداری کا ثبوت دیا۔ ذرا غور کریں کس کا رزق کھا رہے ہیں۔ کس کا کلمہ پڑھ رہے ہیں بخشش کس سے مانگ رہے ہیں۔ اور قیمتی زندگی کے شب و روز کس کے نقش قدم پر چل کر ضائع کر رہے ہیں؟ جوانی اور صحت کا زمانہ مستی اور غفلت میں گزار کر بڑھا پے اور معدود ری کے دور میں ان خطاؤں کی مخلاف کیسے کرو گے؟ اللہ تعالیٰ اس جہان میں اپنی قدرت کا مظاہرہ نہیں فرماتا۔ اس لیے کہ دنیا مہلت کی جگہ ہے۔ یہاں حساب نہیں ہے عمل ہے۔ کل حساب کا وقت آئے گا وہاں عمل منقطع ہوں گے۔ بندگی محبت کا امتحان ہے۔ یہاں جر نہیں ہے یہاں بندگی کا حکم دے کر بندے کو نیکی اور برائی کے درمیان کھڑا کر دیا گیا ہے۔ اور نگرانی کی جا رہی ہے کہ جس کے اندر میری محبت ہو گی وہ میری بات پر عمل کرے گا جس کے اندر میری محبت نہیں مجھے اس کی ضرورت ہی کیا ہے؟

یہ شہادت گہافت میں قدم رکھتا ہے

لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

اگر ایک باپ اپنی نافرمان اولاد کی بات نہ مانے تو باپ کو قصور وار نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ اسی طرح جو شخص مسلمان ہو کر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور نبی اکرم ﷺ کی محبت، اطاعت میں وقت نہیں گزارتا اس پر

دنیا و آخرت میں مصائب و عذاب کے دروازے کھل جائیں تو اللہ تعالیٰ پر شکوہ کرنے کے بجائے یہ جاننا  
چاہیے کہ یہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ فرمان خداوندی ہے ﴿فَبِمَا كَسْبُتُ أَيَّدِينِكُم﴾  
☆ بیعت اس وقت معتبر ہے جب اس کی خواہش بندے کے دل سے اٹھے۔

### خواص کی ریاکاری

میں نے تصوف کی ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ ایک عام آدمی کی ریاکاری اس کی نیکی کو برہاد کر دیتی ہے۔ مگر جو لوگ فنا کی منزل سے گزر کر منزل عرفان پر پہنچ چکے ہیں ان کی ریاکاری عام آدمی کی نیکی سے اچھی ہے اس لیے کہ عام آدمی کا تقویٰ اس کی ذات تک محدود ہے اور خواص کی ریاکاری بھی لوگوں کو اللہ کی طرف لے جاتی ہے۔

(دربار نیریاں شریف ۲۰۱۳ء)

### درویشوں کے ساتھ تعلق کے فائدے

صحیح درویش کے ساتھ دوستی یہاں سے لے کر نبی اکرم ﷺ کے دربار تک ہے۔ درویشوں کے ساتھ اپنا اندر رونی تعلق اس یقین کے ساتھ مضبوط رکھنا چاہیے کہ ایسا کوئی دوست نہیں ہوتا جو نفع و نقصان دونوں میں شامل نہ ہو۔ درویش اپنی یاری کی عزت کے لیے دکھ سکھ کا خود خیال رکھتے ہیں۔ اس لیے ان کے پاس پہنچ جانے کے بعد فریاد کی ضرورت نہیں رہتی۔ انسان جب کسی درویش کے پاس جائے وہ اپنی نیت میں یہ دعائیہ کلمات شامل رکھے کہ اللہ کریم میرے گناہ معاف فرمائیں نے تیرے قانون توڑے ہیں تیری نافرمانی کی ہے۔ میری رفتار، گفتار، کردار اور دل و زبان پر گناہ غالب ہیں۔ میرے پاس ایسی کوئی نیکی نہیں جس کا واسطہ دے کر تجھ سے بخشش مانگوں۔ جن بندوں نے تیرے ذکر کے چراغ جلائے ہیں اس روشنی کی ایک کرن مجھے بھی عطا فرم اور میرے گناہ معاف فرم۔ ہزاروں میل دور رہ کر جن کا نام لینے سے دعائیں قبول ہوتی ہیں ان کے در پر حاضری دینے سے برکات کیوں نہ حاصل ہوں گی۔ درویشوں

کے پاس جا کر سب سے بڑی مرض لاعلان اور سب سے بڑی مراد مانگنی چاہیے۔ سب سے بڑی مرض گناہ اور سب سے بڑی مراد بخشش ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کے ویلے سے اپنی بارگاہ میں دعائیں قبول فرماتا ہے۔  
(دربار نیریاں شریف: ۲۰۱۳ء)

### مزارات پر حاضری کا طریقہ

باوضو ہو کر تھوڑی دیر خاموشی کے ساتھ آنکھیں بند کر کے مزار پر بیٹھیں اور اپنے شخچ کا تصور کریں۔ اس کے بعد اسم اللہ شریف، درود شریف، سورہ اخلاص طاق تعداد میں پڑھ کر اس کا ثواب صاحب مزار کو بخشیں اور اس کے بعد ان کی روح کی طرف متوجہ ہوں۔ جب دل میں سکون کی کیفیت محسوس ہو فوراً دعا کر کے وہاں سے اٹھ جائیں۔ ہر وقت باوضور ہنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں کم از کم نمازوں کے اوقات میں باوضور ہئے کی پابندی کریں۔ زندگی جوانی یا بڑھاپے کا انتظار نہیں کرتی بارگاہ خداوندی میں حاضری کے لیے ہر ایک کا وقت مقرر ہے۔ اس بلاوے سے پہلے اپنے آپ کو تیار رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اپ کے لباس، خوراک، مکان، جائیداد، اور دنیاوی منصب کے بارے میں پوچھنے کے بعد فرمائے گا کہ میری اس قدر نعمتوں کے بدالے میں تمہاری پیشانی سجدوں سے کیوں خالی ہے؟ اس سوال کا جواب تیار کرنے کے لیے آج سے ہی اپنی پیشانیوں کو سجدوں کے نور سے مالا مال کریں تاکہ حشر میں رسوانی نہ ہو۔ صاحبانِ مزارات کی یہی تعلیمات ہیں۔ مزارات سے عقیدت و محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی تعلیمات کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بنایا جائے ورنہ آپ کی یہ ناقص محبت کسی کام کی نہیں۔ دعا ہے اللہ کریم ہر ایک کو ان نفوسِ قدسیہ کے نقش قدم پر چل کر سرخو ہونے کی سعادت نصیب فرمائے۔

☆      وہ گناہ جس کے نتیجے میں بندے کو شرمندگی اور توبہ کی توفیق نصیب ہو اس نیکی سے بہتر ہے جو بندے کے اندر تکبیر پیدا کر دے۔

### اللہ کا شکر اور اس کا طریقہ

صرف زبان سے یہ کہہ دینا کہ اللہ کریم تو نے کرم فرمایا ہے تیراشکر ہے یہ شکر کرنے کا طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ ذات خداوندی کے ساتھ مذاق ہے۔ نعمت کے بد لے میں شکر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ پاک صاف ہو کر فرائض کی ادائیگی کے بعد نوافل کی تعداد میں اضافہ کرے تاکہ نعمت کا شکر ادا ہو۔ صرف زبان سے کہہ دینا کہ اللہ تیراشکر ہے یہ صرف کھانے کے بعد کہا جاتا ہے اس کے علاوہ ہر نعمت کا شکر بندگی سے ہوتا ہے جب تک نعمتیں جاری تب تک شکر لازم اور نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت زندگی ہے۔ جب تک زندگی ہے تب تک شکر بھی ہے سجدوں کی کثرت سے شکر کی ادائیگی ایک پاکیزہ رسم ہے اللہ تعالیٰ سب کو یہ توفیق نصیب فرمائے۔

(راولپنڈی، اگست ۲۰۱۳ء)

**تین چیزیں اکٹھی ہو جائیں تو عمل وجود میں آتا ہے**  
 بندے کی چال اور اس کا حال دونوں خیال کے ماتحت ہوتے ہیں یہی تین چیزیں اکٹھی ہو جائیں تو عمل وجود میں آتا ہے۔ اگر یہ تین چیزیں پاک ہیں تو عمل پاک ہو گا ان کی پاکیزگی کی کثرت ذکر کے بغیر ناممکن ہے اور ذکر کی توفیق شیخ کی توجہ اور دعا سے نصیب ہوتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے پاس جانے والوں کی قدر افزائی فرماتا ہے۔ اپنی نیت، زبان، نظر، روح اور جسم پاک رکھیں یہی پاک ﷺ کے غلام کا شیوه ہے۔ کہ وہ پوری توانائی کے ساتھ اپنے آپ کو نیکی کی طرف مائل رکھتا ہے۔ مومن کی اصل دولت اور سرمایہ نجات یہی چیزیں ہیں۔ درباروں پر حاضری کا اصل مقصد دم، تعویذ کا حصول نہیں ہوتا بلکہ یہ حاضری شیخ کے ساتھ رابطہ قوی کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ رہا مسائل کا حل تو یہ کامل شیخ کی مرضی ہے کہ وہ آپ کی اصلاح کے لیے کیا بہتر سمجھتے ہیں۔

(دربار نیریاں شریف)

مؤمن کا اصل اثاثہ

اللہ تعالیٰ اور اسکے محبوب پاک ﷺ کی محبت اور اتباع اور ذکر مومن کا اصل اثاثہ ہے۔ جس بندے پر اللہ رب العالمین راضی ہو جائے اس کو ذکر کی دولت عطا فرماتا ہے جس کو ذکر کی دولت مل جائے وہ اس کرم کو معمولی بات نہ سمجھے ان چیزوں میں سستی بندے کو ناقابل ملائی نقصان سے ہمکنار کرتی ہے اس کائنات کے اندر دو ہی چیزیں سب سے بڑی دولت ہیں۔ سجدہ اور ذکر۔ درباروں پر حاضری ان ہی دو چیزوں کے حصول کے لیے ہونی چاہیے۔ بندے کی نیت اور اعمال خیر معتبر چیزیں ہیں اور بس (دربار نیریاں شریف)

#### ذکر کے درجات

ایک روز ذکر کی اقسام کے حوالے سے آپ نے ارشاد فرمایا کہ عوام کے لیے ذکر بالجھر اور خواص کے لیے ذکر خفی مفید ہے اس لئے کہ خواص جس ذات کا ذکر کر رہے ہوتے ہیں اس وقت اکاذل دماغ اور خیال اسی ذات اقدس پر مرکوز ہوتا ہے اور عوام جن کا خیال ذکر کے وقت مذکور کی ذات پر قائم نہیں رہتا انہیں ذکر بالجھر کرنا چاہیے تاکہ آہستہ آہستہ ان کے ذکر کو چنگلی نصیب ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ ذکر خفی صرف ایک فرد کو فائدہ پہنچاتا ہے اور بلند آواز سے ذکر ہر اس چیز کو فائدہ پہنچاتا ہے جہاں تک اس ذکر کی آواز پہنچ رہی ہے۔ اس میں درخت، پہاڑ چرند پرند، ذکر کرنے والے کے گواہ بن جاتے ہیں۔ عوام کو ذکر بالجھر ہی کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ جو محنت زیادہ کرے گا وہ مزدوری بھی زیادہ لے گا۔ (مانسہرہ والے ثار خان صاحب کے مہماںوں سے گفتگو)

#### ختم خواجگان شریف کے فوائد

مختلف مجالس میں حضور قبلہ عالم نے ختم خواجگان نقشبندی کے درج ذیل فائدے بیان فرمائے۔

☆ پابندی سے ختم خواجگان شریف پڑھنے والے کی موت کفر پر نہیں ہوتی۔

☆ ایسے شخص کے گھر میں رزق کی کمی نہیں ہوتی۔

☆ ایمان کامل، صحت کامل، غربت کا خاتمہ اور فکر معاش کی آزادی، خلافاء سلسلہ عالی نقشبندی ہر روز پابندی سے پڑھیں۔ اور اگر ہر روز نہ پڑھ سکیں تو ہر ہفتہ ایک بار ضرور پڑھیں۔

☆ مشکلات سے نجات کے لیے ایک ہی مجلس میں چند ساتھی جن کی تعداد طاقت ہو سات مرتبہ ختم خواجگان شریف پڑھ کر دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ مشکلات آسان فرمادے گاسات مرتبہ سے مراد یہ ہے کہ ہر کلام کی تعداد سات گناہ کر لیں۔ بیماریاں اور رکاوٹیں ختم ہو جائیں گی۔

ختم شریف کی موجودہ ترتیب کب عمل میں آئی؟

ایک دفعہ کسی نے سوال کیا کہ ختم شریف کی موجودہ ترتیب کب سے عمل میں آئی اور یہ ترتیب کس نے دی؟ تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ ختم شریف میں پڑھے جانے والے تمام اسباق بطور وظیفہ متقدہ میں کے معمولات میں رہے ہیں۔ حضور مجدد سرہنڈی رحمۃ اللہ علیہ نے سب کو یکجا کر کے ختم شریف کی صورت میں جاری فرمادیا تاکہ قیامت تک اکابرین کی توجہ اور برکات کا سلسلہ جاری ہے۔ آپ نے فرمایا جس ادارے میں یہ ختم شریف پابندی سے پڑھا جائے وہاں برکات کا سلسلہ قائم رہے گا۔ بالخصوص سورہ اخلاص ایک ہزار مرتبہ بہت با برکت وظیفہ ہے۔ فیکثری کار خانہ جات کے ملازمین مل کر یہ تعداد پوری کریں یا مدرسے کے طلباء مل کر روزانہ یہ تعداد پوری کریں برکات کا بہر حال تسلسل رہے گا۔

(چک بیلی، ۲۰۰۳ء)

بیعت ہونے کے فائدے

☆	موت کے وقت ایمان کی حفاظت
☆	گزشتہ گناہوں کی معافی
☆	مسلسل دعاؤں میں شریک رہنا
☆	آنے والی زندگی میں نیکیوں کی توفیق نصیب ہونا

☆

قیامت کے دن نیک بندوں کے ساتھ اٹھنا  
بیعت ہی کو نامع الصادقین کی غرض کو پورا کرتی ہے۔

(سیاحوں کے ساتھ ۲۰۰۳ء)

### انگوٹھے چومنا

حضرت صاحب نے فرمایا نبی اکرم ﷺ کا اسم پاک سن کر انگوٹھے چومنا فرض یا واجب نہیں بلکہ مستحب عمل ہے۔ انگوٹھے نہ چومنے والا آدمی گنہگار نہیں ہوتا البتہ چومنے والے کو ثواب ہوتا ہے فتنہ کی مشہور کتاب روا المختار باب الاذان کے حاشیے پر یہ حدیث پاک موجود ہے۔ "انا قائد له يوم القيمة" میں قیامت کے روز اس آدمی (انگوٹھے چومنے والے) کا رہبر ہوں گا۔ انگوٹھے چومنا حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے ان کو سر کار دو عالم ﷺ کی صورت مبارکہ انگوٹھے کے ناخن میں نظر آتی ہے۔ آپ نے ناخن چوم کر آنکھوں سے لگائے اور سیدنا ابو بکر صدیق "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا پَرَ شَهَادَةَ كَلْغَيْوْنَ" کے پورے چوم کر آنکھوں سے لگاتے تھے۔ اس طرح یہ عمل حضرت آدم علیہ السلام اور سیدنا صدیق اکبری سنت ہے۔ یہ عمل باعث ثواب ہے اور حصول برکت کا ذریعہ ہے۔ اس عمل کا فائدہ یہ ہے کہ جو شخص پانچوں نمازوں کی اذان میں انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانے کا عادی ہو اس کی نظر کمزور ہو سکتی ہے مگر مرتبے دم تک اندھا نہیں ہو گا۔

(۱۴۲۳ء)

### اللہ تعالیٰ نے رزق اپنے ذمہ لے رکھا ہے

سوال: اگر اللہ تعالیٰ نے رزق اپنے ذمہ لے رکھا ہے تو انسان کو مصروف کیوں رکھا؟

جواب: اللہ تعالیٰ رزق دینے کے لیے کام کا محتاج نہیں۔ انسان اس نظام کائنات کا ایک جزو اعظم ہے۔ اس کو ہمہ گیر نفع کے لیے مصروف رکھا ہے تاکہ خلق کو فائدہ پہنچے۔

(باعث ابازی، ۱۹۸۷ء)

معتبر تابع داری

تابعداری پیر کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے رہنے کا نام نہیں بلکہ ہزاروں میل دورہ کر پیر کی بتائی ہوئی بات سے سرمو (کے بال برابر) انحراف نہ کرنا، اس پر قائم رہنا تابعdarی ہے۔ پیر کے سامنے تو سب ہی تابعdar نظر آتے ہیں مگر یہ تابعdarی معتبر نہیں۔

(دبار شریف، نومبر ۲۰۱۳ء)

لَا إِلَهَ إِلا اللَّهُ كَذَّبَ كُلُّ سُبٍّ سُبْ كَيْوَنْ بِيْ؟

اس عنوان پر مختلف اوقات میں ہونے والی تحقیق کو بیکجا کر دیا گیا ہے۔ ہر ذکر اپنی جگہ بہترین ذکر ہے ذکر  
نفی اثبات میں کمال یہ ہے کہ مومن ہر سانس کے ساتھ اللہ کی وحدانیت اور موجودگی کی گواہی دے رہا  
ہوتا ہے۔ گویا انسان کو دو فضیلتیں بیک وقت میسر ہو رہی ہیں۔ اللہ کا ذکر اور اس کی گواہی۔ مومن اس  
دنیا میں اللہ کی توحید کے گواہ ہیں۔ گواہی کے لیے دعویٰ ضروری ہے۔ یہاں دعویٰ کیا ہے۔ لا الہ الا اللہ۔  
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی ایک ذات موجود، معبود اور لاثر یک ہے آپ نے ایسا مدعی نہ دیکھا ہو  
گا جس کو اپنے گواہ کے ساتھ پیارا نہ ہوا سی لیے اللہ رب العالمین یہ ذکر کرنے والوں کو محبت کی نگاہ سے  
دیکھتا ہے اور ان کے سر پر مغفرت کی چادر ڈال دیتا ہے۔ دنیا کا رواج ہے مدعاً اپنے گواہ اور اس کے جان  
وال کی حفاظت کرتا ہے تاکہ گواہی پر ثابت قدم رہے اور مخالفین کے سامنے دلائل کے ساتھ میرا  
موقف پیش کرے اس جگہ بھی کافر، مشرک و منافق کے سامنے مومن کی زبان سے جب یہ آواز بلند  
ہوتی ہے لا الہ الا اللہ۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے گواہ سے محبت بھی کرتا ہے اور اس کے بد لے میں مغفرت و جنت  
کے تھائے اور دیدار کی بشارت بھی دیتا ہے۔ مومن جتنی دیر یہ ذکر کرتا ہے اس پر رحمتوں کا نزول  
جاری رہتا ہے اسی لیے حکم ہے کہ ذکر کثرت سے کیا جائے تاکہ زیادہ رحمتیں نازل ہوں اور سب سے  
فضل ذکر، فضل الذکر لا الہ الا اللہ۔ اس کو افضل ذکر اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں بہت سے روحاںی

مقاصد اور ظاہری مفادات ہیں اس میں گواہی کے علاوہ محب کی اپنے محبوب کے ساتھ انہائی محبت کا اظہار ہے۔ اور یہ ناممکن ہے کہ بندہ اپنے رب سے پیار کرے اور اللہ اس کے ساتھ پیارنا کرے۔ عاشق اپنے معشوق کے سوا کسی کو دل میں جگہ نہیں دیتا۔ اسی لیے اس کی زندگی کے تمام معمولات اور مقاصد محبوب کی ذات کے گرد گھومتے ہیں۔ اس کی روح سے آواز نکلتی ہے لا الہ الا اللہ۔ یہ عاشقوں کی آواز ہے جو انہی کی زبان سے نکلتی ہے جن کے اندر عشق کی دولت نہیں یہ وہ آواز نہیں نکال سکتے۔

#### ذکر کے متعلق ایک ضروری مسئلہ

جب بھی کلمہ شریف کا ذکر کریں تو لفظ، اللہ، پر سانس نہ ٹوٹنے دیں۔ اگر سانس ٹوٹ جائے تو فوراً الا اللہ ساتھ ملا لیں۔ اس لیے کہ نبی اللہ پر رک جانے سے کفر ان نعمت ہے۔ جس سے عذاب نازل ہونے کا خطرہ ہے۔ یہ وقف مومن کے لیے شرعی طور پر نقصان دہ ہے۔ لہذا ذکر کے دوران اس بات کا سختی سے خیال رکھیں۔

#### ذکر کے متعلق اہل تصوف کی سوچ

صوفیاء یہ کہتے ہیں کہ لا الہ۔ کوئی بھی نہیں۔ نبی کل۔ جب معبد نہیں تو عابد کہاں ہو گا اور جب معبد ہو گا تو اس کے لیے مخلوق بھی ہو گی جب مخلوق ہی نہیں تو میں بھی نہیں ہوں اس لیے کہ جب لا الہ کی ضرب نکلتی ہے تو سب کا صفائیا کر دیتی ہے۔ اسی لیے عارف کھڑی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

لا الہ دی پھیر بہاری الا اللہ گھر آیا

اے مومن تو اپنے دل سے جھاڑو لگا کر تمام مخلوق کو باہر نکال تاکہ اس گھر میں اللہ کے جلوے اندر آئیں یہ زمین آسمان بلندی و پستی اور ان کے اندر رہنے والی ساری مخلوق فی الحقيقة کچھ بھی نہیں اگر کوئی حقیقت ہے تو وہ "الا اللہ" صرف اور صرف اللہ ہی اللہ ہے۔ اس نبی مطلق لا الہ کی منزل سے جب انسان آگے گزرتا ہے تو آواز آتی ہے الا اللہ صرف اللہ۔ ساری کائنات کے اندر ہر جگہ اسی کا جلوہ موجود ہے۔

مومن جب اس ذکر کو اپنا مستقل و ظیفہ بناتا ہے تو ہر چیز کی نفی کرنے کے بعد پڑھتا ہے الا اللہ۔ یعنی ہر جگہ اللہ ہی اللہ تو بندے کے اندر سے آواز آتی ہے کہ فرمان باری تعالیٰ کو دیکھو، ﴿ہو فی انفسکم افلا تبصرون﴾ ادھر ادھر تلاش کرنے کی ضرورت نہیں جس کو تم جہانوں میں تلاش کرتے پھر تے ہو۔ وہ تمہارے اندر ہے معلوم ہو ایہ ذکر نفی اثبات بندے کو اللہ کے قریب لے جاتا ہے اس حیثیت میں کہ بندہ اپنی ذات کی نفی کے بعد جب الا اللہ کہتا ہے اپنام لیتا ہے اور نہ ہی اپنے وجود کی تصدیق کرتا ہے اس مقام پر پہنچنے والے انسان کے لیے حکم ہوتا ہے اے مرے بندے پہلے میں ہی تھا اب تم بھی ہو۔ ذکر کی اس منزل پر پہنچنے والا انسان مظہر قدرتِ خدا ہیں جاتا ہے اسی انسان کے بارے میں حدیث پاک ہے "كنت سمع الذى يسمع به" (مشکوٰۃ شریف)

### ذکر کی برکات

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "أفضل الذكر لا إله إلا الله"۔ سب اذکار خداوندی سے افضل و اعلیٰ ذکر لا إله إلا الله ہے۔ آپ کوئی وظیفہ پڑھیں سب اللہ ہی کی تعریف ہے مگر دیگر اذکار و وظائف میں نفی اثبات توحید کا بیان و برکات نہیں۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ ذکر اتنا کثرت سے کرو کہ آپ کی غذا بن جائے۔ یہ ذکر کثرت سے کرنیوالے شخص کی موت سے قبل ایک فرشتہ اس کے پاس آ کر اس کو پیغام دیتا ہے اور اس بندے کی رضا سے اس کی روح قبض کرتا ہے اور اس شخص کی موت اس کلہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ غافل لوگوں کو شہرگ سے پکڑ کر ان کی روح نکال لی جاتی ہے۔ ذکر کی برکت اور اس کی بدولت ذاکرین کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص تعفن ہوتا ہے اس تعلق کو توڑنے سے پہلے اس بندے کو آگاہ کیا جاتا ہے اور انہیاء کرام سے اجازت لی جاتی ہے۔ ذکر کے بد لے میں نازل ہونے والی رحمت کا پرتو ذاکرین کے دل دماغ اور روح پر پڑتا ہے۔

(آستانہ عالیہ، راولپنڈی، ۲۰۱۳ء)

## ذکر اور استقامت

ذکر ہر آدمی اپنے طور پر بھی کر سکتا ہے مگر اس میں دوام نہیں ہوتا۔ جب کامل پیر ذکر کی تعلیم اور حکم دے تو اس میں استقامت بھی دیتا ہے۔ جو شخص بیعت ہونے کے بعد پیر کے حکم پر نہ چلے اس نے پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ایک تعلق توبنا لیا مگر مرید ہونا اور بات ہے۔ مرید ہونے کے لیے اپنی مرضی ترک کرنا پڑتی ہے۔ المرید لا یرید تصوف کی دنیا کا ایک مسلمہ قانون ہے۔ راہ سلوک کے مسافر کو یہ بنیادی باتیں یاد رکھنی چاہیے اس لئے یہ عوام کی راہ نہیں ہے۔ آزمائشیں، بیماریاں، ناقصیاں، کار و باری گھر بیلو خاند انی قبیلائی معاملات میں پریشانیاں اس راہ کے مسافر کے زیورات ہیں۔ اللہ رب العالمین نے بار بار آزمائشوں، نقصانات کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ میری طرف آنے کے لیے حوصلے بلدر کھنا پڑتے ہیں کہ یہ شاہراہ عام نہیں ہے اور اے آنے والے! اگر میری طرف آنے ہے تو مضبوط دل لے کر آنایہ کمزور دل والوں کی راہ نہیں ہے یہ عاشقوں کی راہ ہے۔

پاک پیر دھریں جے دھرناتلک نہیں مت جاوے

جو اس راہ آئے محمد اوہ سربازی لاوے

(میاں محمد بخش)

عاشق لوگ ہر تکلف اور سختی برداشت کر سکتے ہیں اپنے محبوب کا ذکر اور اس کا در نہیں چھوڑ سکتے یہاں عاشق بندہ ہے اور محبوب اللہ رب العالمین ہے۔ یہاں عاشق بندہ ہے اور معمشوق رحمۃ اللعالمین جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ کلمہ طیبہ کا ذکر کثرت سے کریں۔ ہر شے میں کمی کی اجازت ہے ذکر اللہ میں کمی کی اجازت نہیں ہے۔ انسان اس جہان سے جاتے وقت جس چیز کو ساتھ نہ لے جاسکے اس پر اپنی قوت صرف کرنے کے بجائے اپنی توانائی اس چیز پر صرف کر دے جس نے دو جہاں میں ساتھ رہنا ہے اور وہ

ہے آپ کی نیک اعمال کی کثرت، ذکر اللہ یا سجدوں کا نور۔ اسی پر اپنی توانائی صرف کریں۔ اللہ تعالیٰ راہ  
حق پر استقامت، صبر، شکر اور ذکر کی توفیق عطا فرمائے۔

(راولپنڈی، نومبر ۲۰۱۳ء)

دین ایک ہے تو سلاسل مختلف کیوں ہیں؟

سوال: دین ایک ہے تو سلاسل مختلف کیوں ہیں؟ نقشبندی، قادری، چشتی، سہروردی، وغیرہ۔ کیا اس  
کا ثبوت قرآن میں ہے؟

جواب: آپ مجھے علم والے نہیں لگتے۔ آپ نے یہ سوال کسی سے سن لیا ہے۔ آپ نے قرآن پاک  
میں اس آیت کے متعلق سنایا ہے؟

﴿وَالّذِينَ جَاهَدُوا فِي نَاكَنَهُمْ دِيَنَهُمْ سُبْلَنَا﴾

سبنا جمع ہے سنبیل کی۔ یعنی اس ذات تک پہنچنے کے راستے۔ معلوم ہوا کہ اس ذات تک پہنچنے  
کے راستے ان گنت ہیں۔ دین کا ایک ہونا اور راستوں کا ایک ہونا۔ دونوں باقیں الگ الگ ہیں۔ حدیث  
پاک ہے۔ "اصحابی کالنجوم فبا یہم اقتدیتم احمدتیم" (مشکوٰۃ شریف) میرے صحابہ ستاروں  
کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ نجوم جمع کا لفظ ہے آپ نے دیکھا ہو گا  
کہ ہر ستارے کا سائز جدا، اس کی روشنی اور چمک جدا جدہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم میں سے جن کا جس  
ستارے کے ساتھ دل لگے اسی کو اپنا مقنده بنالاواسی کی اقتداء کرو یہ ہے اللہ اور رسول کا حکم اور یہی حق  
ہے۔ اس میں اختلاف کی کوئی بات نہیں۔

سوال: ماعرفنا حق معرفتک (حدیث)

کیا اس فرمان کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ کو عرفان کلی حاصل ہے؟

جواب: لفظ خلق کے دائرے کے اندر جتنی مخلوق ہے نبی اکرم ﷺ کا عرفان ان سب سے زیادہ ہے مگر یہ کہہ دینا کہ رب کا عرفان اتنا ہی ہے تو یہ ایک حد مقرر ہو جاتی ہے تو یہ بات اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے ایک کروڑ سال مشاپدہ ہو اور ہر لمحہ نئی شان ظاہر ہوت بھی یہی سمجھیں۔ "ما عرفنا حق معرفتک" رب کا دیدار کیا ہی نہیں جس طرح رب کی ذات لا محدود ہے اسی طرح اس کا عرفان بھی لا محدود ہے۔

(مجموعات، ۱۹۸۷ء)

حضرت صاحب نے فرمایا ایک مجلس میں گفتگو کے دوران حدیث پاک کا حوالہ بھول گیا۔ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ حمیرے استاد بھی ہیں سامنے آئے اور فرمایا کہ یہ حدیث فلاں جگہ ہے۔ (یہ واقعہ کھوئی رشد ضلع کوٹلی کا ہے۔ ۱۹۷۹ء)

﴿انما انا بشر مثلکم﴾

(بقام جیٹھل ضلع چکوال میں ایک عالم دین کے ساتھ گفتگو)

سوال: "انما انا بشر مثلکم" بیشک میں تمہاری طرح بشر ہوں آیت مقدسہ بتا رہی ہے کہ نبی ہماری طرح بشر ہیں۔

جواب: فرمان خداوندی میں مثل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ عین کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔ عینکم اور مثلکم میں فرق ہے۔

۲۔ "انما" کلمہ حصر ہے میں بشر ہوں یا میں ہی بشر ہوں۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ میں ہی بشر ہوں تو تمام انبیاء کرام سمیت ساری نسل انسانی کی نفع ہوتی ہے۔ یہ ناممکن ہے اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ میں بشر ہی ہوں اس کے علاوہ کچھ نہیں تو آپ ﷺ کی خصوصیت ختم ہو جاتی ہے یہ بھی ناممکن ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ غیر مسلموں، نادانوں کو اپنی طرف کامل متوجہ کرنے کے لیے مشیت کا سہارا لیا گیا ہے۔ تاکہ جب یہ لوگ نبی ﷺ کو اپنے جیسا سمجھ کر قریب آئیں گے تو نور نبوت کی روشنی

میں انہیں ایمان کی دولت نصیب ہو جائے گی اور جن کو ایمان نصیب ہو گیا ان کو مخاطب کر کے فرمایا۔  
،اکیم مثلی؟، تم میں میری طرح کون ہے؟ الہذا قول فیصل یہ ہے کہ:

یَا قُوْتْ حَجَرْ لَا كَالْحَجَرْ

محمدُ بَشَرْ لَا كَالْبَشَرْ

جس طرح یاقوت پتھر ہو کر بھی پتھروں جیسا نہیں ہے اسی طرح نبی اکرم ﷺ لباس بشریت میں رہتے ہوئے بھی بے مثل بشر ہیں۔ ہم جیسے نہیں ہیں۔ محققین یہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے کافروں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ آپ میرے ساتھ ایک بات میں ہم مثل ہیں کہ تمہارا اور میرا خدا ایک ہے اور بس۔،لَسْتُ كَأَخْدِ مَلْكُمْ، تم میں سے کوئی بھی میری مثل نہیں ہے اور ہو بھی نہیں سکتا۔ اس لئے کہ مومن کا کلمہ لا الہ الا اللہ اور میرا کلمہ ہے لا الہ الا اللہ انی رسول اللہ۔ مثلیت کا عقیدہ رکھنے والے انی رسول اللہ کہنے کی جرأت کریں گے؟ معلوم ہوا، محمد بشر لا کالبشر، اسی طرح ہوتے ہوئے یا رہتے ہوئے بھی انما کلمہ حصر ہے۔ آگے لفظ بشر ہے یہ دو حالتوں سے خالی نہیں۔ پہلی صورت میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں بشر ہی ہوں اور دوسری صورت یہ ہے میں ہی بشر ہوں۔ دونوں غیر صحیح ہیں۔ مثلیت، بہر صورت موجود ہے۔ مگر صرف اس جہت میں کہ مکنرو! میں تمہاری مثل تو ہوں مگر صرف ایک بات میں کہ تمہارا اور میرا ایک ہے۔

(۱۹۹۸ء)

### خیر اور شر (عروج و زوال کی علامات)

لفظ خیر ہر انسان کا پسندیدہ لفظ ہے۔ خیر کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے جب اس کو نیکی اور بدی کے معنوں میں لیا جائے گا تو اس کی تفصیل یوں ہے کہ جہاں خیر ہوتی ہے وہاں شر کے امکانات موجود رہتے ہیں۔ دونوں چیزوں کے اپنے اثرات ہیں اور جس دل میں اللہ موجود ہو اس شخص کا چہرہ گواہی دیتا ہے اور جس درجے کا آدمی ہو گا اثرات بھی اسی درجے کے ہوں گے اور جو شخص علم و قبولیت میں

بڑے درجے کا ہو گا خیر اور شر بھی اسی قدر نفع بخش یا نقصان دہ ہوں گے۔ چھوٹے درجے کے آدمی کی خیر اور شر آمنے سامنے آجائیں تو خیر غالب اور شر مغلوب ہو جاتی ہے۔ خیر کو شکست اس لیے نہیں ہوتی کہ اس کا تعلق اللہ کی رحمت کے ساتھ شر کا تعلق اللہ کے غضب کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جب رحمت اور غضب آمنے سامنے آجائیں تو رحمت غضب پر حاوی ہو جاتی ہے۔ یہ دونوں قوتیں انسانی جسم کے اندر ہر وقت موجود ہوتی ہیں اس لیے جو لوگ فنا کی وادی سے گزر کر بقا کی طرف جائیں وہاں شر کی گنجائش نہیں رہتی۔ ایسے وجود کے اندر خیر ہی خیر ہوتی ہے۔ اس لئے جو لوگ ان کے ساتھ گل جائیں ان کے ظاہر و باطن پر اس نسبت کی برکت سے خیر غالب ہو جاتی ہے۔ خیر روشنی ہے اور شر ظلمت۔ روشنی ہمیشہ اندر ہیرے پر غالب ہوتی ہے۔

#### خیر کے تین ادوار

جاننا چاہیے کہ جس دور سے ہم اس وقت گزر رہے ہیں یہ شر کے غلبے کا دور ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے خیر کے صرف تین ادوار کی تصدیق فرمائی ہے۔ آپ نے فرمایا:

خیر القرون قرنی ثم الذين يلون ثم الذين يلونهم۔

اس کے بعد شر جنم لے گا اور پھر جوں جوں وقت گزرتا جائے گا خیر میں کی اور شر میں اضافہ ہوتا جائے گا اس دور میں جو لوگ خیر کی طرف جا رہے ہیں یہ لوگ مجاہد ہیں اولین و آخرین جتنے انبیاء کرام تشریف لائے ہو ایک کے دور میں ان کی شان کے مطابق خیر کا غالبہ رہا ہے یہ ان کے وجود پاک کی برکات تھیں کہ ان کے دور میں شر کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ جب نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ کا زمانہ آیا تو اس میں بھی آپ کو خیر ہی خیر ملی۔ مگر خیر کثیر۔

اگرچہ ہر نبی کا دور خیر کا مجموعہ ہے مگر اللہ رب العالمین کی پوری کائنات میں ذات خداوندی کے بعد ایک ہی ذات گرامی ہے کہ ان کی نسبت سے جب بھی خیر کا تذکرہ ہو گا تو خیر کثیر مراد ہو گی۔ اب جو بھی ان

کے قریب ہوتا جائے گا خیر بھی اس کے قریب ہوتی جائے گی اس لئے کہ نبی کریم ﷺ دافع شر اور  
قاسم خیر ہیں۔ پہلے زمانے میں نبی کریم ﷺ کا دیدار کر کے خیر کو جمع اور شر کو مٹایا جاتا تھا۔ اب  
ضروری نہیں کہ ان کی زیارت کر کے یہ قوت حاصل کی جائے وہ رحمت اللالعالمین ہیں اگر کرم فرمادیں تو  
اس سے بڑی مہربانی و ملاطفت اور کیا ہو گی نظر اگرچہ ذات پاک کو نہیں دیکھ سکتی مگر ان کے قریب کے  
ماحول اور گلی کوچوں کو ہی اپنے اندر جذب کر لے تو یہ بھی کیا کرم ہے؟  
یاد فرماتے نہیں اس کا تو کوئی غم نہیں  
یاد رہتے ہیں اکثر یہی بندہ نوازی کم نہیں

(عبدالرب نشر)

ان کی رضانہ ہو تو کون ہے جو انہیں یاد کر سکے۔ یہ ان کا کرم ہے کہ وہ کسی دل میں اپنی یاد و محبت کا چراغ  
جلادیں۔ بہت کم لوگ ہیں جن کا ہر آنے والا دن گزر جانے والے دن سے بہتر ہو۔ اس بات کا امکان  
رہے کہ آج آپ جتنی نیکیاں کریں اتنی ہی دوسرے دن بھی کریں مگر اکثر اس کے بر عکس دیکھا گیا ہے  
کہ آج کی نسبت کل نیکیاں کم ہوں گی اور انسان پہلی نیکیوں کی بناء پر اتنا خوش ہوتا ہے کہ ہر روز اس کی  
نیکیوں میں کمی ہوتی جا رہی ہے۔ اور اس کے دل و دماغ پر کوئی کھلکھلا وارد نہیں ہوتا۔ یہاں سے انسان کا  
زوال شروع ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ دیوار سے ایک اینٹ نکل جائے تو اس کی جگہ خالی  
ہو جاتی ہے۔ اور پھر آہستہ آہستہ اس دیوار سے ایک ایک پتھر نکلنے شروع ہو جاتا ہے۔ اگر اس کا ازالہ نہ کیا  
جائے تو ایک دن ایسا بھی آتا ہے کہ دیوار ہی گر جاتی ہے۔ بندے کے نامہ اعمال سے ایک نیکی کم ہونے  
سے بندے کے دل میں جو جگہ خالی ہوتی ہے اس جگہ شر پہنچ جاتا ہے۔ یا وہ جگہ خالی ہی رہتی ہے اگر اس  
جگہ شر پہنچ جائے تو دوسرا نیکی کم ہو جاتی ہے۔ یوں ہر لمحہ انسان نیکیوں سے محروم ہو کر برائیوں کی لپیٹ

میں آ جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ انسان کو ایسے صالحین کی نسبت کی ضرورت ہوتی ہے جن کے تقویٰ کا نور انسان کی حفاظت و استقامت کا باعث بنے۔

☆ وضوفی نفسہ فرض نہیں کسی فرض کی تکمیل کے لیے فرض ہے یعنی نماز کے لیے نماز ہی نہ ہو تو وضو کی کیا ضرورت؟

تعلق کے اعتبار سے انسانوں کی تین اقسام

۱۔ علم والے لوگ۔

۲۔ کم علم مگر علماء سے محبت کرنے والے۔

۳۔ علم بھی نہیں اور علماء کی محبت بھی نہیں۔

انسانوں کی تیسری قسم ہماری بحث سے خارج ہے۔ جو لوگ خود علم نہیں رکھتے مگر علماء کے ساتھ نیکی اور اخلاق وala تعلق رکھتے ہیں۔ یہی اصل تعلق ہے جس کی بنیاد علم ہو۔ جہاں علم اور عمل کے ساتھ اچھائی اور خوبی غالب ہو وہاں محبت جنم لیتی ہے۔ اور جہاں یہ دو قسم کے لوگ اکٹھے ہو جائیں اور ان کا یہ اتحاد خالصتاً للہیت اور لوجه الرسول ہو۔ یہ رسولی سے بچنے کی تدبیر ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کے معاملات میں اپنی مصلحتوں اور برکتوں کو کفیل و کار ساز بناتا ہے۔ ایک آدمی وہ ہوتا ہے جو بول کر دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے ایک آدمی ایسا ہے جو فقط نگاہ ہی سے خیر تقسیم کر دیتا ہے۔

نقطہ نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا

جو ہونے شوخی نگاہ میں تو دلبری کیا ہے

ایسے لوگوں کی تعداد ہر دور میں کم ہو رہی ہے اس لیے کہ ان کے پاس نگاہ اپنی نہیں ہوتی بلکہ یہ قاسم خیر کی بارگاہ سے لے کر آتے ہیں اسی لیے جناب رومی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اپنی نظر کسی صاحب کمال

کی نذر کر دو تا کہ اس میں وہ نظر پیدا ہو جو دلوں کی تقدير بدلتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو صاحب خیر کثیر کا قرب نصیب ہوا۔

☆ ہر ایک پر نماز فرض نہیں ہے جس نے رب کو پہچان لیا اس پر نماز فرض ہے جو رب کو جانتا ہی نہیں (یعنی کافر) وہ نماز کو کیا کرے گا؟

### زیاد کار لوگ

انسان کلمہ پڑھنے کے بعد مسلمان تو کہلاتا ہے مگر جن لوگوں کے دل میں سر کار دو عالم ﷺ کی محبت نہیں ہوتی اور اپنی ہی بات کو اللہ کی بات کہتے ہیں یہ زیاد کار لوگ ہیں۔ ان کی زیاد کاری اور ختنہ کاری میں کوئی مشکل نہیں ہے۔ اس لیے کہ نماز تواریخ پڑھے گا جو مومن ہو گا وہ یہ بھول گیا کہ ایمان ملتا ہی نبی پاک ﷺ کی بارگاہ سے ہے اگر صرف لا الہ الا اللہ کہنے سے ایمان مل جاتا تو رسول اللہ کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ اس لیے کہلوایا تاکہ مخلوق جان لے کہ ایمان تو اللہ نے ہی دینا ہے۔ مگر ایمان کے لیے یہ نام و سیلہ ہے۔ جب آپ کے منہ سے نکلے گا رسول اللہ تو ایک جانب اللہ اور ایک جانب رسول اللہ دو لفظ ہیں۔ محمد اور رسول اللہ۔ خدا کے ساتھ بھی تعلق ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھی تعلق ہو گیا۔ اور اگر محمد ﷺ کا لفظ نکال دیا جائے۔ صرف رسول اللہ کہہ دیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ رسول اللہ کس کو کہہ رہے ہیں۔ بات پوری نہیں ہوتی۔ جب تک کوئی نام نہ رکھا جائے اور جب نام رکھیں گے محمد تو جو لوگ عشق و محبت سے رسول اللہ پڑھتے ہیں تو انہیں معنوی قرب کی دولت ہاتھ آتی ہے یعنی روحانی قرب ملتا ہے اس لیے یہ نام لینے سے پہلے اس ذات گرامی کی محبت کے ساتھ دل و دماغ اور روح کو ان کے قدموں میں حاضر رکھنا ضروری ہے۔

### روحانی قرب

روحانی قرب کو سمجھنے کے لیے لفظ روحانی اور روح کے امراض کو سمجھنا ضروری ہے۔ جسمانی امراض اور روحانی امراض یہ دونوں جدا جدعاً غونات ہیں۔ اگر درد، بخار، نزلہ، زکام، وغیرہ کو روحانی امراض کہہ دیا جائے تو جسمانی امراض کیا ہیں؟ لہذا یہ جاننا ضروری ہے کہ روح کا جہان اور ہے اور جسم کا جہان اور ہے۔ روح جدھر سے آئی ہے اگر ادھر ہی جانے لگے تو اس کی دو حالتیں ہوں گی۔ موت ہے یا موت قبل از وقت موت ہے۔ یعنی: "موتوا قبل ان تموتوا" جو لوگ موت سے پہلے مرنے کی تدبیر کرتے ہیں وہ اپنی طبعی موت مرنے کے بعد مٹی کے ساتھ مٹی نہیں ہوتے بلکہ وہ قبر میں رہتے ہوئے بھی سورج کی طرح چمکتے رہتے ہیں۔ روحانیت اس چیز کو کہتے ہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کی طرف اس طرح متوجہ ہو کہ کسی اور کا خیال تک نہ آئے اور روح اس کیفیت کی دائیٰ طور پر عادی ہو جائے۔ اس کیفیت میں جب انقطاع ہونے لگے تو اس کو روحانی مرض اور جو اس کا شکار ہو اس کو روحانی مرض کہتے ہیں۔ اس مرض کا علاج دم تعویذ نہیں ہوتا ہے جو اندر کی دنیا کو بسانا اور اندر کے معاملات کو سلب ہانا جانتا ہو۔ وہ اس کا علاج کر سکتا ہے۔ جس کا اپنا حال بے حال ہو وہ دوسرے کے معاملات کیسے درست کرے گا۔ آج کل دم تعویذ کو روحانی علاج کہا جاتا ہے۔ امراض جسمانی ہوں تو علاج کو روحانی کیسے کہا جاسکتا ہے جن امراض کا تعلق روح کے ساتھ ہے ان کا علاج صرف صوفیاء اہل ذکر ہی کر سکتے ہیں اور بس۔

### قرب اور چیز ہے ہم جس ہونا اور بات ہے

جس طرح سونے چاندی اور دولت وغیرہ کا انسان کے ساتھ ایک تعلق تو ہے مگر انسانی جس نہیں ہیں۔ اس طرح ذکر کا ذاکر کے ساتھ ایک تعلق تو ہے مگر یہ انسانی جس نہیں ہے۔ یعنیہ انسان جسم اور روح کے مجموعے کا نام ہے۔ دونوں ایک ساتھ تو ہیں مگر جسم کا جہان اور ہے اور روح کا جہان اور ہے جو چیز جس جہان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کا رزق بھی اسی جہان سے متعلق ہے۔ جسم کا تعلق زمین سے ہے اس کا

رزق بھی زمین میں ہے۔ روح کا تعلق عالم بالا سے ہے اس کا رزق بھی عالم بالا سے تعلق رکھتا ہے اور وہ اللہ کا نور ہے اور روح کے لیے رزق حاصل کرنے کا ذریعہ اللہ رب العالمین نے اپنا ذکر ہی رکھا ہے۔ جب تک کسی چیز کو اس کا رزق نہ ملے وہ اپنے کمال کی طرف سفر جاری نہیں رکھ سکتی۔ جسم کو جس چیز سے سکون ملتا ہے اس میں روح کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ جب تک روح اور جسم دونوں کو غذانہ ملے انسان کو سکون نہیں مل سکتا اسی لیے اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا۔ ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُ الْقُلُوبُ﴾ (خبردار دلوں کا اطمینان اللہ کے ذکر کے ساتھ ہے) روح چونکہ انتہائی لطیف چیز ہے اس کی غذا بھی لطیف ہو گی۔ اور وہ ہے اللہ کا ذکر۔

#### روح کی غذا حاصل کرنے کا طریقہ

جس طرح جسم کی غذا حاصل کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ نہیں ہے بلکہ مختلف ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں اور آنکھیں کھول کر کام کیا جاتا ہے اس طرح روح کو غذا پہنچانے کے بھی مختلف ذرائع ہیں۔ مگر جب روح کو غذا پہنچانی ہو تو آنکھیں بند کر کے ہمہ تن دل کی جانب متوجہ ہوتے ہیں اس لیے اب غذا اس جہان لاپی جا رہی ہے جہاں اطافوں کا راج ہے پسی اور کثافتوں کو دیکھنے والی آنکھ کے اندر اس جہان کے خزانے دیکھنے اور سمیٹنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے۔

اُلَّاٰ ہی چال چلتے ہیں دیوانگانِ عشق

آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لیے

جب تک کثافتوں کو دیکھنے والی آنکھ کو بند نہ کیا جائے اور سر سجدے میں جانے کا عادی نہ ہو روح کو غذا پہنچنی ہی نہیں سکتی۔ جب تک روح کو اس کی غذانہ پہنچے انسان ہر وقت پریشان رہتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی طریقہ ہوتا تو ہمیں سیرت رسول میں نظر آتا۔ (نیریاں شریف ۲۰۱۳ء)

پیر کا لفظ کیوں استعمال ہوتا ہے

اصل بات یہ ہے کہ جب درویش مقام فقر حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اس کو پیر کہتے ہیں۔ فارسی زبان میں یہ لفظ ایسے بوڑھے شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو اس حد تک کمزور ہو جائے کہ اپنی مرضی سے چل پھرنا سکے۔ طریقت کی دنیا میں اس لفظ کا استعمال ہونے کی چند وجوہات ہیں اور جس وجود کے اندر وہ باتیں پائی جائیں وہی شخص پیر کہلانے کا حق دار ہوتا ہے ان شرائط سے ہٹ کر جہاں جہاں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے ان لوگوں کو آپ اور میں پیر کہہ سکتے ہیں۔ شریعت و طریقت پیر تسلیم نہیں کرتے اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب انسان محتاجی کی حد تک بوڑھا ہو جائے تو اس کی توجہ گناہ کی طرف نہیں رہتی۔ بلکہ ابیا شخص اپنے ہی معاملات کی فکر میں رہتا ہے۔ روحانیت و طریقت پاک صفات ہیں۔ ان میں رہتے ہوئے ذمہ دار بندے کے دل میں گناہ کا خیال بھی دل کو میلا کر دیتا ہے۔ اور اسی وقت گرفت بھی ہو جاتی ہے۔ بوڑھا شخص چوری بد کاری، جھوٹ اور دغافریب نہیں کر سکتا۔ وہ جب بھی بات کرتا ہے اپنی مرضی اور کمزوری کی بات کرتا ہے اور اس کے دل میں محبتِ دنیا نہیں رہتی۔ اسی طرح انسان جب کثرت ذکر اور مسلسل مجاہدات کی منزل سے گزر کر ایسے حال میں پہنچ جائے کہ اس کے دل میں دنیا کی کسی چیز کی محبت نہ رہے اور وہ جب بھی بات کرے اللہ کے ذکر کی بات کرے۔

شریعت و طریقت میں اس شخص کے لیے پیر کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس شخص نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ ذکر اور مجاہدوں میں گزار کر اپنے کو اس قدر مار دیا ہے کہ،، موتوا قبل ان تموتوا،، کی منزل حاصل کر لی اور اللہ تعالیٰ اور نبی پاک ﷺ کے پیار میں جذب ہو کر دنیا کی اہمیت کو دل سے نکال دیا ایسے شخص کے لیے شریعت و طریقت کی دنیا میں پیر کا لفظ صادق آتا ہے۔ اس معیار کو جو شخص نہ پہنچ دے پیر نہیں ہو سکتا اس لیے کہ شریعت و طریقت کی دنیا کے اصول و ضابطے ہیں ان کو توڑا نہیں جاسکتا۔ یہ علم کی باتیں ہیں ان کی قدر علماء ہی جانتے ہیں۔ عالم کا بیٹا جب تک علم نہ پڑھے صاحبزادہ تو ہے مصلیٰ امامت کا حقدار نہیں ہو سکتا۔ فقیر کا بیٹا جب تک منازل سلوک طے کر کے مقام فقر حاصل نہ کرے صرف

بیٹا ہونا اس کے فقیر ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ پیری کوئی شے نہیں۔ درویشی اصل دولت ہے اور  
فقیری اسی کا دوسرا نام ہے۔

## فقیر کیا ہے؟

فقیر کی زندگی سراسر ایسی بندگی کا نمونہ ہوتی ہے جو قبولیت کے درجے پر پہنچ جائے۔ ایسے شخص کو بولنے کی ضرورت نہیں اس کی ایک نگاہ ہی بے بندگی بندے کو بندگی کا عادی بنادیتی ہے۔ اس مرتبے پر پہنچنے کے لیے تہجد، تلاوت، عبادت، ریاضت و دیانت صداقت، انصار، خلق سے محبت اور، ویبیتون لربھم سجدا و قیاما، کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اور تکالیف اٹھانا فقراء کے لیے لازمی امر ہے فقیر کبھی زندگی میں سجدہ رکوع و قیام و قعود قضاۓ نہیں کرتے۔ سالہ سال اللہ کی رضا پر مر منٹنے کے بعد ہی اس مقام تک رسائی ممکن ہوتی ہے۔ جوان مراحل سے نہ گزرے وہ پیر کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو وہ پیر نہیں ہو سکتا اس لیے کہ یہ مدارج موروثی نہیں ہوتے بلکہ یہ طے کرنے پڑتے ہیں۔ جس شخص کے پاس نماز، روزہ، تہجد، وظائف، نسبت اور اللہ کے ساتھ رابطہ ہی نہیں وہ کس چیز کا پیر ہے؟ جس انسان کا دل اللہ کے ذکر سے غافل ہو اور اس کی تہائی پاکیزہ نہ ہو لباس فقر اس پر نہیں سجتا۔ جس ماحول کا انسان ہوا سی ما حول کا لباس چاہیے۔ اسی لیے سلطان الفقر نے فرمایا ہے:

موئے باہجھ نہ سوہنڈی الھی ایویں گل وچ پانویں ہو  
نام فقیر تدوں ہے سوہنڈا بابا ہو جے جیوندیاں ہی مر جاویں ہو  
(سلطان باہور حمت اللہ)

جب تک انسان مر نہ جائے کندھوں پر نہیں اٹھایا جاتا

حضرت میاں فیض اللہ صاحب کشیر والے حضور بابا جی خواجہ محمد قاسم صادق مسیح روی علیہ الرحمۃ کے ماں ناز خلیفہ اور صاحب کرامت فنا فی اللہ ولی کامل تھے۔ آپ جب بوڑھے ہو گئے تو آپ نے علاقے میں تبلیغی دورے چھوڑ دیئے اور اپنے آستانے پر ہی ذکر و فکر کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مریدین نے اصرار کیا کہ حضرت ایک دفعہ علاقے میں تشریف لے چلیں تاکہ پرانی یادیں تازہ ہوں آپ نے فرمایا کہ مزوری بڑھ

گئی ہے میں اب چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہوں۔ مریدین نے کہا آپ اجازت دیں ہم آپ کو پاکی پر اٹھا لیں گے۔ آپ ایک علاقے میں تشریف لے گئے۔ پاکی پر ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں جا رہے تھے ان کے آگے اور پیچھے کثیر تعداد میں ذکر کرنے والے لوگ تھے۔ اس سارے منظر کو وہ لوگ بھی دیکھ رہے تھے جو درویشوں کے ادب سے محروم ہیں۔ دوسرے دن ان لوگوں نے میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے مریدین سے طنزآپو چحا۔ کہ کل آپ لوگ یہاں سے ایک میت دوسرے گاؤں کی طرف لے جا رہے تھے اس کو کون سے قبرستان میں دفن کیا ہے؟ مریدین نے جواب دیا۔ وہ ہمارے پیر و مرشد تھے جنازہ نہیں تھا۔ بڑھاپے کی وجہ سے چل نہیں سکتے ہم انہیں پاکی میں بٹھا کر دوسرے گاؤں لے گئے تھے انہوں نے کہا تم بہت فضول لوگ ہو جو شخص آپ لوگوں کا محتاج ہے اس کو اپنی مشکلیں حل کرنے کے لیے لے جا رہے ہو۔ یہ بات سن کر میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے ساتھی بہت رنجیدہ ہوئے۔ دوسرے دن ملاقات کے لیے اپنے پیر کے پاس گئے تو ان کو دیکھتے ہی میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ان لوگوں نے بالکل درست کہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک انسان مردہ جائے اس وقت تک اس کو کندھے پر نہیں اٹھایا جاتا تم بھی میری طرح مر جاؤ تمہیں بھی لوگ کندھوں پر اٹھا لیں گے۔ اور یہ اصول ہے کہ جب تک کوئی مرے نہیں اس کے آگے پیچھے ذکر نہیں کیا جاتا۔ جب سے مرا ہوں لوگ مجھے کندھوں پر اٹھا کر پھرتے ہیں اور ذکر بھی کرتے ہیں۔ مرا نا آسان کام نہیں ہے یہی وہ لوگ ہیں جنہیں شریعت نے پیر تسلیم کیا ہے۔

## علماء سے محبت

ایسے لوگ جن کے پاس علم نہیں گر علم والوں سے محبت کرتے ہیں یہ خوش نصیب لوگ ہیں اس لیے کہ ایک آدمی کے پاس اپنا چراغ نہیں مگر چراغ کے پاس بیٹھ گیا وہ بھی اندر ہیرے سے نجات ہے علم والے اور صوفیاء کی محفل بندے کو جہالت اور گمراہی کے اندر ہیرے سے بچا دیتی ہے جس کے پاس اپنا چراغ ہو اس کی بات ہی جدا ہے۔ طریقت کی دنیا سے وابستہ لوگ ایک ہی روحانی سفر کے مسافر ہو۔ روحانی سفر دعا اور تعلیم کا نام نہیں ہے بلکہ عشق محبوب میں ڈوب کر تمام گناہوں سے کنارہ کشی کر کے روح کو متوجہ الی اللہ کر کے ہمہ تن معروف رہنے کا نام ہے اس کیفیت میں کامیاب ہو جانے والا شخص فرش پر بیٹھ کر عرش پر نظر رکھ سکتا ہے۔

## ننگے سر نماز پڑھنا

ننگے سر نماز پڑھنا برکت سے محرومی کا سبب اور خلاف تقویٰ ہے۔ اس عمل کو عادت بنالینا اچھی بات نہیں ہے۔ شریعت مطہرہ نے بعض مخصوص حالات میں اس کی اجازت دی ہے اس کی ایک مثال یہ ہے مثلاً بارش ہو رہی ہے مسجد کے باہر کھڑا ہے۔ کھڑے ہونے کی جگہ نہیں اور جماعت ہونے والی ہے۔ بارش کے باعث ایک آدمی حمام میں کھڑا ہے ایسا شخص اب کیا کرے؟

شرعی حکم یہ ہے کہ اگر اس شخص کے پاس کوئی کپڑا ہے تو وہ حمام میں بچھائے اور نماز قضاۓ کرے بلکہ پڑھ لینا بہتر ہے مگر اس عمل کو عادت نہیں بنایا جا سکتا۔ یوں ہی ننگے سر نماز پڑھنے کو عادت نہیں بنایا جا سکتا۔ اصل المیہ یہ ہے کہ عوام کے ساتھ ساتھ بعض غیر متقد علماء بھی سہل پسندی کی طرف جا رہے ہیں بلکہ آج کل تو بعض ملکوں میں نماز کے دوران مسوک بھی کر رہے ہوتے ہیں اور فون پر باتیں بھی کر رہے ہوتے ہیں۔ کیا آپ بھی امر کریں گے؟ عالم علم پختہ ہی سہی اگر وہ اتباع رسول میں ناقص ہوں تو ان سے نجات کر رہنا چاہیے اس لیے کہ علم مقصود بالذات نہیں بلکہ علم کی مدد سے معلوم تک رسائی

مقصود بالذات ہے۔ اور یہ اتباع رسول کے بغیر ناممکن ہے نمازی لوگوں کو چاہیے کہ ہمیشہ اپنی جیب میں ٹوپی رکھیں اور سر ڈھانپ کر نماز پڑھیں۔

(نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب، نومبر ۲۰۱۳ء)

### باجماعت نماز کے بعد دعا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "الدعامخ العبادة"

بندگی کا خلاصہ (مغز) دعائیں ہوتا ہے اس لیے نماز کے بعد بیٹھ کر دعا کا انتظار کرنا چاہیے تاکہ اجتماعی دعا کی برکات سے محروم نہ ہو۔

### جو انوں کو نصیحت

درخت جب چھوٹا ہو تو اس کو جد ہر چاہیں موڑ سکتے ہیں وہی درخت جب بڑا ہو جائے تو ساری قوم کو شش کرے تو اس کو نہیں موڑ سکتی۔ آپ کی اٹھتی جوانیاں ہیں اس دور میں انسان اپنے آپ کو جد ہر چاہے موڑ سکتا ہے؟ آپ کی زندگی اس نئے درخت کی مانند ہے جس کے ساتھ ابھی پھل لگنا باتی ہے۔ اس کو ہر قسم کی آفات و بلیلات و آندھیوں سے بچانا ضروری ہے تاکہ اسکے پاکیزہ پھل (کردار) اور مٹھاس اور اخلاق کی صورت میں اس کی خوبی دوسروں تک پہنچے۔ نبی پاک ﷺ کے غلام اور صوفیاء کی عادتوں کے فیض یافتہ بن کر ایسی زندگی گزاریں کہ رحمتیں آپ پر سایہ فلن رہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ لمبے کپڑے، لمبی داڑھیاں اور پیڑیاں پہن لیں آپ کا ظاہر جیسا بھی ہو دل اپنے مالک کے ساتھ ہی رہنا چاہیے۔ یہی اصل زندگی ہے کار و بار دنیا شر عاجائز ہی نہیں ہے بلکہ واجب ہے۔ علم اور یاد حق میں کمی نہ آنے دیں۔ آپ کا تعلق اچھے گھر انوں سے ہے علم و تقویٰ والے صوفیاء کی معیت اختیار کرنا، مزارات پر حاضری دیا کریں اس لئے کہ مزارات پر جانے سے ایمان کی حفاظت ہوتی ہے، ذکر پر استقامت ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے قبر میں جانے والے کی قبر پر ہمیشہ نور کی برسات ہوتی ہے اس لیے جو لوگ

ان کے پاس جا کر بیٹھتے ہیں وہ بھی اس نور کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں۔ غافل دلوں کو بیداری کی توفیق ملتی ہے۔ ۰۰۰ ادوانے والی تسبیح ہاتھ میں رکھا کریں اور اپنی قیمتی زندگی کے لمحات بے مقصد گزارنے کی بجائے یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم اور سبحان اللہ وبحمدہ و سبحان اللہ العظیم پڑھتے رہا کریں۔ رزق، عزت، اور روحانی حفاظت ملے گی، رحمتیں نازل ہوں گی بخشش آسان ہو گی۔

#### بیعت اور اس کے فائدے

مشاخنین کے ہاتھ پر کی جانے والی یہ بیعت، بیعت توبہ کہلاتی ہے۔ بیعت ہونے والا آدمی اپنے پیر کے ہاتھ پر کئے ہوئے قول کو نبھائے اور اس میں سستی اور کمزوری نہ دکھائے اور یہ یقین رکھ کر اس کا شیخ اس پر روحانی نظر رکھتا ہے شیخ سمندر کی مانند ہوتے ہیں جس طرح سمندر میں جو چیز چلی جائے وہ گم ہو جاتی ہے اسی طرح انسان کے جتنے عیب ہوں شیخ خبر رکھتے ہوئے بھی سمندر کی طرح خاموش رہتے ہیں۔ بیعت کا یہ سلسلہ نبی پاک ﷺ کے زمانہ پاک سے چلا آ رہا ہے صحابہ کرام اور تابعین نے اس سلسلہ کو آگے بڑھایا۔ تابعین حال کو قال اور خیال کو عمل میں لے آئے اور حقیقت کو وضاحت دے کر بعد میں آنے والی نسلوں کے لیے فیض عام کا سلسلہ طریقت کے نام سے جاری فرمایا۔ آج تک یہ سلسلہ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا شیخ کی محفل میں بارہا حاضری انسانی عادتوں کو نیکی میں بدل دیتی ہے۔

#### سوال: وسو سے کیوں آتے ہیں؟

جواب: وسو سے ایمان کی علامت ہیں۔ انسان جب اخلاص و ایمان کے نور سے دھلی ہوئی بندگی شروع کرتا ہے تو شیطان، انسان کو بندگی سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔ اخلاص و ایمان مومن کا خزانہ ہے۔ چور ہمیشہ خزانے کا پیچھا کرتا ہے آپ اپنا کام جاری رکھیں شیطان اپنا کام جاری رکھتا ہے۔ وہ اپنا کام نہیں چھوڑتا۔ آپ اپنا کام کیوں چھوڑتے ہیں؟ ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا:

بندے کا اللہ کی معیت میں شیطان کے ساتھ مقابلہ ہے۔ شیطان وسو سے ڈالتے رہتے ہیں کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے لوگوں کے دلوں سے وسو سے نکل جاتے ہیں۔ آپ لا الہ الا اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور جب ذکر ختم کریں تو محمد رسول اللہ کہہ دیا کریں اس کے بعد دوسرا وظیفہ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم، تیرا وظیفہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ وظیفے شیطان کو تکلیف دیتے ہیں اور یہی وسوسوں کا علاج بھی ہے۔

#### روحانی سفر اور اس کے لوازمات

اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کی طرف ہمہ تن متوجہ رہنا اور ان کے احکامات پر عمل کرنا۔ ارشادات شیخ پر ثابت قدم رہنا اور ہر وقت قرب خدا اور قرب مصطفیٰ ﷺ کی جستجو کرنا اور اس کے لیے محنت و سعی پیغمبر کو روحانی سفر کرتے ہیں۔

اس عمل کو جاری رکھنے سے لمحہ بہ لمحہ پائیزگی آتی ہے اور طبیعت میں نکھار آتا ہے۔ جب طبیعت ست اور بو جھل ہو اور غفلت حاوی ہو جائے تو درود شریف اور استغفار کی کثرت کیا کریں اور جب طبیعت میں لطافت اور پائیزگی آئے تو اس کیفیت کو دوام بخشنے کے لیے یا ہی یا قیوم پڑھیں تاکہ استقامت نصیب ہو۔ ایک صحابی سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ فدا ک ابی و ابی مجھے ایسی چیز عطا فرمائیں کہ دین پر ثابت قدم رہ سکوں اور جو چیز دینی اعتبار سے مجھے میسر آئے اس پر قائم رہ سکوں تو آپ ﷺ نے فرمایا یا یا قیوم کثرت سے پڑھو۔ یا ہی پڑھنے سے روحانی قلبی زندگی ملتی ہے یا قیوم کی برکت سے اس پر استقامت نصیب ہوتی ہے۔

ہر سلسلہ طریقت کا ایک مخصوص وظیفہ ہے

جمع سلاسل طریقت کے الگ الگ وظائف ہیں اس لئے کہ جس جس وظیفے سے ان کی منازل طے ہوتی ہیں وہی وظیفہ ان کے سلسلے کی نسبت سے مشہور ہو گیا۔ صوفیاء نقشبند کو جن وظائف سے عروج ملا وہ ان کے لیے مخصوص ہوتا گیا۔

#### سلسلہ عالی قادری

لا اله الا الله ، الله لا اله الا هو

حسبي الله و نعم الوكيل ، حسبنا الله و نعم الوكيل  
یہ سلسلہ عالی قادری کے مشائخ کے وظائف ہیں۔

#### سلسلہ عالی نقشبندی

یاجی یاقوم۔ درود شریف۔ تیرا اکلمہ

سبحان الله والحمد لله ولا الله الا الله والله اکبر (۵۰۰) بار

اسم ذات اللہ ہو سانس کے ساتھ۔ سانس کے ساتھ اسم ذات اللہ ہو نقشبندیوں کے ارواح کی غذا ہے۔  
روح قربت و قوت کی وجہ سے سارے جسم کو ذکر دائی کی تاثیر سے اسیر کر لیتی ہے۔

#### سلسلہ عالی پشتی

پشتی سلسلہ عالی کے مشائخ کے مرکزی وظائف

درود شریف لا الله الا الله او حسبي الله لا الله الا هو عليه توكلت وهو رب العرش العظيم  
الحمد لله حضور قبلہ عالم خواجہ غلام مجی الدین غزنوی علیہ الرحمۃ کی توجہ محنت و قبولیت کے نتیجے میں یہ  
تینوں فیض دربار عالیہ نیریاں شریف کے حصے میں آئے ہیں۔ حضور بابا جی صاحب خواجہ محمد قاسم صادق  
موہڑوی علیہ الرحمۃ کی نظر شفقت و عنایت کے صدقے میں حضور قبلہ عالم نے روحانی طور پر سارے  
مدارج حاصل کئے اس کے بعد ان کی عنایات اور سلسلہ قادری و پشتی کے سر پرست سے جو مجھے فیض ملا

اس کو قائم رکھنے کے لیے یہ تمام وظائف جاری ہیں آپ محبت والے لوگ ہیں۔ دنیا کے ساتھ ساتھ دین سے آشنا تر اور محبت موجود ہے۔ جو لوگ مشائخین کے ساتھ محبت و نسبت رکھتے ہیں ان کے لیے بالخصوص دین سے دوری، غفلت اور عدم التفات روا نہیں۔ ہر آدمی کو عجز و انکساری اور سچائی کے بعد دن رات ذکر اللہ اور ذکر نبی ﷺ کو اپنا اور ہننا پھونا بنانا چاہیے۔ (یعنی: ہر حال میں) جاری رکھنا چاہیے۔ کیونکہ ذکر نبی ﷺ ہی قبولیت ذکرِ خدا کا زینہ اور قربِ مصطفیٰ کا وسیلہ ہے۔

**قربِ مصطفیٰ وسیلہ ہے قربِ خدا تعالیٰ کا**

ذکر نبی زینہ ہے قبولیت ذکرِ خدا اکا اور قربِ مصطفیٰ وسیلہ ہے قربِ خدا اکا اس لئے کہ ارشادِ خداوندی ہے  
**﴿أَقَدَّ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾**

آپ کے لیے میرے محبوب کی ساری زندگی دو جہاں میں قبولیت، کامیابی، عزت و سرخوبی کی حفاظت ہے۔ دوسری بات جو اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ ہر کلمہ گوا سوہ رسول پر عمل نہیں کرتا بلکہ وہ مخصوص لوگ ہیں جو ظاہر و باطن سے اتباع کرتے ہیں اور ان کا ذکر کرتے ہیں لمن کان یہ رجو اللہ والیوم الاخر۔ یہ لوگ ہیں جو اللہ کو راضی کرنا چاہتے ہیں اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اذان توہراً ایک سنتا ہے مگر فائدہ اسی کو ہوتا ہے جو اس پر عمل کرے اور نماز پڑھے جو لوگ قیامت کے روز سرخو ہونے کا خیال نہیں رکھتے وہ اسوہ رسول پر عمل نہیں کرتے یہ مخصوص لوگ ہیں جن کی یہ خواہش ہے کہ قیامت میں مجھے ذلت و رسوائی نہ ہو نجات مل جائے اور پاکیزہ نسبت نصیب ہو۔

**پیر کا ادب کامیابی کی حفاظت ہے**

طریقت کے سفر میں وہ لوگ کامیاب ہو کر درجہ کمال تک رسائی حاصل کرتے ہیں جن کے لیے پیر کی ظاہری موجودگی اور عدم موجودگی ادب کے لحاظ سے برابر ہو یعنی جس طرح پیر کی موجودگی میں وضو،

نماز، ذکر اور دیگر معمولات کی پابندی کرتے ہیں اسی طرح پیر سے ہزاروں میل دور رہ کر بھی آداب میں کمی نہیں کرتے۔ پیر کا ادب یہ نہیں کہ پیر کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے رہو۔ دوزانو بیٹھ جانا، سرجھ کالینا، بلکہ پس پشت ہزاروں میل دور رہتے ہوئے ہر معاملے میں پیر کے فرمان کو سامنے رکھ کر اس پر استقامت کا مظاہرہ کرنا پیر کا ادب ہے اور جن لوگوں کو یہ عادت ہو کہ پیر کے سامنے دوزانو بیٹھ گئے سرجھ کا کر رکھا۔ ہاتھ باندھ کر کھڑے رہے اور جب دربار سے گھر جائیں تو نہ شربut کی پابندی نہ نماز نہ ذکر نہ عجز و اکساری نہ اخلاق نہ پیار یہ ناقص و ناکام لوگوں کا دستور ہے انسان جب ایک دفعہ پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر توبہ کر لے تو وہ توبہ ہمیشہ قائم رہنی چاہیے۔ جو حکم مل گیا وہ ساری زندگی کے لیے کافی ہوتا ہے کامیابی اور ناکامی کے حوالے سے طریقت کے اس باق میں سب سے بنیادی اور جامع سبق یہی ہے۔

(دربار نیبریاں شریف، دسمبر ۲۰۱۳ء)

## روحانیت اور بشریت

روحانیت اور بشریت دو مشہور الفاظ ہیں انسانی زندگی کے ساتھ ان کا گہرا تعلق ہے۔ جب روحانیت بشریت پر غالب آئے تو انسانی عادتوں میں نواری اور جب بشریت نورانیت پر غالب آجائے تو عادتوں بشری ہو جاتی ہیں۔ بشری عادتوں میں ظلمت، بغاوت، شرارت، غصہ، کینہ، بغض، ہوس، حسد، ریا، تکبر، جھوٹ، فریب سمیت ہر برائی شامل ہے۔ اور جب انسان پر روحانیت کا غلبہ ہو تو محبت اطاعت اور امن کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ روحانیت ایک خوبصورت ہے اور روحانی شخص کی مثال ایک پھول کی ہے۔ پھول بکھر جائے، ٹھنپ سے ٹوٹ جائے اور جہاں بھی پڑا ہو خوبصورتی پھیلاتا ہے بشری عادتوں کی مثال کانٹے کی ہے۔ کانٹا جیسا بھی ہو تکلیف دہ ہے۔ مگر آپ نے دیکھا ہو گا کہ موسم بہار میں کانٹے بھی نرم ہوتے ہیں۔ جب موسم بہار میں نئی نئی کوپلیں نکل رہی ہوں تو اس وقت ان کے ساتھ کانٹے بھی ہوتے ہیں۔ آپ ٹھنپ ہاتھ میں پکڑیں تو کانٹا آپ کے ہاتھ کو نقصان نہیں دے گا اس لئے کہ اس پر بہار کا غلبہ ہے بہار کے موسم میں کانٹے نرم ہوتے ہیں مگر جوں ہی بہار ختم ہو آپ کا نٹوں کو ہاتھ نہیں لگاسکتے۔

انسانی زندگی میں ذکر ایک بہار کی مانند ہوتا ہے ذکر جس آدمی کی عادت بن جائے تو گویا وہ انسان ہر وقت بہار کی لپیٹ میں ہے۔ کانٹا ہی سہی مگر بہار کے موسم میں اس کی ذات سے کسی کو نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے کہ ذکر ایک نور ہے جہاں نور ہوتا ہے وہاں ظلمت خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔ نور ہمیشہ ظلمت پر حاوی ہوتا ہے۔ ظلمت انسانی زندگی کی تمام بربادی عادتوں کا نام ہے اور نور سے یہاں مراد انسان کی وہ عادات و خصالیں ہیں جن سے بندہ رب سے قریب ہو جاتا ہے۔ اور یہ ذکر کے بغیر ناممکن ہے۔ ذکر اللہ تعالیٰ کی عطا کر دہ وہ نعمت ہے جو بندے کے مزاج کو بدل دیتی ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ روحانیت والے لوگ اور ہیں بشریت والے لوگ اور ہیں آپ نے کس کے ساتھ یاری لکھی ہے۔ یہ فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔

## علم ایک چراغ ہے

علم کی جستجو کرنے میں دو چیزیں نمایاں ہیں ایک انسان کی طبعی بیداری اور دوسرا چیز اللہ تعالیٰ کی عنایت، علم جس جہت کا بھی ہو بشرطیکہ اس میں دین شامل ہو اس میں نور ضرور ہوتا ہے علم ایک ایسا چراغ ہے جو بندے کو ٹھوکر لگنے سے بچاتا ہے خیال کی ٹھوکر حال اور قال کی ٹھوکر۔

تین چیزیں بندے کی زندگی پر حاوی ہیں

قال، حال، اور چال، تین چیزیں بندے کی زندگی پر حاوی ہیں ان ہی سے بندے کے مزاج کا پتہ چلتا ہے۔ قال سے بندے کے اندر کی دکان کا پتہ چلتا ہے۔ حال اس کے مقام کی خردیتا ہے۔ اور خیال سے بندے کی منزل کی نشاندہی ہوتی ہے۔ یہ چیزیں انسانی زندگی کا ایک حسین مجموعہ ہیں جس طرح پوری کائنات کی اشیاء کو کوئی گناہ چاہے تو نہیں گن سکتا۔ درخت اور ان کی اقسام ان کی صفات، قد و قامت، شکل، ہیئت، تخلیقی عمل سب جدا جد اہیں۔ یہی حال انسانوں کا ہے۔ مزاج، خیال، اعمال، ارادے سب جدا جد اہیں۔ یہ اختلاف جھگڑے والا نہیں بلکہ سمتیں تقسیم کرنے والا ہے۔ جیسے ایک ماں اور باپ کے چھے بیٹے ہوں ہر ایک کے اعمال، خیال، جستجو، طلب، نیت، جدا جد اہوتے ہیں اور ایسا کوئی ضابطہ نہیں ہے جو ان سب کی صفات اور انجام کو ایک کر دے۔ عقل کہتی ہے کہ یہ مشکل کام ہے عشق کہتا ہے کہ ایک ایسی قوت ہے جو ان سب کو کیجا کر دیتی ہے۔ جدا ہونا چاہیں تو نہیں ہو سکتے۔ اختلاف کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے اور وہ ہے ذکر اللہ۔ بندگی، حق اور عشق رسول حق۔ عشق رسول ایک ایسی قوت ہے جو ہر چیز پر حاوی ہے اس بات کو ایک مثال کے ذریعے آسان کیا جاسکتا ہے جس طرح جاری پانی کو روکنا چاہیں تو نہیں روک سکتے ایک حد کے بعد اس کو راستہ دینا پڑتا ہے اسی طرح انسان کا خیال اور نگاہ ایسی قوتیں ہیں جن کو قابو نہیں کیا جاسکتا، روکنا چاہیں تو نہیں روک سکتے۔ نگاہ کے آگے کوئی دیوار آجائے تو پلٹ کر پیچھے آجائے گی مگر ک روک نہیں سکتی۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں خیال و نگاہ دل و دماغ کے ماتحت ہیں دل اور دماغ

اگر قید ہو جائیں تو خیال و نگاہ دونوں خود بخود قید ہو جائیں گے۔ دل و دماغ کو اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی محبت میں ایسا قید کرو سانس کی ایک ایک حرکت، ان کے ماتحت ہو جائے۔ خیال قابو ہو جائے گا۔

### آکسفورڈ یونیورسٹی میں ایک عیسائی کے ساتھ ملاقات

میرے ایک عزیز آکسفورڈ یونیورسٹی میں پڑھتے تھے۔ میں ایک دن ان کے کمرے میں گیا ایک انگریز عیسائی کمرے میں داخل ہوا اور ملاقات ہوئی اور وہ بھی ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ میرے عزیز اس کا تعارف کرتے ہوئے مجھے کہنے لگے کہ یہ حدیث پاک پرپی انجڑی کر رہا ہے۔ میں نے کہا پھر تو یہ بڑے کام کا آدمی ہے۔ میں اس سے مخاطب ہوتا ہوں۔ میں نے اس انگریز کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ کسی خط یا کسی مصنف کی کتاب پڑھیں تو لکھنے والے کا تصور نہ آئے۔ آپ کو حدیث پاک پڑھتے ہوئے کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ یہ کس ذات گرامی کا قول ہے۔ جن کی بات کے لیے آپ نے زندگی کا ایک حصہ قربان کر دیا ہے۔ ان کی ذات کا خیال کیوں نہیں آیا؟ آپ جب کوئی کتاب پڑھیں تو اس کے مصنف کے ساتھ ایک انس اور ایک واقعیت ہو جاتی ہے۔ آپ کے دل میں ان کے ساتھ انس پیدا کیوں نہیں ہوا؟ وہ شخص خاموش ہو گیا اور اسی خاموشی میں اس نے چائے پی اور مصافحہ کر کے چلا گیا۔ میں بھی تھوڑی دیر کے بعد اپنی رہائش گاہ پر گیادوسرے دن میں نے اپنے عزیز کوفون کیا اور پوچھا کہ کل جو انگریز مہمان آیا تھا وہ خفا تو نہیں ہوا؟ اس نے کہا کہ خفا تو نہیں ہوا البتہ اس کے بعد وہ اپنے کمرے میں بھی خاموش بیٹھا رہتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بہت بری طرح پھنس گیا ہوں سمجھ نہیں آ رہی کہ کیا کروں۔ اگر حقیقت کی طرف جاتا ہوں تو اندر سے نکل رکھتی ہے اور اگر حقیقت کی طرف نہیں جاتا تو پڑھنا بے مقصد ہے۔ آپ بتائیں کہ میں کیا کروں؟ میں نے کہا اس کا حل بھی اس شخص کے پاس ہے جنہوں نے تجھے اس طرف متوجہ کیا ہے اس نے کہا میں چلوں گا مگر نصیب کی بات آیا نہیں۔ حقیقت یہ

ہے خیال کو قابو کرنا کسی کے بس میں نہیں۔ اس کو قابو کرنے والا صرف اور صرف عشق ہے۔ اور وہ بھی محبوب برحق، لاریب و بے عیب ذات گرامی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ ان سے جب پیار ہو جائے تو خیال ان ہی کے قدموں میں رہے گا پھر آپ زندگی کی ایک ایک ادا میں ان ہی کے نقوش دم تلاش کریں گے۔ یہی اصل زندگی ہے سچ کہا ہے کسی نے:

انسان کبھی نہ بن سکا انسان تیرے بغیر

انسان کبھی نہ بن سکا انسان تیرے بغیر

☆ صرف انسان ہونا اور بات ہے اس کا بندہ ہونا یہ اور بات ہے۔ بندہ ہونا غلامی کے ساتھ غلامی محبت کے ساتھ اور محبت ذکر کے ساتھ مشروط ہے۔ (دربار نیریاں شریف: ۲۰۱۱ء)

حوالہ: پچھ لوگوں کو یہاں بڑی غلط فہمی ہوتی ہے کہ اللہ محبوب یعنی بندہ رب کا عاشق کیسے بن سکتا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو صرف معبدومانتے ہیں وہ مومن ضرور ہیں مگر درجہ کمال تک پہنچنے والے مومن نہیں ہیں۔ صوفیاء کا اپنا ایک مقام ہے جس طرح ان کا مقام بلند ہے اسی طرح ان کی سوچ کا معیار بھی بلند ہے۔ صوفی جب کہتا ہے، لا الہ الا اللہ، کوئی بندگی کے لا اُن نہیں اگر کوئی ہے تو وہ صرف اور صرف اللہ ہے۔ تو پھر اب کیا کرننا چاہیے؟ چار رکعت نماز فرض ہے اللہ تیرے لئے۔ اس لئے کہ تیری صفات کسی کے پاس نہیں ہیں اگر یہ صفات کہیں اور ہو تیں تو شاید وہاں سجدے کی گنجائش ہوتی مگر اس کی صفت لا شریک ہے۔ جب اس کی صفت لا شریک ہے تو ذات میں کوئی کیسے شریک ہو گا؟ بندے کی صفات میں بندہ شریک ہو سکتا ہے جیسے آزمائش۔ جو آزمائش آپ پر ہے وہی آزمائش کسی دوسرے پر ہو سکتی ہے جو کام آپ کرتے ہیں وہ کام کوئی دوسرا بھی کر رہا ہے تو شریکت تو ہو گئی۔ جب خدا کی صفت بے عیب اور لا شریک ہے تو اس کی ذات کا عالم کیا ہو گا۔ صوفیاء یہ کہتے ہیں کہ ایسی لا شریک ذات کو صرف معبدوں مانو بلکہ پہلے محبوب پھر معبدوں۔

## صوفیاء کہتے ہیں پہلے محبوب پھر معبد

اس لیے کہ اگر وہ محبوب نہ ہوتا تو معبد کیوں ہوتا؟ اب انسان کے لیے حکم ہے "قوموا لله قانتین" "ذراغور کروا ایک ایک ادا میں محبت کی حکمرانی نظر آ رہی ہے۔ قیام کے بعد رکوع کی باری ہے یہاں بھی سجحان ربی میر ارب پاک ہے۔ رکوع کے بعد سجدہ ہے یہاں بھی سجحان ربی۔ میر اہی رب پاک ہے۔ رکوع کے بعد سجدہ ہے یہاں بھی میر ارب پاک ہے۔ نماز باجماعت میں بھی سب اپنی اپنی بولی بول رہے ہیں۔ حالانکہ اصول یہ ہے کہ امام کی موجودگی میں مقتدی خاموش رہیں۔ اس لیے کہ امام سب کی طرف سے ترجمان ہے۔ مگر رکوع اور سجدے میں سب ایک دوسرے کو بھول گئے اہل علم یہ کہتے ہیں کہ سجدہ بندگی کی انتہاء ہے صوفی ایک قدم اور آگے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سجدہ جہاں بندگی کی انتہاء ہے وہیں یہ محبت کی بھی انتہاء ہے اور سجدہ مقام قرب ہے۔ یہاں محبت اور عبادت دونوں اکٹھے ہو گئیں یہاں محب اور محبوب کی ملاقات کا وقت ہے۔ "العشق نار يحرق ماسوى الله"

جہاں عاشق اور معشوق کی ملاقات کا وقت ہو وہاں دوسرے کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ اس لیے ہر ایک بے اختیار بول رہا ہے میر اہی محبوب پاک ہے سجحان ربی الاعلیٰ جب محبت اور عبادت اکٹھے ہو جائیں تو عابد اور معبد قریب ہو جاتے ہیں یہی وہ عشق ہے جو نیال اور نظر کو قابو کر کے در محبوب تک رسائی کو آسان اور ممکن بناتا ہے۔

## الصلوة معراج المؤمنين

نبی اکرم ﷺ جب معراج تشریف لے گئے تو تینوں چیزیں نظر، خیال، اور گنگوڑ کرایک ہی نقطے پر جمع ہو گئے اس لیے کہ اس سے آگے کوئی جگہ ہی نہیں تھی۔ جہاں خیال اور نظر جا سکیں۔ معراج شریف سے واپس آکر آپ ﷺ نے فرمایا تم بھی اگر اپنی نظر اور خیال کو قابو کرنا چاہتے ہو تو جوبات میرے تجربے اور مشاہدے میں آچکی ہے وہ یہ ہے کہ "الصلوة معراج المؤمنین" اور نماز ہی آنکھوں کی ٹھنڈک اور عروج کا باعث ہے۔ اس ٹھنڈک سے مراد محبوب کی ملاقات ہے جیسے کہا جاتا ہے یار تم کیا ملے کہ آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔ تو معنی یہ ہو گا کہ نماز ہی ملاقات محبوب کا واحد ذریعہ ہے تو یہ خوشی کی انتہاء والی ٹھنڈک صرف اور صرف نماز میں ہے یہ نہیں فرمایا کہ دل ٹھنڈا ہو گیا اس لئے کہ دل ٹھنڈا ہو جائے تو زندگی ختم ہو جاتی ہے اس لئے دل کو گرم رکھنا ہے تاکہ کشش پیدا ہو اور آنکھ کو ٹھنڈا رکھنا ہے تاکہ ملاقات کے قابل رہے۔

## صوفیاء کسی سے نفرت کیوں نہیں کرتے

اگر آپ کے دوست کی فیکری ہو اور آپ کو کسی چیز کے بارے میں علم ہو جائے کہ یہ چیز آپ کے دوست کے ساتھ منسوب ہے۔ وہ چیز آپ کو اس نسبت کی وجہ سے اچھی لگے گی۔ مخلوق جیسی بھی ہو اللہ کے دوست اس مخلوق کے ساتھ اسی نسبت کی وجہ سے بیمار کرتے ہیں کہ یہ ان کے دوست کی فیکری کی چیز ہے۔  
(بقام: بنڈلی کھوئی رٹ: ۱۹۸۳ء)

## تین چیزوں کا پاک ہونا لازم ہے

جس آدمی کی تین چیزیں پاک ہوں گی وہ آدمی پاک رہتا ہے۔ خیال، حال اور چال۔ جس آدمی کا خیال ناپاک ہوا اس کے دل کا شیشه میلا ہو جاتا ہے۔ جب دل کا شیشه میلا ہو جائے تو انسان کے اندر حرام اور

حلال کی تمیز نہیں رہتی نیکی بدی کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ دل کا شیشہ صاف کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "لکل شئیٰ صقالة و صقالة القلب ذكر الله۔"

ذکر ہی واحد چیز ہے جو دلوں کو صاف کر کے مذکور کے ساتھ محبت پیدا کرتی ہے۔ بندے کو چاہیے کہ اللہ کے ذکر اور استغفار کی کثرت کرے۔ تاکہ گز شستہ گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی ہو۔

الحسین مدنی وانا من الحسین

یہ من قسمیہ ہے تاکہ لوگ احترام میں کمی نہ کریں۔ حسین میرا ہے اور میں حسین کا ہوں۔ جس طرح فرمایا اے بندے تو میرا ذکر کر اور میں تمیز اذکر کر تار ہوں گا۔ اللہ رب العالمین کا جنم نہیں ہے اس کے باوجود فرمایا تو میرا اور میں تمیز ایسا طرح نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ حسین میرا اور میں حسین کا۔ تاکہ لوگ احترام میں کمی نہ کریں۔ (نیریاں شریف، دسمبر ۲۰۱۳)

مومن اور مسلمان

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے  
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

ایک لفظ ہے مومن اور دوسرا لفظ ہے مسلمان۔ مسلمان صرف عقیدہ تسلیم کرنے والے شخص کو کہتے ہیں۔ جب تک عقیدہ ختم نہیں ہوتا اس وقت تک بندہ مسلمان ہے اگرچہ بہت ہی گناہ گار ہوا اسی لیے گناہ گار بندہ جب فوت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ اس کے بعد بندہ مومن بتا ہے فرمان خداوندی ہے۔

﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَّنَا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلْتَكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (اجرأت: ۱۲)

ترجمہ: یہ بدوی کہتے ہیں ہم ایمان لائے ان سے کہو تم ایمان نہیں لائے، بلکہ یوں کہو کہ ہم مطیع ہو گئے، ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو تو وہ تمہارے اعمال کے اجر میں کوئی کمی نہ کرے گایقینا اللہ بڑا درگزر کرنے والا اور حیم ہے۔

مسلمان کیا ہے؟ یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ ایک ہے اس کی ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں سارے رسول و انبیاء بے عیب، برحق اور اللہ کے محبوب ہیں۔ سید المرسلین خاتم النبین ایک ہی ذات اقدس جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ قرآن کو حق اور اللہ کا کلام مانا وغیرہ۔ کیونکہ یہ فہرست طویل ہے ایسا شخص مسلمان ہے نماز، روزہ تلاوت حج زکوٰۃ کوئی عمل نہ ہو۔ بدکاریاں، چوریاں زنا، ذاکر ہر قسم کے برے اعمال کرے جب تک ان حقائق کا انکار نہ کرے جن کے اقرار سے مسلمان ہوا تھا۔ مسلمان ہی رہتا ہے اس کو کافر نہیں کہ سکتے۔ البتہ اگرچہ درجات کی تقسیم میں قرآن عظیم نے ایسے شخص کو ظالم کہا ہے فرمان باری تعالیٰ ہے۔ ﴿فِينَهُمْ ظَالِمُونَ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدُ وَمِنْهُمْ سَابِقُ بِالْخَيْرَاتِ﴾۔ ایمان لانے کے بعد جو شخص اللہ کا قانون توڑتا ہے وہ مسلمان تو ہے مگر مومن کے درجے تک نہیں پہنچتا۔ مومن کے لیے اللہ رب العالمین کا یہ قانون: ﴿وَمَا أَنَا كُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَا كُمْ عَنْهُ فَأَنْتُهُوا﴾۔

میرا محبوب جس بات کا حکم فرمائے تمہارا دل مانے یا نہ مانے اس پر عمل کرو اور جس کام سے میرا رسول منع کرے اس سے رک جاؤ تمہارا دل مانے یا نہ مانے۔ اس لیے کہ یہ دل جس کے لیے بنائے اس پر اختیار بھی اسی کا ہونا چاہیے۔ انسان جب اپنا اختیار ختم کر کے دینی احکامات پر عمل کرتا ہے اس شخص کو مسلمان کہتے ہیں۔ یہ مقام ہی بہت بلند ہے۔ صرف اسلام قبول کرنے والوں نے دعویٰ کیا تھا تو اللہ رب العالمین نے فرمایا تم ابھی مومن کے درجے تک نہیں پہنچے تم نے ابھی صرف اسلام قبول کیا ہے۔

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے

لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

نبی پاک ﷺ کے پاکیزہ اعمال اپنا اور آپ کے قول و فعل کے مطابق زندگی گزارنے کو اسلام اور اس شخص کو مسلمان کہتے ہیں۔ ایسے شخص کا قول، فعل، صورت، سیرت، روح، دل، دماغ نبی پاک ﷺ کے عشق اور اللہ کے نور سے منور ہوتا ہے اور اس کی دعا فوراً قبول ہوتی ہے۔ اگر دعا قبول نہ ہو تو ذکر اور استغفار میں اضافیہ کریں تاکہ اعمال میں رہ جانے والی کمی پوری ہو جائے۔ بعض نیک لوگوں کی مناجات اللہ تعالیٰ کو پسند ہوتی ہے مراد پوری ہو جائے تو بنده مناجات چھوڑ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی مناجات کو طول دیتا ہے تاکہ اس کی مراد کے ساتھ ساتھ اس کے درجات بھی بلند کر دیجے جائیں یوں اعمال میں کثرت کرنے والے لوگ مسلمان کہلاتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْخُلُوا فِي السَّلَامِ كَافَةً وَلَا تَتَبَعِّدُوا حُكْمُوا الشَّيْطَنِ﴾

عمل عقیدے کا محتاج ہے

معلوم ہوا کہ ایمان ایک عقیدے کا نام ہے اور اسلام اس کے بعد اعمال کا نام ہے۔ نماز روزہ حج زکوٰۃ تلاوت، بندگی یہ سب اعمال ہیں اور یہ اپنی قبولیت کے لیے عقیدے یعنی ایمان کے محتاج ہیں۔ جس طرح تاراسنگھ پورے شرائط کے ساتھ نماز پڑھے تب بھی نہیں ہوتی اس لیے کہ اس نے عقیدے کے بغیر عمل کیا ہے یا یوں سمجھی کہ دیوار پہلے اور حچت بعد جس طرح دیوار کے بغیر حچت نہیں اسی طرح ایمان و عقیدے کے بغیر اسلام بھی نہیں ہے۔

جو شخص صرف ایمان کا عقیدہ لئے پھرتا ہے اس کے اندر غرور و تکبر شرارت اور بغاوت ہوتی ہے اور جو شخص مؤمن کے درجے تک پہنچ چکا ہے اس کے اندر اطاعت اور محبت ہوتی ہے۔ شرارت و بغاوت کا جذبہ ہی نہیں ہوتا اس لیے نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ "الْمُسْلِمُ مَنْ سَلَمَ الْمُسْلِمُونَ مَنْ لَسَانَهُ وَمَالُهُ وَيَدِيهُ وَغَمَهُ" پانچ نمازوں پر صرف دو گھنٹے خرچ ہوتے ہیں۔ جس نے چوبیں گھنٹوں میں سے دو

گھنٹے اللہ کے نام کئے وہ مسلمان ہے اور جس نے ایک منٹ بھی اللہ کو نہیں دیا وہ مومن تو ہے مگر مسلمان کے مقام تک نہیں پہنچا۔

### تہجد کی برکات

نماز تہجد کا سلسلہ جاری رکھیں اس کی بہت برکات ہیں۔ فرمان خداوندی ہے "عَنِّي أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا"

یہی پچھلی رات کے سجدے آپ کو مقام محمود پر لے جائیں گے۔ علماء جانتے ہیں کہ لفظ، عسی، کے اندر کیا کیا نکات ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ کو مقام محمود ان سجدوں سے پہلے ہی عطا فرمادیا گیا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ مقام محمود بھی ان ہی کے صدقے میں ہے یہ اس طرح ہے جیسے بچہ ابھی دنیا میں نہیں آیا مگر اس کے لئے دو دھن اس کے آنے سے پہلے اللہ رب العالمین نے اس کی ماں کی چھاتی میں بھیج دیا۔ یعنیہ نبی پاک ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے ہی مقام محمود کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود اللہ رب العالمین نے فرمایا۔

(فَتَهَجَّدُ إِلَيْهِ نَافِلَةً لَكَ)

### راہ سلوک کے مسافروں کے لیے ہدایات

یہ، "نافلۃ لک"، ان کے ساتھ ہی خاص کر دیا گیا ہے۔ یہ ان کے لیے عبادت اور ان کی متابعت میں پڑھنے والوں کے لیے دعا بن گئی وہ عبادت سمجھ کر پڑھ رہے ہیں اور ان کی اتباع کرنے والے محبت سمجھ کر پڑھیں گے۔ محبت کا فرض اور ہے اور عبادت کا فرض اور ہے۔ راہ سلوک کے مسافر یہ جان لیں کہ بندگی اپنی جگہ مگر زندگی کی رونق محبت کے ساتھ ہی ہے۔ بندگی میں سستی ہو جاتی ہے محبت میں سستی نہیں ہوتی۔ بندگی وہ ٹھنڈی ہوا ہے جو ضرر رسال نہ ہو محبت وہ آگ ہے جو جلاتی ہے اور چلاتی ہے اس لیے تپش کے تقاضے اور ہیں اور ٹھنڈی ہوا کے تقاضے اور ہیں اندر لگی ہوئی محبت کی آگ جس نے گائی ہے اس کے نظر آئے بغیر بھتی بھی نہیں۔ اسی کی ملاقات کے لیے قیام، رکوع اور سجدے و سیلہ ہیں

عوام اس کو بندگی کا نام دیتے ہیں اور صوفیاء اس کو وصل یار کا وسیلہ سمجھتے ہیں ہر وقت باوضور ہنے کی کوشش کریں۔ نماز عشاء پڑھ کر جلدی سو جائیں اور فجر کی اذان سے ایک گھنٹہ قبل اٹھ جائیں۔ نوافل پڑھیں ہو سکے تو بارہ رکعت پڑھیں۔ ہر رکعت میں تین بار سورہ اخلاص پڑھیں اور اگر وقت نجک جائے تو نماز فجر تک درود شریف پڑھتے رہیں۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں یہ درود پاک پڑھا جاتا ہے۔

"اللهم صل على سیدنا محمد و على آل سیدنا محمد و بارک وسلم"  
(دبار نیریاں شریف، ۱۵ اکتوبر، ۲۰۱۵)

### حبیب یار رسول اللہ

"حبیب یار رسول اللہ" ایک نعرہ ضرور ہے مگر میں اپنے ذوق کی بات کرتا ہوں وہ یہ کہ ہم کون ہوتے ہیں۔ کہ ہم انہیں اپنا محبوب کہیں کہاں ہم اور کہاں وہ ذات بے مثل یہ ان کا کرم ہے کہ وہ آپ کو اپنا کہتے ہیں۔ اے بندے! یہ تیر اکمال نہیں یہ ان کا کمال ہے شاید ان کے کرم کا کرشمہ دیکھ کر، حبیب، کا لفظ کہہ دیا جاتا ہے۔ میر امراض اس سے مختلف ہے۔ مشرق، مغرب، شمال، جنوب، تحت الشری سے عرضی اولیٰ اور لامکان یہ سب عالم امکان ہے۔ اور یہ سب ان ہی کی وجہ سے ہے۔ جب عالم امکان ہی ان کی وجہ سے ہے تو اس کے اندر کون ہے جوان جیسا ہو گا۔ اس لیے مرے نزدیک میرے ذوق کے مطابق جب کہنا ہو تو میرے آقا، میرے مولیٰ کو۔ نسبت کی پچشگی اور کمال کی بات یہی ہے۔

(دبار نیریاں شریف)

علم دنیا عالم بزرخ اور عالم عقبی کی ضروریات پوری کرنے والا جامع وظیفہ  
تین ہی مشہور عوالم ہیں۔ عالم دنیا، عالم بزرخ اور عالم عقبی۔ اس لیے درود شریف کے بعد یہ تین اسماے پاک ملا کر پابندی سے پڑھیں تینوں عوالم کی جمیع حاجات کی کفالت ہوتی رہے گی۔  
یا اللہ یا رحمن یا رحیم۔ تفصیل اس طرح ہے۔

عالم دنیا کے لیے یا اللہ۔  
 عالم برزخ کے لیے یار حمن  
 عالم عقبی کے لیے یار حیم

مومن کے لئے تینوں عوالم کی سرخروئی کی خصانت ہے۔ یہ وظائف یہاں پڑھو گے مبتداً وہاں ملے گا۔ گناہ معاف ہوں گے۔ تکالیف دور ہوں گی اور جو تکالیف دور نہیں ہو تو میں اللہ تعالیٰ ان کا بدله کچھ دنیا میں اور زیادہ آخرت میں عطا فرماتا ہے۔ یہ یاد رکھیں کہ تمام وظائف کی قیمت نماز کی ادائیگی کے بعد ہے کوئی وظیفہ مومن کو نماز سے بے نیاز نہیں کر سکتا۔ (فیصل آباد)

صرف نماز پڑھ لینا نجات کے لیے کافی نہیں ہے تصوف کی جزیات، کلیات کیا ہیں؟ یہ اس سے قبل بیان کردی گئی ہیں۔ عام آدمی کو اس تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تصوف کا بنیادی پیغام محبت ہے اور محبت ہی عقل و دل کی تنحیر کا سامان ہے۔ اس کے بعد تذکیرہ (صفائی) یعنی باطن کی صفائی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ محبت دلوں کو صاف کر دیتی ہے اس لیے محب کا تعین ضروری ہے۔ محبوب متعین ہو جائے تو محب کو سنبھلنے میں دیر نہیں لگتی۔ میری کوشش یہ ہے کہ پڑھ لکھے نوجوان نسل سب جزیات و کلیات سے فارغ ہو کر اس را پر چلیں جس میں رہنمائی و پشت پناہی ہو رزق حلال بھی ہو۔ کسب و کمال بھی ہو۔ یہ چیز تصوف کے بنیادی لوازمات میں ہے اور نوجوانوں کو یہ بات سمجھانے کے لیے اہل قلم دیدہ و روس کی ضرورت ہے۔ اس دور میں ایک بات جو بہت تکلیف دہ ہے اور اس میں علماء و خطباء کی اکثریت شامل ہے وہ ان کے قول و فعل میں عدم یکسانیت ہے لوگوں کو عمل و توکل کی تعلیم دیتے ہیں اور خود وہ کام کرتے ہیں جس میں دنیا ہی دنیا ہے صرف نماز پڑھ لینا نجات کے لیے کافی نہیں اس نمازنے کچھ اور چیزیں بھی لازمی قرار دی ہیں اور یہ ساری چیزیں تصوف کے ساتھ وابستگی کے بغیر مشکل ہیں تمام ماحول میں جس طرف نظر اٹھائی جائے وہاں شریعت ہے

شریعت کے اندر شریعت کا ایک جزو کامل ہے جو شریعت کا بھرم بھی ہے اور پیغام شریعت کی تکمیل بھی ہے اس جزو کامل کا نام تصوف ہے۔ باقی سب پیچھے پیچھے ہیں۔ نماز کے اندر اگر تصوف نہیں تو نماز کامل نہیں اسی طرح حج، زکوٰۃ، روزہ اور دیگر تمام عبادات کے اندر تصوف ضروری ہے۔ تصوف نے دنیا کمانے سے منع نہیں کیا بلکہ یہ سبق دیا ہے کہ دنیا کو دنیا کی جگہ پر رکھو اور محبوب حق کو اپنی منزل پر رکھ کر اطاعت کرو۔ یہ تصوف ہے آج کل باقی والے متصوفین بہت ہیں۔ عمل والے تھوڑے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ صوفیاء کی وجہ سے ہی اس جہان میں رونق ہے۔ ورنہ یہ ملک بچنے کے قابل نہیں ہے  
(دربار نیریاں شریف: ۲۲ ستمبر ۲۰۱۵ء)

### ذکر اور اخلاق

جتنی قوت، رحمت اور بخشش اللہ تعالیٰ نے ذکر میں رکھی ہے اگر اس کے اندر اخلاق بھی موجود ہو تو بہت جلدی اثر ہوتا ہے۔ بعض صوفیاء کرام یہ فرماتے ہیں کہ اگر ابتداء میں اخلاص للہیت، خدا پرستی نہ ہوتا بھی ذکر جاری رکھیں یہ غفلت سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

برزبان تسبیح و درد دل گاؤ خر

ایں چنیں تسبیح کردار داڑھر

زبان پر تسبیح یعنی ذکر اور دل میں گائے اور گدھے یہ تسبیح کیا اثر کرے گی؟

دل لو ازمات دنیا میں الجھا ہو اور انسان زبان سے اللہ اللہ کرے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ لیکن بعض

شیوخ اس کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

برزبان تسبیح و درد دل گاؤ خر

ایں چنیں تسبیح ہم دار داڑھر

ذہن پر ذکر اور دل گائے گدھے وغیرہ بالکل غافل رہنے سے بہتر ہے۔

زبان اللہ اللہ کرے اور دل دنیا کی پریشان حالیوں میں الجھا ہوا ہو بالکل غفلت سے یہ بھی بہتر ہے۔ کہ اگر انسان اپنی عادت بنالے تو ایک نہ ایک دن زبان و دل اکٹھے ہو جائیں گے اور صحت، ہوش و تندرنی کے زمانے میں ذکر کی لاطفتیں جمع کرنا بڑی سعادتمندی ہے۔ انسان پیاری کے زمانے میں طالب علم امتحان کے دنوں میں ذکر و نوافل پر زور دیتے ہیں مگر جب بیمار تندرنست ہو جائے اور طلباء امتحان سے فارغ ہو جائیں تو دونوں ذکر سے بھی فارغ ہو جاتے ہیں۔ یعنی عام انسان اپنی اغراض کے تحت اللہ کو یاد کرتا ہے۔ صوفیاء یہ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ کا ذکر کر صرف اللہ کے لیے ہو تو اس میں سرور بھی ہے اور قبولیت بھی ہے۔ ذکر کی برکت سے دنیا کی نعمتیں بن مانگے ہی مل جاتی ہیں۔ بندے کو چاہیے کہ ذکر کے بد لے میں اللہ تعالیٰ سے دنیا مانگنے کے بجائے اس کو مانگے جس کا ذکر ہے۔ (راولپنڈی، آستانہ عالیہ)

**دریا میں لہریں ہوں تو اس پر گرد نہیں بیٹھتی**

انسان اپنی حیثیت میں رہ کر اپنے مالک کی نافرمانی و ناشکری ہرگز نہ کرے۔ یہ انسانیت کے حسن پر بد نما داغ ہے۔ انسانیت کا زیور شکر، شکر کی قبولیت ذکر اور ذکر کی انتہا سجدے میں ہے اور یہی نبی اکرم ﷺ کے غلاموں کی پہچان ہے۔ محبت الیکی چیز ہے جو انسانی دل کے شیشے پر پڑنے والے بد نماداغ صحیح و شام آہستہ آہستہ دھوتی رہتی ہے۔ میں نے مشتوی شریف میں پڑھا ہے کہ دریا میں لہریں نہ ہوں تب بھی اس پر گرد نہیں جم سکتی۔ اس طرح جس دل کے اندر محبت حقیقی کے جلوے ہوں اس کی مثال دریا کی طرح ہے اس دل کے اندر گناہ کی میل نہیں ٹھہر سکتی۔ درویش کے پاس اصل دولت اللہ کی محبت ہے اور اس محبت کی اصل ترتیب یہ ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنی ہے وہ پہلے نبی پاک ﷺ کے ساتھ محبت کرے۔

جس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنی ہے وہ پہلے نبی پاک ﷺ کے ساتھ محبت کرے  
آپ نے غور نہیں کیا کہ ذکر کے عنوان پر نماز جیسی کوئی چیز نہیں۔ نماز کا نام سنتے ہی جو لفظ فوری طور پر  
ذہن میں آتا ہے وہ ہے بندگی اور بندگی کے بارے میں اللہ رب العالمین نے فرمایا۔ ﴿وَلَا يُشْرِك  
بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾

بندگی میں کسی کو شریک نہ کرو۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آدمی نماز اپنے لیے رکھی اور اسی نماز کا  
نصف حصہ نبی پاک ﷺ کے لیے رکھا۔ قیام، رکوع اور سجدے کے بعد نمازی جب التحیات میں بیٹھتا  
ہے تو برادر اس طبق نبی پاک ﷺ کے ساتھ ہے۔

"السلام عليك ايها النبي"

معلوم ہوا کہ یاد خدا سے پہلے یاد نبی ضروری ہے اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ کی یاد آئے تو قبولیت میں شک  
نہ رہے۔ جب بھی دعا کی جائے تو اس دعا کی قبولیت کے لیے اول و آخر درود شریف پڑھا جاتا ہے کیونکہ  
جو مال کسی کو رجسٹری کیا جائے اس کو بند کر کے مہر لگادی جاتی ہے تاکہ مالک کے بغیر کوئی نہ کھولے۔  
جس دعا پر درود شریف کی مہر لگی ہو وہ اللہ کی بارگاہ میں کھلتی ہے اور جلد قبول ہوتی ہے۔ بعینہ جس دل پر  
درود شریف کی مہر لگی ہو اس دل پر اللہ تعالیٰ کے جلوؤں کا ہی پہرہ ہو گا۔ بیاری، صحت، غربی، امیری،  
ہر حال میں اللہ کا ذکر جاری رکھیں۔ عام لوگ صحت و خوشحالی کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے  
مگر جب انسان ذکر کا عادی ہو جائے تو ہر حال میں ذکر اللہ جاری رہتا ہے۔

آپ لوگ کسی درویش کے پاس دنیا کی سوچ لے کرنا جائیں۔ آپ کی سوچ ایک خواب کی حیثیت رکھتی  
ہے۔ جس طرح انسان خواب میں پروگرام بناتا ہے اور جاگ کر اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا۔ آپ  
اس کے بجائے اللہ کا ذکر کریں اور استغفار پڑھیں۔ ان چیزوں کا اثر نظر آئے یا نہ آئے جس طرح خوشبو  
نظر نہیں آتی مگر اندر چلی جاتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نظر نہیں آتا مگر اس کی رحمتیں بندے کے دل و

دماغ اور روح میں چلی جاتی ہیں۔ بے مقصد معاملات میں الجھے رہنا جن کا کوئی نتیجہ نہ ہو قرآن کی زبان میں اس کو خرط القتا د کہتے ہیں۔ انسان کو اللہ اور اس کے محبوب کی طرف دائمًا متوجہ رہنا چاہیے۔ جس طرح چراغ جلے تو ہر چیز نظر آتی ہے اور اس کی روشنی میں ٹھول کر گم شدہ چیزیں تلاش کرنے میں آسانی ہوتی ہے اسی طرح پیر کے اعمال کی روشنی میں مریدین کو اپنے اعمال کی اصلاح کر لینے چاہیے۔ نوافل کے بارے میں آپ سے قیامت میں سوال نہیں ہو گا فرضیوں کے بارے میں سوال ہو گا اور جن کی فرض نمازیں قضایاں نہیں نوافل کی جگہ قضانا مازیں پوری کر لینے چاہیے۔ نوافل کے بارے میں آپ سے نہیں پوچھا جائے گا جبکہ قضانا مازوں کے بارے میں آپ سے سوال ہو گا۔ اپنی تو انایاں اس چیز پر صرف کریں جس کے بارے میں آپ نے جواب دینا ہے۔ مرید کی نیکیاں پیر کو فائدہ پہنچاتی ہیں۔ اس طرح پیر کی نیکیاں اور دعائیں مریدین کو فائدہ پہنچاتی ہیں۔

(دربار نیبیاں شریف، ۱۰ افروری ۲۰۱۵)

**مختلف سلاسل طریقتِ ذوق کی تقسیم کا نام ہے**  
پانی ایک ہی ہوتا ہے مگر جب یہ مختلف نہروں میں جائے تو ہر نہر کے نام کے ساتھ منسوب ہو جاتا ہے۔ پانی مختلف نہیں ہوتا نہروں کے نام مختلف ہوتے ہیں۔ نقشبندی، قادری، چشتی، سہروردی، یہ ذوق کی تقسیم کے مختلف نام ہیں۔ اصل سب کی ایک ہی ہے اور وہ شریعتِ محمدی ہے۔ درویش طہارت کا درس دے اور اس کی اپنی ذات میں طہارت نام کی کوئی چیز نہ ہو یہ درویشی لباس میں کوئی اور چیز ہے درویش نہیں جس سے پہنچا ضروری ہے۔ (۱۰ مئی، ۲۰۱۵ء)

**نعت گوئی کے لیے نسبت طہارت اور علم ضروری ہے**

نعت، نسبت اور طہارت کی واضح دلیل ہے۔ جب تک نسبت اور طہارت کامل نہ ہو نعت نہیں لکھی جا سکتی۔ کسی کے ذہن میں یہ بات ہو کہ بعض ہندوؤں نے بھی نعمتیں لکھی ہیں حالانکہ وہاں طہارت نہیں

تھی۔ اس لئے کہ طہارت ایمان کے بعد ملتی ہے تو اس کا صوفیانہ جواب یہ ہے کہ ایک طہارت وہ ہے جس کا کوئی گواہ ہو جیسے میں نے کلمہ پڑھا آپ نے گواہی دی۔ آپ نے کلمہ پڑھا میں نے گواہی دی ایک وہ طہارت ہے جس کا کوئی گواہ نہیں۔ جس کا کلمہ پڑھا جا رہا ہے وہ خود گواہ ہے۔ یہ سب سے بڑی اور معتبر طہارت ہے۔

نسبت اور طہارت نصیب ہو جائے تو محبت جوان رہتی ہے۔ محبت جوان ہو تو نسبت نہیں ٹوٹتی اور نسبت سلامت ہو تو بندہ سامنے ہو یا غائب رابطے بہر حال محفوظ رہتے ہیں اگرچہ رابطے کچھ ضابطوں کے پابند ہوتے ہیں مگر بعض رابطے ایسے ہوتے ہیں جہاں ضابطے دم توڑ جاتے ہیں۔ پھر بھی رابطے اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔

حضرت اویس قریبؑ کی ذات ہمارے لیے دلیل ہے کہ بظاہر کوئی ضابطہ نہیں مگر اندر سے مضبوط اور ناقابل شکست رابطہ ہے۔ ایسا رابطہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا جبہ لے جاؤ اور لے جانے کا حکم اس ذات کو ہو رہا ہے جن کی مثال انبیاء کے بعد ساری مخلوق میں نہیں ملتی۔ یہی نسبت اس کی ایک مثال اور نسبت کا ایک فیض۔ نسبت اور محبت کی اس کیفیت میں جو کلمات مرتب ہوتے ہیں اگر وہ سارے محبوب کی نذر ہو جائیں تو اسی کا نام نعمت ہے۔ نعمت منظوم بھی ہوتی ہے اور نعمت منثور بھی ہوتی ہے۔ نعمت لکھنے والا اور جس قلم کے ساتھ نعمت لکھی جائے ان سب کی بہت بڑی شان ہے۔ نعمت پڑھنے سے پہلے شفاف، روح بیدار، دل مطمئن اور محبوب کی لگن تازہ ہونی چاہیے۔

(۲۳ نومبر ۲۰۱۳ء)

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ هُوَ الْأَكْبَرُ آيٌ  
(عارف کھٹریؒ)

ہر بندگی محتاج قبولیت ہے مگر ذکر لا الہ الا اللہ عین قبولیت ہے۔ اس لئے کہ اگر قبولیت نہ ہو تو یہ منہ سے نکلتا ہی نہیں۔ جس نے زندگی میں ایک دفعہ صدق دل سے پڑھ لیا لا الہ الا اللہ۔ اس کے دل سے کفر شرک، گناہ، بدعت، رذالت، خباثت، نفسانیت، نکل گئی اور اس کی جگہ روحانیت، بہار، دوستی، وحدت و قربت آگئی۔ اس کے بعد انسان جہاں کہیں پڑھے لا الہ الا اللہ اس کے بارے میں دو قول ہیں۔ ایک قول علماء کا ہے اور دوسرا قول صوفیاء کا ہے۔ صوفیاء بھی اہل علم ہیں مگر ظاہری علم سے آگے نکل کر محبوبیت کے جلوؤں میں گم ہو کر جینے کو اصل زندگی سمجھتے ہیں۔ علماء علم کے زاویے کے اندر رہ کر کفر و شرک، اچھائی و برائی کے درمیان حد فاصل قائم کر کے رب کی رضا اور ناراضگی والے امور کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یہ سب صحابان علم اور منزل کے راہنماء ہیں۔ یہ ظاہری علم والے مگر متقین، پرہیزگار، خوف خدا کی وراثت والے کہتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ۔ موحد کا کلمہ ہے۔ کوئی بندگی کے لائق نہیں مگر وہ ایک ہے اور صوفیاء کہتے ہیں جب اس کے بغیر کوئی ہے، ہی نہیں تو کہنے کی کیا ضرورت ہے بندگی صرف اسی کے لیے ہے اور یہ جو ساری کائنات میں نظر آ رہا ہے یہ میرے محبوب کی قدر توں کے جلوے اور مظاہر ہیں۔ حقیقت تو وہ یہی ہے بس سارے جہاں میں اسی کو تلاش کرو اور اسی مقام پر عارف کھڑی علیہ الرحمۃ نے

ارشاد فرمایا: لا الہ دی پھیر بہاری الا اللہ گھر آیا

لا کہ دریا میں نہاں موتی ہے الا اللہ کا

اور قلندری لاہوری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

لا کہ دریا میں نہاں موتی ہے الا اللہ کا

لا کیا ہے؟ نفسی ہستی کا ایک کرشمہ۔ دل آگاہ کا۔ اے انسان تو پہلے اپنی ذات کے خول سے باہر نکل، خودی، تکبیر، نجوت، ریاکاری، جیسی بڑی عادتیں ختم کر کے ایک ذات وحدہ لاشریک کو سامنے رکھ۔ بیمار دل والا ان بالتوں کے ساتھ دلچسپی نہیں رکھتا۔ جیسے آپ کسی بیمار آدمی کو کہانیاں سنائیں تو وہ نہیں سننے گا

یوں ہی پیار قلب والا آدمی بھی آپ کی ان باتوں پر توجہ نہیں دے گا۔ جب چھوٹی سی مرض بندے کو ہر ایک سے بے نیاز کر دیتی ہے تو محظوظ حقیقی کے پیار کا درد، آپ کو دو جہان سے بے گانہ کیوں نہ کرے گا۔ یہ ذکر عاشقوں کی فریاد ہے۔ جب ایسا عاشق دنیا سے جاتا ہے تو رب کریم اس کو دائیٰ زندگی عطا فرماتا ہے۔ اس لیے کہ ہر عاشق اپنے معشوق کے دعوے کی گواہی دینے والا ہوتا ہے۔ دعویٰ سچا ہو تو مدعاً اپنے گواہ کی حفاظت کرتا ہے۔ لا الہ الا اللہ ایک دعویٰ ہے اور اس کا گواہ وہ ہے جو اس کو تسلیم کرتا ہے اور اپنے محظوظ کے ساتھ سچی محبت کے درجے پر فائز ہے۔ اس لیے اس کو دائیٰ زندگی دے کر اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ جب تک دعویٰ ہے تب تک گواہ کی ضرورت ہے۔ انبیاء و مرسلین اولیائے کاملین، شہداء جمیع صحابہ کرام و آل بیت اطہار توحید کے دعوے کی گواہی دینے والے ہیں پھر اعلان ہوتا ہے من کان اللہ کان اللہ لہ، اشہد ان لا اللہ اللہ (میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبد نہیں) اس پر ایک سوال ہے کہ گواہی دیکھی ہوئی چیز کی ہوتی ہے آپ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا اور نہ ہی اس کی بات سنی ہے کیونکہ سننے کے لیے آواز اور بات کے لیے الفاظ ضروری ہیں۔ کسی سے سن کر گواہی دے رہے ہو تو آپ نے کس سے سنا ہے؟ آوازی کے پاس چلتے ہیں پوچھتے پوچھتے ساری امت سیدنا صدیق اکبرؓ کی پہنچ انہوں نے فرمایا۔ جن سے میں نے سنا ہے ان کے پاس حاضر ہوتے ہیں ساری امت نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ "اشہد ان لا اللہ الا اللہ" میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبد نہیں۔ وہی ذات وحدہ لا شریک ہے۔ آپ نے فرمایا میں دیکھ کر کہہ رہا ہوں۔ اور صدیق اکبرؓ مجھ سے سن کر کہہ رہے ہیں۔ مجھ سے سن کر گواہی دے رہے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کی امت کا پہلا گواہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ

نبی اکرم ﷺ کی امت میں توحید کا پہلا گواہ سیدنا صدیق اکبرؓ ہیں باقی ساری امت ان کے بعد ہے تو یہ کلمہ لا الہ الا اللہ اپنی جگہ پر حق، دافع شرک، قاطع کفر موحد کا کلمہ، عاشقوں کی بولی اور محبت کا نغمہ ہے۔

صاحبان کمال یہ لکھتے ہیں کہ قلم نے جب عشق کا لفظ لکھا تو پہلا حرف عین لکھتے ہی قلم چر گیا۔ صحیح قیامت تک جب تک قلم چر اہونہ ہو اس وقت تک لکھتا ہی نہیں عشق کی خاصیت یہ ہے کہ یہ درمیان سے چیر کر رکھ دیتا ہے۔ قلم ہو یا جگر ہو کوئی پوچھنا چاہے تو بلال جبشی سے پوچھ لے یہ ہے صوفیاء کا اپنا معمول اور رب تک پہنچنے کا منشور۔

☆ اللہ تعالیٰ محبت والوں کی دعائیں رد نہیں فرماتا اس لئے کہ وہ جب بھی دعائیں مانگتے ہیں اللہ کی مخلوق کے لئے مانگتے ہیں اور یہی ان کی جلد ترقی کرنے کی وجہ بھی ہے۔

(نیریاں شریف، نومبر ۲۰۱۳ء)

### نمازِ جنازہ کے بعد دعا کی حکمت

انسان بے شک گنہگار ہی سہی مگر جب دوسرا کے لیے دعا مانگے وہ دعا اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں جب لوگ کسی کی نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں اور ان میں اکثر لوگ اس مرنے والے کی تعریف کر رہے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ یہ جاننے کے باوجود کہ یہ شخص اتنا اچھا نہیں ہے اس شخص کی مغفرت فرمادیتا ہے۔ یہ اس کی رحمت کا تقاضا ہے کہ ایک ہزار آدمی کی دعا رد کرنے کے بجائے بہتر ہے کہ ایک آدمی کی مغفرت کر دی جائے۔

### تصوف کے ساتھ وابستگی کا فائدہ

تصوف کے ساتھ وابستگی کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ تک رسائی کے لیے صوفیانہ معمولات اپنائے جائیں اسی جستجو کو طریقت کی دنیا کہتے ہیں۔ اپنے شیخ کی رہنمائی میں زندگی بسر کرنے سے دل کو ایک قوت ملتی ہے جو بندے کے لیے اللہ اور رسول کی بارگاہ تک رسائی کا وسیلہ بنتی ہے اسی قوت سے جب دل کا ساز بجنائزہ شروع ہو جائے اور دل روح کے تابع ہو کہ اللہ کی بندگی شروع کرے تو اس وقت محبوب کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ ورنہ یہ دل نفس کے تابع ہو کر پستی وزوال کا باعث

بنے والے کام شروع کر دیتا ہے۔ صوفیائے کرام کی صرف ایک ہی پریشانی ہوتی ہے کہ ہم سے ہمارا محبوب ناراض نہ ہو جائے۔  
(۲۵ نومبر ۲۰۱۳ء)

### صوفی وہ ہے جو ایک لمحے کے لیے غافل نہ ہو

تصوف نبی کریم ﷺ کے کرم کا نتیجہ ہے۔ اللہ رب العالمین نے اپنی بندگی کو نبی کریم ﷺ کی اداوں میں رکھا ہے۔ اس میں ایک حکمت یہ ہے کہ جو اللہ کو راضی کرے گا وہ بندگی کرے گا اور جو بندگی کرے گا وہ نبی ﷺ کی اداوں میں رہ کر کرے گا تو یوں اللہ کے محبوب کی ادائیں بھی سلامت رہیں گی اور بندگی بھی ہوتی رہے گی۔ مشہور ہے کہ صوفی وہ جس کو دیکھ کر اللہ یاد آئے یاد آنا اور یاد رہ جانا اور ہے انسان تھوڑا سادا ناپینا ہو تو وہ جس چیز کو تحسس کے ساتھ دیکھے گا اس کو خدا یاد آئے گا فرق صرف اتنا ہے کہ صوفی کو دیکھو تو بغیر تحسس کے خدا یاد آ جاتا ہے اور جو صاحب کمال درویش ہوتے ہیں ان کو دیکھتے ہی جو پہلا کلمہ زبان سے نکلتا ہے وہ، لا الہ الا اللہ، ہے اور جب صوفی کمال نظر سے دیکھے گا تو یہی کلمہ ہمیشہ یاد رہ جائے گا یہ ضروری نہیں کہ بڑی داڑھی والا صوفی ہوتا ہے بلکہ صوفی وہ ہوتا ہے جو ایک لمحے کے لیے رب کی یاد سے غافل نہ ہو۔  
(۳۰ نومبر ۲۰۱۳ء نبیر یاں شریف)

### بندہ ہمیشہ حسن کی تلاش میں رہتا ہے

ذکر وہی مقبول ہے جس میں مذکور کے سامنے عجز کا سلسلہ قائم رہے۔ اللہ سے بڑا کوئی نہیں اس لیے تکبیر اسی کی شان ہے اسی لیے اس نے اکبر کا لفظ اپنے لئے منتخب فرمایا ہے۔ بندہ ہمیشہ حسن کی تلاش میں رہتا ہے۔ اس لئے کہ بندے کی روح کے اندر حسن رکھا گیا ہے۔ حسن کی جنتجو بندے کو مغلوب و مصروف رکھتی ہے۔ حسن کی تعریف یہ ہے کہ نظر اٹھے تو وابس نہ آئے اللہ سے حسین کوئی نہیں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ وہ اتنا حسین ہے کہ اس کے حسن کو بیان کرنے والا لفظ ہی نہیں بننا اور اللہ

تعالیٰ کے بعد اگر کوئی حسین ہے تو وہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اسی لیے کسی عاشق نے کہا ہے کہ آپ کو دیکھنے کے لئے وہ آنکھ چاہیے جو کسی اور کوئندیکھے۔  
ذات تک پہنچنا ہو تو صفات کا تذکرہ کرو

صفات کا بار بار تذکرہ محبوب کی محبت و شفقت بھری زگاہ کو محب کی طرف پھیرتا ہے۔ پھر وہی توجہ عطیہ بن کر ذاکر کے لیے قرب کا وسیلہ بنتی ہے۔ محبوب کی محبت کسب سے بھی ہے اور عطیات سے بھی ہے مگر عطیہ چپ چاپ بیٹھنے سے نہیں ملتا۔ جب تک کوئی کام نہ کیا جائے اور وہ کام ہے ذکر محبوب۔ محبت مل جائے تو جدا یا ختم کر کے قرب عطا کرتی ہے اور اس مقام پر بیٹھنے والے بندے کا خیال بھی قوت رکھتا ہے۔

ایک صحابی نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یار رسول اللہ ﷺ میراگھر یہاں سے دور ہے اور راستے میں اندھرا بھی ہے آپ نے فرمایا یہ لاٹھی مجھے دو آپ نے لاٹھی کو خیال کی زبان سے کچھ فرمایا اور صحابی کو دے دی۔ نبی ﷺ کا خیال اور زبان اکٹھے کام کرتے ہیں۔ جب صحابی وہ چھڑی لے کر باہر نکلے تو وہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہی تھی یہ معجزات کرامات، عطیات سب باطنی قوتوں کے سلسلے ہیں۔ باطن صاف ہو تو کرم ہونے میں دیر نہیں لگتی۔

علم کا فیضان نبی ﷺ کی خیرات ہے

جو لوگ اپنے سینے میں ان کی یاد کے ساتھ ساتھ علم کے موئی رکھتے ہیں ان سے نکلنے والی کرنیں آنکھوں کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں اتر جاتی ہیں۔ انسان کے اندر ایک خزانہ ہے وہ جب باہر آنے لگے تو آنکھ کے ذریعے آتا ہے اور دوسرے کی طرف سے کوئی فیض آئے تو وہ بھی آنکھ کے ذریعے ہی دلوں میں منتقل ہوتا ہے گویا نگاہ ایک ایسی چیز ہے جو دونوں کو قریب رکھتی ہے اس رشتے کی لذت سے کان بے خبر رہتے ہیں۔ محبوب کی خرد دل کو پھر کا دیتی ہے۔ اور پھر دل کی کیفیت آنکھ بیان کرتی ہے دل نے جس کو

باہر پھینکنا ہو وہ اپناراستہ بنالیتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ جب دیگھی میں پانی ابلتا ہے تو برتن کے اوپر رکھے ڈھکن کے کناروں سے بھاپ باہر آتی ہے اور پھر پانی کا قطڑہ بن کر نیچے گرتی ہے اسی طرح یہ کان جب دل کو یار کی خبر دیتے ہیں تو محلتے دل سے نکلنے والی بھاپ کاراستہ آنکھیں ہیں دل سے اٹھنے والی بھاپ جب آنسو ہے کہ ٹپکتی ہے تو عشاں ان آنسوؤں کے اندر چھپی عبارت کو پڑھنا شروع کر دیتے ہیں معلوم ہوا پیار کے رابطے میں آنکھ بات کر لیتی ہے۔ یہ لینا بھی جانتی ہے اور دینا بھی جانتی ہے مگر یہ جو لیتی ہے وہ اپنے پاس نہیں رکھتی۔ اندر ایک مخزن ہے اس میں رکھ دیتی ہے۔ اسی لیے ربِ کریم نے فرمایا۔ ہم مکان نہیں دیکھتے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مکان ہم نے بنایا ہے اس کے اندر قبضہ کس کا ہے؟

قبضہ دو قسم کا ہوتا ہے

ایک وہ قبضہ جو قابض کو مالک سے دور لے جائے اور ایک قبضہ وہ ہے جو قابض کو قرب میں لے جا کر بٹھائے۔ اگر قبضہ غیر کا ہو تور حمت منہ پھیر لیتی ہے۔ اور اگر قبضہ حق کا ہو تو دروازے کھل جاتے ہیں اور قرب کا وقت آ جاتا ہے اور لینے دینے والی آنکھ بند ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ ہر ایک کو دیکھنے والی آنکھ اس مالک کے دیدار کی شایانِ شان نہیں ہے۔

برائے دیدن روئے تو چشم دیگر مباید  
ایں چشم کہ ممن دارم جمالتِ رانی شاید

کمال یہ ہے آنکھ روئی ہے اور دل کو دھوتی ہے جب دل اور آنکھ دونوں صاف ہو جائیں تو یہ ظاہری آنکھ کھلی ہو یا بند دیدار ہوتا رہتا ہے۔ اب دیوانے کی نظر اس حسن کو دیکھ رہی ہے جس سے بڑا کوئی حسن نہیں ہے اسی لیے جہاں والے اس کو اپنی طرف مائل نہیں کر سکتے۔ یہ عشق والفت کی دنیا کے لوگوں کی باتیں ہیں عاشقوں کا جہاں اور ہے ان کا مرنا جینا اور ہے اس لئے کہ یہ موت سے پہلے مر کر اس مقام تک

پہنچ ہیں۔ حضرت جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں میری بڑیاں قبر سے نکال کر سر راہ میں بچا دو سنہ ہے ادھر سے میرے یار کا گزر ہو گا۔ ان لوگوں کے بارے میں ہی فرمان خداوندی ہے:

﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدْوَةِ وَالْعَشِيِّ ﴾

صبر معمولی چیز نہیں ہے صبر کی دو اقسام ہیں۔ جواہر تصور، ایک مشہور کتاب ہے اس میں صبر کی پانچ اقسام کا ذکر ہے۔ ایک صبر مصیبت پر ہوتا ہے یہ عموم کا صبر ہے اس کو عام لوگ جانتے ہیں ایک صبر وہ ہے جس کے بارے میں رب کریم نے فرمایا۔ ﴿ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴾

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔،، ادھر حکم ہو رہا ہے بندے تو صبر کر میں تیرے ساتھ ہوں۔ صوفیاء کرام یہ فرماتے ہیں جب نفسانی خواہشات انسانی سوچ کا دائرہ تنگ کریں۔ گناہ بن سنور کر پاس آجائے کوئی روکنے والا بھی نہ ہو اس وقت جس شخص نے اللہ کے ڈر سے اپنے آپ کو بچا کر "واسبر نفسک" کے حکم پر عمل کر لیا اس شخص کے لیے اللہ کا فرمان ہے۔ ﴿ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴾ اس مرحلے پر اگر آپ کے اندر گناہ سے بچنے کی قوت نہیں ہے تو ان لوگوں کے پاس جا کر دیکھو جو دن رات ذکر کی متبویں میں ڈوبے رہتے ہیں۔

﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدْوَةِ وَالْعَشِيِّ ﴾

اس لیے حضرت خاقانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

پس از سی سال محقق شد خاقانی

کہ یکدم با خدا بودن بے ازمک سلیمانی

تیس سال کے بعد خاقانی اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ ایک گھنٹہ خدا کے ساتھ گزارنا حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت سے بہتر ہے جس نے اپنے نفس کو گناہ سے روک لیا اور کسی مے خانے کے ساتھ یاری لگائی وہی کامیاب رہا۔ حضرت مجدد سرہندی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یکدم دشمن کو مار دینا بھی اچھا کام

نہیں آہستہ آہستہ اس کے مارنے کا عمل بھی جاری رکھوں طرح دشمن بھی مر جائے گا اور آپ کا جہاد بھی جاری رہے گا۔ جوں جوں نفس مرتا جائے گا گناہوں کی جگہ نیکیاں آپ کے پاس آتی رہیں گی۔ اور ایمان میں کمال حاصل ہوتا رہے گا۔  
 (جنوری ۲۰۱۳ء دربار نیریاں شریف)

☆ انسان جس وقت اپنا سرز میں پر کھتا ہے اس وقت عاجزی کی انتہا پر ہوتا ہے۔  
 ولجسمک علیک حق

اور تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے۔

حضور بابا جی صاحب خواجہ محمد قاسم صادق مولہ زویٰ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں اس بات کا قائل نہیں ہوں کہ رات بھر سردی میں ٹھہر تے رہو اور بھوکے بیٹھ کر اللہ اللہ کرو اس حال میں تو ویسے بھی نہیں نہیں آتی۔ یہ عبادت تمہاری مجبوری ہے اس میں تمہارا کیا کمال ہے؟ تمہارا کمال یہ ہے کہ خوب غذا کھاؤ اور گرم بستر میں بیٹھ کر اس طرح عبادت کرو کہ او نگہ تک نہ آئے۔ پیٹ میں درد ہو تو بندہ سونا چاہے تب بھی نہیں سو سکتا۔ مجبوری کا جا گنا اور ہے محبت کا جا گنا اور ہے دیکھنا یہ ہے کہ درد محبوب کس کس کو نہیں سونے دیتا۔ بھوکے بیٹھ کر بندگی نہیں ہوتی اس لئے کہ "ولجسمک علیک حق" تمہارے جسم کے بھی تم پر کچھ حقوق ہیں۔

پاکیزہ عمل عشق نبی کا محتاج ہے

اس میں شک نہیں کہ نیکیاں ایمان والوں کے لئے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ ایمان سب کے پاس ہے نیکیاں سب کے پاس کیوں نہیں ہیں؟ اور دوسرا بات یہ کہ مجلس میں سب ہی نیک ہیں تمہاریوں کی اصل نیکی کہاں گئی؟ ایمان میں کمی نہیں آئی نیکی میں کمی کیوں ہے؟

اس کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ نیکی نیت کی محتاج ہے نیت خلوص کی محتاج ہے خلوص ایمان کا محتاج ہے ایمان عشق نبی کا محتاج ہے عشق نگاہ مصطفیٰ کا محتاج ہے تو گویا جس کو نگاہ مصطفیٰ میں اس کو عشق ملا اس کو

ایمان ملا۔ جس کو ایمان ملا اس کو اخلاص ملا۔ جس کو اخلاص ملا اس کو سچی نیت ملی اس کو پاکیزہ عمل ملا۔ معلوم ہوا جہاں عشق محبت اور اخلاص کی کمزوری ہے وہاں ایمان تو ہے مگر نیکی نہیں ہے اور جہاں یہ تینوں موجود ہیں وہاں نیکیوں کے سوا کچھ نہیں اور عشق وہاں ہوتا ہے جہاں محب محبوب پر قربان ہو جائے اسی لئے رب العالمین فرماتا ہے۔

﴿يُرِيدُونَ وَجْهَهُ﴾

زنہار زبیابان جامیاء کہ ایں را بے نہایت  
اگر عشق کے راستے پر چلتا چاہتے ہو تو سمنحل کر چنانہ کہ اس کی انتہاء کا کوئی علم نہیں ہے۔ (راولپنڈی آستانہ عالیہ جنوری ۲۰۱۳ء)

دروازہ بند کرو اور روشن دان کھولو

جناب رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں دروازہ بند کرو اور روشن دان کھولو یعنی دنیا کی خواہشات اور خیالات کا دروازہ بند کرو اور روشن دان یعنی دل کا دروازہ کھولو جہاں سے ساری توجہ اپنے مالک کی طرف رہے۔ دروازہ کھولو گے تو دنیا کی ہر چیز اندر آئے گی اور روشن دان سے خود نکلو گے تو اپر ہی جاؤ گے اور دیکھنا چاہو گے تو دنیا کے بجائے دنیا کے مالک کو ہی دیکھو گے۔

(دربار نیریاں شریف)

### شیخ کی ناراٹگی

جس طرح تختی پر کوئی عبارت لکھتا چاہے تو پہلے سے لکھی ہوئی عبارت کو مٹا دیتے ہیں اس لئے کہ اس پر نئی عبارت لکھنی ہے اسی طرح پیر کامل دل کی تختی پر پہلے سے لکھی ہوئی عبارتیں صاف کرتے ہیں اور اس پر ایک کا عدد لکھ دیتے ہیں۔ اب جو بھی صاحب نظر اس کو دیکھے گا اس کے ساتھ ایک صفر کا اضافہ کرتا جائے گا یوں اس دل کی قیمت بڑھتی جائے گی۔ شرط یہ ہے کہ اس مرید نے دل پر لکھے ہوئے ایک

کے عدد کو سنبھال کر رکھا ہو۔ اس لئے کہ صفر کی حیثیت اس ایک کی وجہ سے ہے اگر ایک کا عدد سلامت ہے تو جتنے صفر بڑھیں گے اتنی قیمت بڑھتی جائے گی اور اگر شخ ناراض ہو جائے اور اپنا ایک کا عدد اٹھائے تو سارے صفر خود بخوبی قیمت ہو جائیں گے۔ معلوم ہوا جس کا اپنا بیر ناراض ہوا سارے جہان کے پیر راضی ہوں تب بھی وہ بے فیض ہی رہے گا۔

(راولپنڈی آستانہ عالیہ)

### چشتی فیض کا واقعہ

مذینہ شریف حرم پاک میں ایک بزرگ مجھے مل اور کہنے لگے آپ کے پاس بہت نسبتیں ہیں مگر چشتی نسبت نہیں ہے میں نے کہا چشتی ذوق تو ہے مگر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟ کہنے لگے چشتی ہو جاؤ میں نے کہا کوئی اچھا سبندہ بتائیں جس کے پاس تیر کمان ہو اور اس کا تیر نشان سے خطانہ ہو کہنے لگے مجھے حکم ہوا ہے کہ آپ کو پیغام پہنچا دوں۔ اس کے بعد جنہوں نے حکم دیا ہے وہ خود آپ کو بتادیں گے یہ کہہ کر بزرگ چلے گئے بات میرے ذہن سے نکل گئی ایک دفعہ ہانگ کانگ میں پاکستان کے سفیر نے دو تین خطابات کے لیے دعوت دی۔ میرے ساتھ کراچی والے خلیفہ پیر عبدالجید صاحب بھی تھے۔ میں فخر کی نماز کے بعد اپنے معمولات پورے کر کے تھوڑی دیر کے لیے سو گلی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دہلی میں ہوں وہاں کسی کے قدموں کے نشان لگے ہیں کسی نے بتایا کہ یہ خواجہ نظام الدین دہلوی علیہ الرحمة کے قدموں کے نشانات ہیں۔ میں ان نشانات کی راہنمائی میں ان کی بارگاہ تک پہنچ گیا۔ چند مخصوص لوگوں کی مجلس لگی تھی سب گول دائرے میں بیٹھے تھے ایک شخصیت پر میری نظر پڑی تو میں نے دل میں سوچا کہ یہی محظوظ ہیں۔ میری طرف دیکھ کر فرمانے لگے۔ بہت انتظار کروایا ہے ان کے سامنے ایک آدمی کی جگہ خالی تھی۔ اس طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ جگہ آپ کے لیے ہے بیٹھیں۔ میں نے سوچا یہاں بیٹھنے سے بے ادب نہ ہو جائے فرمانے لگے۔ مدینہ شریف میں ایک آدمی نے آپ کو جو

پیغام دیا تھا وہ میں نے ہی بھیجا تھا۔ اس مجلس کے درمیان میں ایک چاندی کا تھال پڑا تھا۔ سب اس کو اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ میری طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ اٹھاؤ۔ میں نے پوری قوت سے اٹھایا تو سینے تک لے گیا۔ آپ نے فرمایا۔ بس اتنا ہی اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اس طرح چشتی سلسلے میں محبوب الہی خواجہ نظام الدین دہلوی علیہ الرحمۃ میرے شیخ و مرتبی ہیں۔ میں قادری بھی ہوں اور چشتی اور نقشبندی بھی میر اغلب سلسلہ نقشبندی مجددی ہے۔

(دربار نیبیاں شریف جنوری ۲۰۱۳ء)

### سحری کے وقت جانگئے کا نجع

راہ سلوک کے مسافروں کو سحری کے وقت پابندی سے جا گنا چاہیے جن لوگوں کو بروقت جانگئے میں وقت ہو وہ یہ آیت مقدسہ پڑھ کر اپنے سینے پر دم کریں۔ جو وقت آپ مقرر کریں گے اسی وقت آنکھ کھل جائے گی۔ ﴿اَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلْحَاتِ كَانُوا جَنَّتُ الْفَرْدَوسِ نَزِلاً﴾ (سورہ کہف)

نوافل قرب کا ذریعہ ہیں فرائض کیوں نہیں؟

اللہ رب العالمین نے درجات کی بلندی کو فرائض کے ساتھ نہیں بلکہ نوافل کے ساتھ جوڑ دیا ہے اس لئے کہ فرض تو بندے پر قرض ہیں قرض بروقت ادا کر دیا جائے تو صرف اعتماد بحال ہوتا ہے کمال حاصل نہیں ہوتا۔ "لَا يَتَقْرَبُ إِلَى الْعَبْدِ إِلَّا بِالنَّوَافِلِ"

نوافل کے ذریعے ہی بندہ قرب حاصل کرتا ہے اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ فرائض اور فرائض کے اندر سجدے گئے چنے ہیں اس میں آپ کمی کر سکتے ہیں نہ اضافہ۔ جبکہ نوافل میں سجدوں کی حد نہیں ہے آپ جتنا زیادہ کرنا چاہیں کر سکتے ہیں جتنے نفل زیادہ ہوں گے اتنے ہی سجدے زیادہ ہوں گے سجدہ اللہ

تعالیٰ کی محبوب ترین بندگی ہے۔ اور یہی بندے کو رب کے قریب کرتا ہے۔ جتنے سجدے زیادہ اتنا ہی  
قرب زیادہ۔ یہی وجہ ہے کہ نوافل قرب کا ذریعہ ہیں فراکض نہیں۔

(۳ فروری ۲۰۱۳ء نیزیاب شریف)

**کون سامنازی یہیک وقت نمازی بھی ہے اور غازی بھی؟**

جونمازی اپنی نماز کے دوران اپنے خیالات کو قابو کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ ایک ہی وقت میں مجاہد بھی  
ہے اور نمازی بھی۔ اس لیے کہ حالت نماز میں وہ خیالات کے ساتھ بھی جنگ کر رہا ہے جوں ہی اس کا  
خیال دائیں بائیں جاتا ہے وہ اس کو قابو کر کے کعبے شریف کی طرف متوجہ کر رہا ہے یہ جہاد صوفیاء کی  
زندگی میں اہم کردار ادا کرتا ہے صوفی جس کی بارگاہ میں کھڑے ہوتے ہیں خیال بھی اسی کی طرف رکھتے  
ہیں۔ اور جو جس کے ساتھ رہے وہ اگر اس جیسا نہیں توبہ کریم اس نسبت کی برکت سے ساتھ رہنے  
والے کو بھی ویسا ہی کر دیتا ہے۔

**مزارات پر حاضری مسائل کے حل کا ذریعہ ہے**

المرء مع من احباب: جو جس کے ساتھ پیار کرے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اسی کے ساتھ اٹھائے  
گا۔ اولیائے کرام کے مزارات پر جایا کریں اور جب کسی ولی اللہ کے مزار پر جائیں تو تھوڑی دیر کے لیے  
ان کی طرف متوجہ ہو کر ان کی خدمت میں کچھ پڑھ کر پیش کریں اور اپنے لئے دعا کریں۔ عام قبرستان  
سے گزرتے وقت ان کے لیے ضرور فاتحہ پڑھیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے جب کسی مسئلے میں مشکل پیش آتی ہے تو میں حضرت امام اعظمؐ کے مزار  
پر حاضر ہو کر ان کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تو وہ مسئلہ فوری حل ہو جاتا ہے سواس بناء پر آپ لوگ اہل  
اللہ کے مزارات پر جا کر پہلے فاتحہ پڑھیں اس کے بعد ان کے وسیلہ سے اللہ بارگاہ میں حاجت پیش  
کریں۔

## دروود شریف کا ورد

فرض نماز کے بعد مومن کے لیے سب سے بڑا کام درود شریف کا ورد ہے۔ اس کی دو حالتیں ہیں ایک حالت یہ ہے کہ درود پڑھنے والا صرف الفاظ ادا کر رہا ہے اس کے دل و دماغ میں اس ذات کا تصور نہیں ہے جس ذات اقدس پر درود پڑھا جا رہا ہے یہ عام آدمی کی کیفیت ہے اگر تلفظ صحیح ہے تو یہ فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے دوسری حالت یہ ہے کہ جس ذات پر درود پڑھا جا رہا ہے درود پڑھنے والا اپنے آپ کو ان کے قدموں میں بیٹھا ہوا محسوس کرے۔ یہ محبت والوں کا درود ہے۔ اور یہ محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ محبت والوں کو نبی ﷺ خود جواب عطا فرماتے ہیں اور عدم توجہ والوں کو صرف ثواب دے دیا جاتا ہے۔

(جون ۲۰۱۳ء نیریاں شریف)

﴿قَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيِ الشَّكُور﴾ (آلیت)

☆

اور میرے شکر گزار بندے بہت ہی تھوڑے ہیں۔

☆ عرس سے غیر حاضری مرید باعقیدت کے لیے غیر مفید ہوتی ہے

☆

(ایک خط کا اقتباس)

کہا تھا نا! رب کریم اپنے محبوب کی کسی ادا کو چاہے وہ زندگی میں ایک ہی بار عمل میں آئی ہو اس کو ڈوبنے نہیں دیتا۔ اس حکمت کو سمجھو ہر ادا نے نبی کو زندہ رکھنے کے لیے کوئی نہ کوئی جماعت ہر دور میں موجود رہے گی البتہ عقیدے کو سلامت رکھنا یہ اور بات ہے۔

حضور قبلہ عالم خواجہ غلام مجی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا اندماز تلقین (ایک جملہ)

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی کسی کو یوں نہیں فرمایا کہ اٹھو نماز پڑھو بلکہ آپ یوں فرماتے ساتھیو! نماز کا وقت ہو گیا ہے میں نماز نہ پڑھ لوں؟ ذرا غور کریں کون ہو گا جو اس مجلس میں ہو اور کہے کہ آپ پڑھ لیں اور میں نہیں پڑھوں گا؟ آپ نے کبھی کسی گناہ گار کو مخاطب کر کے یوں نہیں فرمایا کہ تمہیں یہ

جرائم نہیں کرنا چاہیے بلکہ اگر ایسا شخص دائیں طرف بیٹھا ہو تو آپ بائیں جانب والوں کو مخاطب کر کے فرماتے! اللہ کے نزدیک اس بات کے بارے میں یہ حکم ہے اور اس جرم کی یہ سزا ہے اللہ نہ کرے ہمارے ساتھیوں میں کسی کی یہ عادت ہو۔ توہہ واستغفار پر زور دینا چاہیے۔ اور اس قسم کے گناہوں سے بچتے رہنے کی دعا مانگنی چاہیے۔ نتیجًا ایسا شخص ہمیشہ کے لیے تائب ہو جاتا ہے کبھی کسی کو یہ نہیں فرمایا کہ داڑھی رکھو بلکہ جس کو داڑھی کا حکم دینا ہوتا اس کے چہرے پر ہاتھ پھیر دیتے۔ اس کے بعد کسی کی ہمت نہ ہوتی کہ وہ داڑھی منڈوائے گویا احترام آدمیت کا صوفیانہ معمول حضور قبلہ عالم<sup>ؐ</sup> کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھا۔

ایک اور مجلس میں آپ نے فرمایا: جس کے چہرے پر حضور قبلہ عالم نے شفقت سے ہاتھ پھیرا اس نے کبھی داڑھی نہیں منڈائی صوفی اپنی واردات کا طریقہ خود جانتا ہے۔ ایک آدمی میری موجودگی میں دربار شریف آیا اور اس نے دس روپے نیاز پیش کی۔ حضور قبلہ عالم<sup>ؐ</sup> نے وہ پیسے اپنی جائے نماز کے نیچے رکھ دیے حالانکہ آپ کا معمول یہ تھا کہ لنگر کی جو رقم ہوتی اس کو جیب میں رکھتے اور دن بھر کی رقم لکڑی آٹا گھی دال وغیرہ لنگر کے سامان کے لیے دکانداروں اور لاٹنگریوں کے حوالے کر دیتے اور رات بعد نماز عشاء اپنے کمرے میں تشریف لے جانے سے پہلے اپنی تمام جیسیں خالی کر جاتے میں نے ایک دفعہ عرض کیا کہ تھوڑی رقم جیب میں رہنے دیا کریں تو آپ ارشاد فرماتے کہ جو جمع کرتے ہیں وہ اپنے معاملات کے خود ذمہ دار ہوتے ہیں اور جو اس کے نام پر خرچ کرتے ہیں وہ بوقت ضرورت ان کی کفالت کرتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص جس نے دس روپے دیے تھے وہ واپس آیا اور کہنے لگا کہ حضرت میں غلطی سے آپ کو دس روپے دے گیا ہوں میرے پاس اس کے علاوہ اور پیسے نہیں ہیں آپ نے فرمایا میں نے اسی لیے تمہاری رقم علیحدہ رکھ دی تھی۔ میں نے دیکھ لیا تھا کہ یہ رقم لنگر کی نہیں ہے۔ اور تمہارے واپس آنے تک ان کی حفاظت کے لیے یہاں بیٹھا ہوں۔ ایک دفعہ آپ مسجد کے صحن میں تشریف فرماتے

سردیوں کے دن تھے۔ آپ موسم سرما میں بعد نماز عصر مسجد کے حصہ میں دھوپ میں بیٹھا کرتے تھے آپ نے ایک آدمی پر نگاہ ڈالی اس کے جبابات اٹھ لئے گئے۔ اس نے شور مچایا اور کہا وہ فلاں مقام پر مجھے خزانہ نظر آ رہا ہے فلاں جگہ دفن ہے میں نکال کر لانا چاہتا ہوں تاکہ لنگر کی ضروریات پوری ہوں اور قرضہ اتاروں آپ نے صرف انگلی کے اشارہ سے فرمایا۔، چپ، یہ مجھے بھی نظر آتے ہیں اس کی باطن کی نگاہ کو سلب کر لیا اور فرمایا ہر معاملے میں اللہ کی رضا پیش نظر رکھنا اسی ذات پر کامل بھروسہ رکھنا درویش کی صفت ہوتی ہے۔ آپ غربت اور تکالیف سے نہ گھبرائیں اس کی منشاء کا انتظار کریں۔

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ ایک دفعہ چند درویشوں کے ساتھ سفر میں گئے ایک جنگل میں رات کا وقت ہو گیا اور ایک پہاڑ کے دامن میں بیٹھ کر اللہ کے ذکر میں مشغول ہو گئے۔ سحری کا وقت تھا۔ کہ سیاہ بادلوں نے سارے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ گرج چمک کے ساتھ بکلی بکلی بارش شروع ہو گئی اور جہاں درویشوں نے قیام کیا اور دگر سے سارا پانی اسی جگہ جمع ہونا شروع ہو گیا میاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ابتدائی دور تھا۔ ابھی اتنی پچنگی بھی نہیں تھی آپ نے دل میں خیال کیا کہ یہاں پانی جمع ہو رہا ہے پتہ نہیں ہمارا کیا حشر ہو گا۔ انہوں نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے التجاء کی کہ الہی ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا فرم۔ اسی دعا کے فوراً بعد پانی اس جگہ سے اُترنا شروع ہو گیا۔ درویشوں کی اس جماعت میں جو بزرگ تھے انہوں نے فرمایا۔ ساتھیو! مجھے لگتا ہے ہماری جماعت کے اندر کوئی ایسا شخص ہے جس نے صبر کا دامن چھوڑ دیا۔ سب نے حضرت میاں میر علیہ الرحمۃ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ہمیں لگتا ہے کہ اس نووار دنپے سے یہ قصور سرزد ہوا ہے۔

پانی جمع ہوتے ہوتے کمر تک پہنچ گیا تھا اس درویش نے کہا کہ تم لوگ جس کے نام پر بیٹھے ہو آخر وہ بھی تو دیکھ رہا ہے وہ ہماری حالت سے بے خبر نہیں ہے تم انتظار تو کرو کہ اس کی رضا کیا ہے؟

میاں میر رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تم جاؤ تم ہماری سنگت کے قابل نہیں ہو۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشنڈ ..... بخشنڈہ کرم

(بمقام کر جائی کھوئی رٹہ: ۱۹۸۱ء)

### اقوالِ زریں

☆ ہر فرد کو اپنی مرضی کے مطابق دلدار (یعنی محبوب) کے انتخاب کا حق حاصل ہے۔

خدا کرے راہنمابا وفاوبے ریاء ہو۔

(ایک خط کا اقتباس)

☆ قلب وروح کی تقویت کے لیے جو محفل منعقد ہوتی ہیں ان میں شرکت بلند بختی و سعادتمندی ہے۔

(ایک خط کا اقتباس)

☆ دل اندر زلفِ لیلی بند در کار از عقلِ مجنون کن

کہ عاشق رازیاں دارد مقالاتِ خردمندی

(ایک خط کا اقتباس)

☆ خشک عبادت، خشک زندگی کا میں قائل نہیں۔ ہمیشہ اسی ایک وحدہ لاشریک سے گرفتار رہنا بندگی کا درجہ اتم ہے۔ (ایک خط کا اقتباس)

☆ دین کیا ہے؟ دینِ محبت، احسان، خلق اور خدمت خلق کا نام ہے۔

☆ طریقتِ حالِ مصطفیٰ کی ایک جملک ہے اور کمال طریقت فنا فی الرسول کا نام ہے۔

خاک در حبیب کی عظمت نہ پوچھئے

ہر ذرہ آفتاب ہے میری نگاہ میں

(ایک خط کا اقتباس)

دل اس کے عشق میں کھویا تو پائی دل کی مراد

سر اس کے در پر جھکا یا تو کامیاب ہوئے

(ایک خط کا اقتباس)

☆ ہروہ فعل جس میں رضاۓ خداوندی کا فرما ہو وہ اپنی تکمیل میں کافی آسانیاں پہاڑ رکھتا ہے

مگر اس کے لیے تو کل و خلوص شرط ہے۔

☆ "مخلصین کی تسکین و شاد کامی اور رجوع الی اللہ کی تکمیل تحریر سے نہیں بلکہ ایمانی و روحانی قوت ہوتی ہے۔"

☆ زندگی کی تکمیل عشق سے ہوتی ہے جسے یہ دولتِ زوال میسر ہو جائے وہ رموز حیات سے آگاہ ہو جاتا ہے۔

☆ کو تاہی دست کا عارضہ لا حق ہو جائے تو فکر کی زنجیر سے کام لینا چاہیے۔

☆ دنیاۓ دوں کا چکر مومن کو منزل حق سے دور لے جاتا ہے۔

☆ (حقانیت اسلام کی بنیاد تکالیف سے ہوتی ہے)

(ابتداء)

☆ بندہ اپنے مالک کی مرضی و منشاء کے مطابق زندگی کے سانس گزارنے میں کامیاب ہو تو جینے کا مزہ،

ورنہ عبث گرفت ہے۔

(ایک خط کا اقتباس)

☆ عقیدت والفت و ظیفہ تصور شیخ لازمہ عروج طریقت ہے۔ (ایک خط کا اقتباس)

☆ جو دولت سجدوں کی اضافت کم اور عشق رسول کا جذبہ ٹھنڈا کرے ایسی دولت کو دولت نہیں  
فضل خدا کہتے ہیں۔  
(مانا نوالا ضلع شیخوپورہ)

☆ طریقت میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے تصور شیخ کے بغیر انتہائی دشواریوں کا سامنا کرنا  
پڑتا ہے۔ (ایک خط کا اقتباس)

☆ درود پاک کی کثرت کرواس لئے کہ یہ ذکر خدا بھی ہے اور ذکر مصطفیٰ بھی ہے۔  
☆ جب خداوند کریم کرم فرماتا ہے تو اس وقت اپنے مقبولین کی غلامی، ہمیشہ وہ را ہی عطا فرمائے  
قرب کی راہیں بتایا کرتا ہے۔  
(ایک خط کا اقتباس)

ابھی تحریر کا سر جاری ہے۔ تیسرا جلد کا انتظار فرمائیں جس میں دربارِ نیریاں شریف کی مختصر تاریخ اور  
حضور قبلہ عالم خواجہ غلام مجید الدین غزنوی علیہ کی مختصر سوانح حیات اور منازل سلوک کے ذکر کے علاوہ  
آپ کی جہاد کشمیر اور تبلیغی خدمات اور میرے شیخ پیر علاء الدین صدیقی علیہ الرحمۃ کی سوانح حیات اور  
کارہائے نمایاں کا ذکر کر شامل ہو گا۔

اہل علم حضرات اس کتاب میں پائی جانے والی غلطیوں کی تحریری طور پر نشاندہ فرمائیں تاکہ آئندہ  
ایڈیشن میں ان کی تصحیح کر دی جائے۔

احقر العباد  
محمد انیس صدیقی

## ذکر جلی اور ذکر خفی پر حضور شیخ عالم کی قرآن و حدیث، اکابرین امت کے بیانات کی روشنی میں علمی تحقیق

تحریر: حضور شیخ العالم پیر علاء الدین صدیقی صاحب

ذکر اللہ کا ثبوت قرآن و حدیث کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ذکر اللہ اشرف العبادات ہے تمام عبادات اختتم دنیا پر ختم ہو جائیں گی۔ صرف ذکر اللہ باقی رہے گا۔

حضرت شہاب الدین احمد بن حجر السقلانی نے اپنی معروف تصنیف میں ارشاد فرمایا۔

"ان اہل الجنۃ مداومون علی الذکر فیہا لان سائر العبادات تنقضی بانتقضاء الدنيا الا ذکر اللہ تعالیٰ فانه لا ینقضی بل هو مستمر علی المؤمنین فی الدنيا والآخرہ جعلنا اللہ من الذاکرین الفائزین الفرحین المطمئنین الذي لا خوف عليهم ولا هم يحزنون" (جامع الانوار فی الدیتیة والاذکار)

ترجمہ: اہل جنت ہمیشہ ذکر میں مشغول رہیں گے اس لئے کہ تمام عبادات دنیا کے ختم ہونے پر ہی ختم ہو جائے گی۔ بغیر ذکر کے یہ ختم نہ ہو گا بلکہ دنیا و آخرت میں مومنین اس میں مشغول رہیں گے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان ذاکرین اور فائزین اور مطمئن و خوش رہنے والی جماعت میں شامل فرمائے جو لا خوف علیہم ولا حشم یحزنون کی شان والی ہے۔ حضرت علامہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ اسماء عنوان پر طویل کلام فرمانے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ اہل جنت کو الہام کیا جائے گا ذکر و تسبیح کو لذت کے لیے مسلسل پڑھتے رہیں گے جیسے کسی کو شدت پیاس کی بیماری ہو تو اسے ٹھنڈا اپانی لذت دیتا ہے۔ یونہی ذاکرین لذت حاصل کرنے کے لیے ذکر دا گئی طور پر کرتے رہیں گے نہ لذت پوری ہو گی اور نہ ہی ذکر ختم ہو گا۔

حضرت علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اسرار التنزیل میں فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز تمام عبادات ختم کر دی جائیں گی البتہ ذکر و حمد سے مومنین کو نہ روکا جائے گا۔ ذکر و حمد کو کیسے ختم کیا جاسکتا ہے جبکہ قرآن مجید اس پر گواہی دے رہا ہے بقولہ تعالیٰ

حکایتہ علی المؤمنین فی الجنة الحمد لله الذى اذهب عننا الحزن و قالوا الحمد لله الذى صدقنا وعدہ وقال دعواهم سبحانک اللهم و تحیتهم فیها سلام (الآلیة) خبیث انہم یواظیبون علی الحمد والمواظبة علی الحمد فی مواظبة علی الذکر فعلمتنا من هذا ان جمعی العبادات زائلة عن ابل الجنة الا طاعته الذکر۔

ترجمہ: اہل جنت پکار کر کہیں گے۔ حمد ہے اس ذات کے لیے جس نے ہم سے غم دور کیا اور مومن کہیں گے حمد ہے اس کے لیے جس نے اپنا وعدہ پورا فرمایا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ مومنین جنت میں حمد کرتے ہی رہیں گے۔ حمد پر دوام کرنا ذکر پر مواظبت و دوام ہے معلوم ہوا اہل جنت سے تمام عبادات کو زائل کر دیا جائے گا۔ سوائے عبادت ذکر کے۔

حضرت فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔ کہ بعض مفسرین کہتے ہیں دعواهم فیها سبحانک اللہم یہ آیت کریمہ اہل جنت اور ان کے لیے طعام پر مامور خدام کے درمیان ایک علامت ہے۔ جب اہل جنت طعام کا ارادہ کریں گے تو سبحانک اللہم کہیں گے تو خدام اسی وقت ان کی خواہش کے مطابق طعام دستر خوان پر حاضر کریں گے اہل جنت کے دستر خوان کے ستر ہزار حصے ہوں گے ہر حصہ میں مختلف کھانے ہوں گے جو ایک دوسرے کے مشابہ نہ ہوں گے۔ جب دستر خوان سے فارغ ہوں گے تو اللہ کی حمد کریں گے یہ حمد کرنا دوام ذکر کی دلیل ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ:

- ۱۔ ذکر سعادت دارین ہے۔
- ۲۔ شیطان کو بچانے کی قوت ہے۔
- ۳۔ رب تعالیٰ کی ہبہ اور اللہ تعالیٰ سے قرب و اناہت کی دلیل ہے۔

- ۳۔ ذکر سے مغفرت کا دروازہ کھلتا ہے۔
- ۴۔ بندے کو رب تعالیٰ کے حضور با وقار کرتا ہے۔
- ۵۔ دلوں کو زندگی بخشتا ہے جس طرح بارش سے فصل کو زندگی ملتی ہے۔
- ۶۔ ذکر روح کی غذا اور دل کا نور ہے۔
- ۷۔ ذکر فکر کو منور کرتا ہے۔
- ۸۔ بندے کو رب تعالیٰ کے درمیان وحشت کو ختم کرتا ہے۔
- ۹۔ حمد اور ذکر قرب الہی کا سامان ہے۔
- ۱۰۔ سکون وطمأنیت کے نزول کا ذریعہ ہے۔
- ۱۱۔ فرشتوں کی معیت اور ان کے پروں میں ڈھانپے جانے کا وسیلہ ہے۔
- ۱۲۔ ذکر غیبت، کذب اور ہر باطل کو روکنے والا ہے۔
- ۱۳۔ ذاکرین کا ہم جلیں شفاوت سے محفوظ ہے۔
- ۱۴۔ اہل ذکر کی محفل قیامت میں حسرت و محرومی سے محفوظ رکھے گی۔
- ۱۵۔ ذکر آنسوؤں کے ساتھ ہو تو قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ذاکر کو قیام حاصل ہو گا۔
- ۱۶۔ ذاکرین کو عام سائکلین سے زیادہ اور وافر حصہ ملے گا۔
- ۱۷۔ ذکر قبر و حشر کا نور ہے۔
- ۱۸۔ ذکر ولایت کا منشور ہے۔
- ۱۹۔ ذکر عبد کو عروج بخشتا ہے۔
- ۲۰۔ ذکر دنیا کے جذبات کو سرد کر کے قیامت کی تیاری کے لیے بیدار کرتا ہے۔
- ۲۱۔ ذکر عرفان و ولایت کی بنیاد ہے۔
- ۲۲۔

- ۲۳۔ ذکر دافع شقاویت ہے۔
- ۲۴۔ ذکر دلوں کے امراض کا معانج ہے۔
- ۲۵۔ ذکر دافع نقم و مصیبت ہے۔
- ۲۶۔ ذکر جالب نعمت و عظمت ہے۔
- ۲۷۔ ذکر ریاض جنت ہے۔
- ۲۸۔ ذکر تمام اعمال صالحہ کا مجموعہ ہے۔
- ۲۹۔ ذکر رحمتوں کے نزول و خزانوں کی کنجی ہے۔
- ۳۰۔ ذکر اشغال باطلہ اور اعمال قبیحہ کو قطع کرنے کے لیے مضبوط تلوار ہے۔
- ۳۱۔ ذکر کمال بندگی ہے۔
- ۳۲۔ ذکر ذاکرین اور جہنم کامیابیں ایک دیوار ہے۔
- ۳۳۔ ذکر فضول و حرام کی تمام اجزاء کا دافع ہے۔
- ۳۴۔ ذکر سے ملائکہ ذاکرین کے لیے استغفار کرتے ہیں۔
- ۳۵۔ ذکر سے زمین پر قطعات و پہاڑ ذاکرین کی رفتار سے خوشیاں مناتے اور بشارت دیتے ہیں۔
- ۳۶۔ ذکر کی لذت تمام مشروبات و مطعومات پر غالب ہے۔
- ۳۷۔ ذکر کا چہرہ اور دنیا میں منور اور آخرت میں تازگی اور چاند سے زیادہ ذاکر روشنی والا ہو گا۔
- ۳۸۔ ذاکر مر کر بھی زندہ ہے جبکہ غافل زندہ ہوتے ہوئے بھی مردہ ہے۔
- ۳۹۔ ذاکر کو عند الموت پیاس کی تکلیف نہ ہو گی۔
- ۴۰۔ ذکر ابدی طہانیت فراہم کرتا ہے۔
- ۴۱۔ ذکر دنیا میں نور و عزت اور آخرت میں وجاہت و مغفرت کا موجب ہے۔

- ۳۲۔ ذکر جان کی تدرستی، ایمان کی سلامتی، دو جہاں میں امن و سعادتمندی کا خزانہ ہے۔
- ۳۳۔ ذکر دل کی تطہیر، نفس کی تغیر، سیرت کی تعمیر ہے۔
- ۳۴۔ ذکر نور کی برساتِ نزول برکات حصول حنات جامع خیرات اور دافع سینات ہے۔
- ۳۵۔ ذکر محبت کی دلیل ہے۔
- ۳۶۔ ذکر طالب حق کا کفیل ہے۔
- ۳۷۔ ذکر دشتِ هجر میں راہنمائے وصال ہے۔
- ۳۸۔ ذکر درمُحْبَّوب پر دستک ہے۔
- ۳۹۔ ذکر صداقتوں کا امین ہے۔
- ۴۰۔ ذکر جلوؤں کا امین ہے۔
- ۴۱۔ ذکر پر توجہ کی جتنی ہے۔
- ۴۲۔ ذکر وصلِ محبوب کی آرزو ہے۔
- ۴۳۔ ذکر جلوہِ حسن یار کو بے نقاب کرنے کی تدبیر ہے۔
- ۴۴۔ ذکر خلوت میں جلوت کی بہارِ لوتی کی التجاء ہے۔
- ۴۵۔ ذکر جذب و مستی کا اظہار ہے۔
- ۴۶۔ ذکر دردمند عشق کی پکار ہے۔
- ۴۷۔ ذکر صحرائے طلب میں نوید و صل ہے۔
- ۴۸۔ ذکر زادکروند کو رکھنے کی بچپان ہے۔
- ۴۹۔ ذکر محبت کی زبان ہے۔
- ۵۰۔ ذکر لازوال قرب کا وسیلہ ہے۔

- ۶۱۔ ذکر حسن ازلی کی لہروں میں اترنے کا وسیلہ ہے۔
- ۶۲۔ ذکر سفینہ حیات کو جلوہ حسن کے طوفان میں ڈبو دینے کا پیغام ہے۔
- ۶۳۔ ذکر گم گشته متاعِ حیات کی صدائے بازیافت ہے۔
- ۶۴۔ ذکر حدود امکان سے گزرنے کا زادِ سفر ہے۔
- ۶۵۔ ذکر گلستانِ جنت کی مہکتیِ فضاؤں کا منظر ہے۔
- ۶۶۔ ذکر انشراحِ صدر، ضیاءُ فکر، طہارتِ نظر غذائے روح اور حیاتِ قلب کی محانت ہے۔
- ۶۷۔ ذکر آتشِ ہجربار کی لپتی موجوں میں صدائے دلواز ہے۔
- ۶۸۔ ذکر محب و محبوب ذاکر و مذکور کے ما بین حائل پر دوں کو ہٹا کر لذتِ وصل کی ابدی کیفیت میں سرشار کرنے کا دعویدار ہے۔
- صحیح ہے۔

"من احباب شیا اکثر ذکرہ"

جو جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ذکر میں رطب اللسان رہتا ہے۔

اب ذکر شریف کے ثبوت میں آیاتِ قرآنی ملاحظہ ہوں مگر اس سے پہلے چند تمہیدی کلمات ضروری ہیں تاکہ ذکر کے اس عنوان کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

جاننا چاہیے کہ ذکرِ خدا توحید کے تمام مقامات میں بیداری پیدا کر کے سامنلوں کو شمرہ ذکر کی لازوں ای نعمت سے ہمکنار کرتا ہے اور یہ دولتِ غیر مترقبہ شجرہ ذکر سے ہی نصیب ہوتی ہے۔ یہ درخت جیسے ہی ترقی کرتا ہے اس کا پھل اور فائدہ اتنا ہی بڑھتا جاتا ہے۔ جن و انس کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لیے کی گئی ہے۔ اور معرفت و پیچان کے لیے بیداری قلب اولین فرض ہے۔ اور بیداری قلب بدوس ذکر ناممکن ہے ذکر سے نآشنا قلوب غفلت میں بیٹلا ہوتے ہیں اور غفلت دل کے لیے موت ہے۔ جو دل مر چکا ہو وہ

عرفان کی دولت سے کیسے نوازا جا سکتا ہے؟ اللہ رب العالمین نے جن و انس کا مقصد تخلیق کو یوں بیان فرمایا۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ﴾ (الذاريات: ٥٦)

ترجمہ: (اور میں نے جن اور انسان نہیں پیدا کئے مگر بندگی کے لیے) بندگی سے پہلے عابد کو معبد کی معرفت ہونا ضروری ہے ذکر کا سب سے آسان مقام زبان ہے ایک عارف نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ذِكْرِكَ وَ إِنِّي لَا نَسِيْنُكَ  
وَأَيْسُوْمَا فِي ذِكْرِ ذِكْرِ لِسَانِي

ترجمہ: میں تیری یاد کر رہا ہوں یقیناً میں تھے ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں بھولا اور سب سے آسان طریقہ زبان سے تیری یاد

صوفی جب ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے تو اس یاد سے اشراحت صدور و اطمینان قلب پاتا ہے اور عارف وہی ہے جو ماسوی اللہ سے دل ہٹا کر ذکر خدا سے دل کی دنیا آباد کرے۔

**مطلق ذِکْر کے معانی (قرآن و حدیث کی روشنی میں**

قرآن مجید و احادیث مبارکہ میں لفظ ذکر کئی معنوں میں آیا ہے مثال کے طور پر درج ذیل آیات مقدسہ ملاحظہ ہوں۔

﴿إِنَّا نَحْنُ نَرَأْنَا الذِكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَفَظُونَ﴾۔ (الحجرات: ٩)

ترجمہ: ہم نے ذکر (قرآن مجید) اتنا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (ذکر سے مراد قرآن کریم)

۲۔ ﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا أُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاصْنَعُوا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ﴾ (الجمعۃ: ٦)

ترجمہ: اے ایمان والوجب جمعہ کی نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر (نماز جمعہ) کے لیے جلدی آؤ اور تجارت کو چھوڑ دو۔ (ذکر سے مراد نماز جمعہ)

﴿فَسَعَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾۔ (سورۃ الانبیاء: 43)  
ترجمہ: پس ذکر والوں سے پوچھ لو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

﴿فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيلًا وَقُوْدًا وَعَلَى جُنُوبِكُمْ﴾۔ (سورۃ النساء: ۱۰۲)  
ترجمہ: اور جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کی یاد تسبیح و تہلیل، تکبیر تحمید، صلوٰۃ و سلام علی خیر الالٰم کھڑا ہونے کی حالت بیٹھنے کی حالت اور لیٹنے کی حالت میں جاری رکھو۔  
یہاں ذکر سے مراد تسبیح و تہلیل، تکبیر، تحمید، اور درود و سلام ہے۔ چاروں آیات مقدسہ میں لفظ ذکر کے الگ الگ معنی مراد ہیں۔

### قرآن مجید سے ذکر کے دلائل

اب مطلق ذکر کے ثبوت میں چند آیات مقدسہ پیش خدمت ہیں۔

﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾۔ (سورۃ البقرہ: ۱۵۲)

ترجمہ: پس مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرتا رہوں گا۔

﴿الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيلًا وَقُوْدًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ﴾۔ (سورۃ آل عمران: ۱۹۱)

ترجمہ: اور وہ جو اللہ کا ذکر قیام میں قعود میں اور پہلوؤں کے بل جاری رکھتے ہیں۔

﴿وَإِذْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ﴾۔ (سورۃ آل عمران: ۳۱)

ترجمہ: اور اپنے رب کی بہت یاد کراور صبح شام (ان کی) تسبیح کہہ۔

﴿وَالذِّكْرِ يُنَبَّأَ اللَّهُ كَثِيرًا وَالذِّكْرُ لِتِ﴾۔ (الاحزاب: 35)

ترجمہ: اللہ کی بہت یاد کرنے والے مرد اور عورتیں

﴿الَّذِينَ أَمْنُوا وَتَضَمِّنُ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَكْلًا بِذِكْرِ اللَّهِ تَضَمِّنُ الْقُلُوبُ﴾

(سورة الرعد: ٢٨)

ترجمہ: جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن رہے خبردار اللہ کا ذکر ہی دلوں کا اطمینان  
ہے۔

﴿وَإِذْ كُرِّ اسمَ رَبِّكَ﴾ (المزمول: ٨)

ترجمہ: اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرو۔

﴿فَأَذْكُرُوا اللَّهَ﴾ (ابقرہ: ٢٠)

ترجمہ: پس سب کے سب اللہ کا ذکر کرو۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْنِهِمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ (المنافقون: ٩)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کا ذکر کرنے سے نہ روکے اور نہ ستی  
میں ڈالے۔

﴿رِجَالٌ لَا ثُلُمَّهُمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ (النور: ٣٧)

ترجمہ: اللہ والے وہ مرد جنہیں خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی۔

﴿فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَأَذْكُرُوا اللَّهَ قِيمًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِكُمْ﴾ (النساء: ٢٣)

ترجمہ: اور جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کی یاد حالتِ قیام و قعود اور کروٹوں کے بل کرتے رہو۔

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَأَنْتُشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَإِذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا

﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (الجمعہ: ١٠)

ترجمہ: پس جب تم نماز (جمعہ) سے فارغ ہو جاؤ تو زمین کے اطراف میں پھیل جاؤ اللہ سے رزق حلال  
تلash کرو اور اللہ کی بہت یاد کرو تاکہ تم نجات پا۔

﴿وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَسْبَبُ﴾ (النَّكْبَةٍ - ٣٥)

ترجمہ: اور اللہ کی یاد بڑی چیز ہے۔

﴿وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقِيَضْ لَهُ شَيْطَنًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ﴾ (الزُّخْرُفٌ: ٣٦)

ترجمہ: اور جو اللہ کی یاد سے اندھا ہو جائے ہم اس پر شیطان مقرر کرتے ہیں تاکہ وہ اس کا ساتھی رہے۔

﴿وَمَنْ أَغْرَى مَنْ عَنْ ذِكْرِنِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكاً وَنَحْشُرُهُ إِيَّاهُ الْقَبِيلَةَ أَعْلَى﴾ (طٰ: ١٢٤)

ترجمہ: اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا اپس اس کے لیے نگ زندگانی ہے ہم اسے قیامت میں اندھا اٹھائیں گے۔

﴿وَأَذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾ (الدَّهْرٌ: ٢٥)

ترجمہ: اور اپنے رب کا نام صبح شام یاد کر۔

﴿وَأَذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (الْأَنْفَالٌ: ٤٥)

ترجمہ: اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیابی حاصل کرو۔

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِنْ مَنْ نَعَمَ مَسِيْجَدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ﴾ (البَقْرَةٌ: ١١٣)

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر کون ظالم جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں اللہ کا نام لینے سے روکے۔

﴿فِيْ بُيُونُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُزْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ﴾ (النُّورٌ: ٣٦)

ترجمہ: ان گھروں میں جنہیں اللہ نے بلند کرنے کا حکم دیا ہے ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے۔

﴿وَأَذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاهُ كُم﴾ (البَقْرَةٌ: ١٩٨)

ترجمہ: اور سب اللہ کی یاد اس طرح کرو جس طرح تم کو یاد سکھائی۔

## ذکر کے الفاظ کی تخصیص

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (سورہ محمد: 19)

ترجمہ: پس تو جان لے کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔

﴿إِذَا قَبَيْلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يُسْتَكْبِرُونَ﴾ (الصفت: 35)

ترجمہ: جب ان سے کہا جاتا تھا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے۔

﴿وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ (القصص: 70)

ترجمہ: اللہ ہی وہ ذات ہے کہ نہیں کوئی معبود اس کے سوا۔

﴿أَللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ أَكْبَرُ الْقَيُّومُ﴾ (البقرہ: 255)

ترجمہ: اللہ ہی وہ ذات ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں جو خود زندہ اور اروں کو قائم رکھنے والا۔

﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ (المزمل: 9)

اور رب ہے مشرق و مغرب کا نہیں کوئی معبود مگر وہ ہی معبود ہے۔

وہ آیات قرآنیہ جن کی مراد لا الہ الا اللہ ہے

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى﴾ (العلیٰ: 14) حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن عباسؓ نے

تزریق سے لا الہ الا اللہ مرادی ہے۔

﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرًا مُّثَابًا﴾ (الانعام: 160)

حضرت عبد اللہ ابن مسعود اور حضرت ابو ہریرہؓ نے بالحسنۃ سے لا الہ الا اللہ مرادی ہے۔

﴿وَالْزَّمْهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى﴾ (الثُّجُود: 26)

ترجمہ: اور مونوں کو تقویٰ کی بات کا پابند رکھا

حضرت ابو ہریرہؓ حضرت سلمہ، حضرت ابن کعبؓ، حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، وغیرہمؓ جمعیں نے کلمۃ التقوی سے لا الہ الا اللہ مرادی ہے۔ اور صاحب ترمذی نے اس آیت کی مراد لا الہ الا اللہ میں ہے۔ اور حضرت عطا خراسانیؓ نے پورا کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مرادی ہے۔

﴿ هَلْ جَزَّاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ﴾ (الرحمن: ۲۰)

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عکرمہؓ نے پہلے احسان سے مراد لا الہ الا اللہ اور دوسرے احسان سے جنت مرادی ہے۔

﴿ وَمَنْ أَحْسَنْ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَ إِلَى اللَّهِ ﴾ (حمد۔ السجدہ: 33)

حضرت حسنؓ نے الی اللہ سے مراد لا الہ الا اللہ ہے۔

وصدق بالحسن (ایلیل ۶) حضرت ابن عباسؓ نے الحسن سے لا الہ الا اللہ مرادی ہے۔

﴿ إِنَّ الَّذِينَ قَاتَلُوا رَبِّنَا اللَّهَ ثُمَّ أَسْتَقَامُوا ﴾ (حمد سجدہ: 30) حضرت ابن عباسؓ نے تم استقاموا سے لا الہ الا اللہ مرادی ہے۔

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ ﴾ (النحل: ۹۰) حضرت ابن عباسؓ نے عدل سے لا الہ الا اللہ مرادی ہے۔

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴾۔ (الاحزاب: 70)

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عکرمہؓ نے قول سدید سے لا الہ الا اللہ مرادی ہے۔

﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ﴾ (الانعام: 115)

حضرت انسؓ اور اکثر مفسرین نے کلمہ ربک سے لا الہ الا اللہ مرادی ہے۔

﴿ فَقَرِ اسْتَمِسَكَ بِالْعَرْوَةِ الْوُثْقَى ﴾ (ابقرہ: 256)

حضرت ابن عباسؓ نے "عروة الوثقى" سے لا الہ الا اللہ مرادی ہے۔

﴿الَّيْهِ يَصَدُّ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ (الفاطر: 10)

اکثر مفسرین نے "الكلم الطيب" سے لا الہ الا اللہ مرادی ہے۔

﴿كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ كَشَجَرَةٌ طَيِّبَةٌ﴾ (ابراهیم: 24)

حضرت ابن عباسؓ نے، "كلمة طيبة" سے لا الہ الا اللہ مرادی ہے۔

لہ دعوۃ الحق (الرعد)

حضرت علیؑ اور حضرت ابن عباسؓ نے، "دعوۃ الحق" سے لا الہ الا اللہ مرادی ہے۔

﴿يُيَثِّبُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾ (ابراهیم: 27)

حضرت براء بن عازب۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ، ابن عباسؓ، ابو قاتادہ، طاؤسؓ نے بالقول الثابت سے

مراد قبر میں فرشتوں کے جواب میں میت کا (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کہنا مرادی ہے۔

﴿غَافِرٌ الذَّئْبٌ وَقَابِلٌ التَّوْبَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (المؤمن: 3)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

غافر الذنب ملن قال لا الہ الا اللہ قابل التوب ملن قال لا الہ الا اللہ شدید العقاب ملن

قال لا يقول لا الہ الا اللہ

جس نے لا الہ الا اللہ کہا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخشتا ہے اور توبہ قبول فرماتا ہے اور جس نے نہیں کہا اسے

سخت عذاب دینے والا ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

### احادیث نبویہ سے مطلق ذکر کی توثیق

ذکر پاک کے ثبوت میں احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

حدیث نمبر: 1:

عن ابی موسی اشعری۔ قال قال النبی ﷺ مثل الذی یذکرون" الذی لا یذکر ریه مثل الحی والمیت۔ ( البخاری ، کتاب الدعوات)

ترجمہ: ابو موسی اشعری سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے ذکر کرنے والے کی مثال زندہ شخص کی ہے اور ذکر کرنے والے کی مثال مردہ کی ہے۔ یعنی ذکر کرنے والا مرکر بھی زندہ ہے اور ذکر سے غافل زندہ ہو کر بھی مردہ ہے۔

اس نے روحانی و معنوی زندگی کا ثبوت لکھا ہے۔

## حدیث نمبر ۲:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ مَلَائِكَةً يَطْفُؤُونَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الدِّيْنِ، فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللَّهَ تَنَادُوا: هَلْمُوا إِلَى حَاجِنِنُكُمْ، قَالَ: فَيَحُمُّونَهُمْ بِأَجْيَحَتِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَ: فَيَسِّأُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ مِنْهُمْ مَا يَقُولُ عِنَادِي ؟ قَالُوا: يَقُولُونَ يُسَيِّحُونَكَ، وَيُكَبِّرُونَكَ، وَيُخْمِدُونَكَ، قَالَ: فَيَقُولُ: هَلْ رَأَوْنِي ؟ قَالَ: فَيَقُولُونَ: لَا وَاللَّهِ مَا رَأَوْكَ، قَالَ: فَيَقُولُ: وَكَيْفَ لَوْ رَأَوْنِي ؟ قَالَ: يَقُولُونَ: لَوْ رَأَوْكَ كَانُوا أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً، وَأَشَدَّ لَكَ تَمْحِيدًا، وَتَحْمِيدًا، وَأَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيحًا، قَالَ: يَقُولُ: فَمَا يَسْأَلُونِي ؟ قَالَ: يَسْأَلُونَكَ الْجُنَاحَ، قَالَ: يَقُولُ: وَهَلْ رَأَوْهَا ؟ قَالَ: يَقُولُونَ: لَا، وَاللَّهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا، قَالَ: يَقُولُ: فَكَيْفَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا ؟ قَالَ: يَقُولُونَ: لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا، وَأَشَدَّ لَهَا طَلَبًا، وَأَعْظَمَ فِيهَا رَعْبَةً، قَالَ: فَمَمْ يَتَعَوَّدُونَ ؟ قَالَ: يَقُولُونَ: مِنَ النَّارِ، قَالَ: يَقُولُ: وَهَلْ رَأَوْهَا ؟ قَالَ: يَقُولُونَ: لَا، وَاللَّهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا، قَالَ: يَقُولُ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا ؟ قَالَ: يَقُولُونَ: لَوْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَازًا، وَأَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً، قَالَ: فَيَقُولُ: فَأَشْهُدُكُمْ أَنِّي قَدْ عَفَرْتُ لَهُمْ، قَالَ: يَقُولُ: مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ: فِيهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ، قَالَ: هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْفَى بِهِمْ جَلِيلُهُمْ۔

(البخاری کتاب الدعوات)

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ کریم کے بعض فرشتے اہل ذکر کی تلاش میں رہتے ہیں جب انہیں ذاکرین نظر آتے ہیں تو سب کو پکار کر کہتے ہیں۔ آؤ اپنے مقصد کی طرف۔ جب ملائکہ محفل ذکر سے فارغ ہو کر آسمان پر پہنچتے ہیں تو اللہ ان سے جاننے کے باوجود سوال فرماتے ہیں میرے بندے کیا کہتے ہیں؟ تو ملائکہ عرض کرتے ہیں وہ تیرے بندے تیری شیخ پڑھتے ہیں تیری بڑائی بیان کرتے ہیں۔ تیری حمد و تمجید میں مصروف ہیں۔ تو خدا تعالیٰ سوال فرماتے ہیں میرے بندے کیا کہتے ہیں۔ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ تو فرشتے عرض کرتے ہیں تیری عزت کی قسم انہوں نے تجھ کو نہیں دیکھا۔ اور اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو فرشتے کہتے ہیں اگر ذاکرین تجھ دیکھ لیں تو تیری عبادت اور شیخ و تمجید میں بہت ہی شدت سے مصروف ہو جائیں۔ پھر دریافت کیا کہ کس چیز کا سوال کرتے ہیں؟ تو فرشتوں نے جواب دیا کہ وہ جنت کی آرزو کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ جواب دیا کہ انہیں یا رب انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا اور اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو فرشتے عرض کرتے ہیں یا رب العالمین ان میں جنت کی حرص و طلب اور غبت میں بہت ہی شدت پیدا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے پھر سوال کیا کہ کیا وہ کسی شئی سے پناہ طلب کرتے ہیں؟ تو جواب اگہاں دوزخ سے۔ تو کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ نہیں یا رب انہوں نے دوزخ کو نہیں دیکھا۔ پھر کیا کیفیت ہوتی اگر دوزخ کو دیکھ لیتے تو خوف و فرار اختیار کرتے پس رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب کی مغفرت کر دی ہے۔

ان ملائکہ میں سے ایک سوال کرتا ہے۔ کہ یا رب فلاں شخص ان میں سے نہیں وہ تو اپنے کسی مقصد کے لیے آیا تھا تو رب کریم جواب دیتے ہیں وہ ایسی محفل میں ہے جن کے پاس بیٹھنے والا کبھی محروم نہیں

ہوتا۔

**تصریح:** اس صریح و صحیح حدیث شریف سے پوری وضاحت ہو گئی کہ ذکر کی محفوظ نزول برکات کا سبب ہے۔ ملائکہ کی معیت حاصل ہوتی ہے گناہ گار بھی اس محفوظ والوں کی بدولت مغفرت حاصل کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ گناہ گار کی بخشش ذکر کی وجہ سے نہیں بلکہ اہل ذکر کی بدولت ہے جیسا کہ حدیث شریف کے الفاظ صراحت کے ساتھ دلالت کر رہے ہیں۔ پھر جان لینا چاہیے کہ جب خطا کار معصیت کوش لوگ اہل ذکر کی وجہ سے بخشش پا رہے ہیں تو خود اہل ذکر کا مرتبہ اللہ کے حضور کتنا عظیم ہو گا۔

### حدیث نمبر: ۳:

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ اذا مررت برياض الجنة فارتعوا فيها. قالوا يا رسول الله و ما رياض الجنۃ؟ قال حلق الذکر ترجمہ: حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اے اصحابہ جب جنت کے باعث میں سے گزو تو اس میں سے کچھ لے لیا کرو تو صحابہؓ نے سوال کیا کہ اے سرکار دو عالم جنت کا باعث کیا ہے۔ تو فرمایا بھی کریم ﷺ کہ وہ ذکر کا حلقة ہے۔

**تصریح:** یعنی: ذکر کی مجلس جنت کا باعث ہے۔ باعث سے میوہ لے کر کھانے سے مفہوم ہے کہ ذکر والوں کے پاس بیٹھ کر شریک ذکر ہو جاؤ۔ ذکر کی مجلس جنت کا باعث ہے۔ جنت کے باعث پر دوزخ کا اثر نہیں تو معلوم ہوا کہ ذاکرین سے دوزخ کی آگ دور رہے گی۔

### حدیث نمبر: ۴:

لیبعنَ اللہُ أَقْوَامًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي وِجْهِهِمُ النُّورُ عَلَى مَنابِرِ اللُّؤلُؤِ يُغَيْطُهُمُ النَّاسُ لَيْسُوا بِأَنْبِياءٍ وَلَا شَهِداءً قَالَ فِجْنَا أَعْرَابِيٌّ عَلَى رَكْبَتِيهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ جَلَّهُمْ لَنَا نَعْرَفُهُمْ قَالَ هُمُ الْمُتَحَاوِلُونَ فِي اللَّهِ مِنْ قَبَائِلَ شَيْءٍ وَبِلَادٍ شَتِيٍّ يَجْتَمِعُونَ عَلَى ذِكْرِ اللَّهِ يَذْكُرُونَ" - (مجمع الزوائد 10/80)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بعض قوموں کو اٹھائے گا ان کے چہرے نور سے چمکتے ہوں گے۔ موتیوں والے نورانی منبروں پر قیام کریں گے لوگ ان پر رشک کریں گے۔ حالانکہ وہ نہ انبیاء ہوں گے نہ شہید۔ پس ایک عرب مومن نے گھنٹوں کے بل اٹھ کر سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کے اوصاف بیان فرمائیں تاکہ ہم انہیں پہچان سکیں۔ نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا وہ لوگ اللہ کے لیے آپس میں پیار کرتے ہوں گے۔ اور وہ مختلف قبائل اور مختلف شہروں اور ملکوں کے لوگ ہوں گے اللہ کا ذکر کے لیے جمع ہو کر مصروفِ ذکر ہوں گے۔

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ عظیم صحابی تھے، آپ درویش صفت انسان تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ سے درخواست کرتے تھے کہ ہمیں کچھ وقت دیں تاکہ آپ کی مجلس میں بیٹھ کر ایمان تازہ کر لیں۔ صحابہ کرام میں ابوالدرداء حکیم الامم کے لقب سے مشہور تھے۔ (ڈاکٹر ضیاء الحق صاحب یوسفی)

تصریح: معلوم ہوا کہ ذکر کرنا عبادت ہے اور دیگر عبادات سے افضل اور موجب عظمت ہے۔ قیامت میں صرف ذاکرین ہی قابل رشک ہوں گے ان کا نوارانی منبروں پر جلوس فرمانا عظمت و وقار کی علامت ہے۔ تمام رشتتوں سے بالاتر اور غیر فانی رشتہ صرف ذکر اللہ ہی ہے۔

### حدیث نمبر: ۵

عن ابی هریرۃ قال۔ کان رسول اللہ ﷺ یسیر فی طریق مکہ فمر علی جبل یقال له جمران۔ فقال - سیروا هذا سبق المفردون۔ قیل و ما المفردون يا رسول اللہ - قال و ما المفردون يا رسول اللہ قال المستهترون بذکر اللہ يضع الذکر عنہم اثقالہم فیاتون اللہ یوم القيامة خفافاً والمستهترون هم المولعون بالذکر المداومون عليه لا یبالون ما قیل فیهم و لا مافعل بهم۔  
(صحیح مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ اسلام سے مکہ معظمر کی گلیوں میں سیر فرماتے ہوئے ایک پہاڑی پر سے گزرے اس پہاڑی کو جمان کہتے ہیں آپ نے فرمایا اس جمان پہاڑی کا سیر کرو۔ یہاں مفردون کا گزر ہوا ہے۔ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مفردون کون ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا۔ کہ مفردون جو ذکر پر دوام اختیار کرتے ہیں۔ ذکر کی بدولت ان کے گناہ اٹھادیے گئے ہیں۔ قیامت میں وہ گناہوں کے بوجھ سے خالی ہو کر پیش ہوں گے یہ لوگ ہیں جو ملامت، اہانت اور ایذا سے بے نیاز ہو کر ذکر میں مشغول و مصروف رہتے ہیں۔

تصریح:

جمان پہاڑی چونکہ بالکل منفرد اور ممتاز ہے یعنی جیسے جمان کا شریک نہیں اسی طرح رب تعالیٰ کو بھی قطعاً ذکر میں لا شریک جان کریاد کرو۔ سوائے جلوہ رب کے کچھ بھی مشہود نہ ہو۔ اس کی وحدت کو کثرت میں گم کر کے ہر شی میں اسی کا نظارہ ہو۔ (تفسیر روح البیان) اس سے مراد یہ ہے کہ جمان اپنا وجود ہے اس وجود کو سیرابی اللہ اور ذکر اللہ میں اس قدر محکرو آفاق میں سوائے جلوہ رب کے کچھ نظر نہ آئے۔

### حدیث نمبر ۶:

عَنْ أَبِي الدَّرَدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا أَتَيْتُكُمْ بِخَيْرٍ أَعْمَالِكُمْ وَأَرْجَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَأَرْفَعَهَا فِي درَجَاتِكُمْ، وَخَيْرُكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرْقِ، وَخَيْرُكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوْنَا عَدُوُّنَا فَنَصْرِبُوْا أَعْنَاقَكُمْ وَيَصْرِبُوْا أَعْنَاقَكُمْ" ، قَالُوا: بَلَى، قَالَ: "ذِكْرُ اللَّهِ تَعَالَى" قَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَا شَيْءْتُ أَنْجِي مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ -

(ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابی درداءؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ کیا تمہیں تمہارے سب سے بہتر عمل کی طرف متوجہ نہ کروں؟ جو تمہارے مالک کے ہاں سب زیادہ پاکیزہ ہو اور تمہارے درجات

میں بلند تر ہو جو تمہارے لیے سونا چاندی صدقہ کرنے سے بھی زیادہ بہتر ہو۔ حتیٰ کہ جہاد سے بھی کہ دشمن تمہیں ملیں تو تم ان کی گرد نہیں اڑاؤ۔ یا وہ تمہاری گرد نہیں اڑادیں۔ تو سب نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ ہمیں ضرور آگاہ فرمائیں تو فرمایا رسول کریم علیہ السلام نے کہ وہ صرف اللہ کا ذکر ہے اس پر حضرت معاذ ابن جبلؓ نے فرمایا۔ بے شک اللہ کے عذاب سے نجات دلانے والی ذکر اللہ سے بڑھ کر کوئی شے نہیں۔

یہ حدیث شریف ترمذی شریف اور ابن ماجہ شریف میں موجود ہے۔

#### حدیث نمبر: ۷

وعن ابی هریرہؓ قال۔ قال رسول اللہ ﷺ يقول اللہ تعالیٰ انا عند الظن عبدي بی و انا معه اذا ذكرني۔ فان ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي و ان ذكرني في ملأه ذكرته في ملأه خير منه۔  
(البخاری)

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے سے گمان کا ساتھ ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ جب وہ خاموشی اختیار کرتا ہے تو میں بھی چپکے سے اس کو یاد کرتا ہوں اور اگر وہ محفل قائم کر کے میں ذکر کرے تو میں بھی ان سے بہتر محفل میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔

تصریح: علیحدگی اور دل میں ذکر کرنے سے مراد ذکر خفی ہے اور محفل سجا کر ذکر کرنے سے ذکر جہری مفہوم ہے ورنہ محفل قائم کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ ائمہ طریقت کا یہی معمول شرق و غرب میں قائم رہا ہے اور اس سے قطعی طور پر ذکر جہر اور محفل کے قیام کا بین ثبوت ہے۔  
(البخاری مسلم)

## حدیث نمبر: ۸

و عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال - يقول الله عزوجل يوم القيمة سيعلم أهل الجمع من أهل الكرم فقيل من أهل الكرم يا رسول الله قال مجالس الذكر في المساجد.

(رواهـ احمدـ ابو يعلىـ وابـ جانـ والبـقـيـ تـرـغـيـبـ وـالـتـرـهـيـبـ جـلـدـ دـوـمـ)

ترجمہ: ابو سعید الخدرا رضی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز فرمائے گا بہت جلد اہل جمع اہل کرم کو جان لیں گے حضور علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ اہل کرم کون ہیں؟ تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اہل کرم وہ لوگ ہیں جو اللہ کی رضا کے لیے مسجدوں میں مجلس قائم کر کے ذکر کرتے ہیں۔ اہل جمع سے وہ تمام لوگ جو قیامت میں جمع ہوں گے وہ جماعت جنہیں مشاہدہ حق سے سرفراز کیا جائے گا۔ اس حدیث کو امام احمد نے ابو یعلى بھیقی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

(الترغیب والترہیب)

وضاحت: اس حدیث شریف اور مضمون سے صراحتاً معلوم ہوا کہ مساجد میں حلقة ذکر قائم کرنے والے اللہ کے ہاں بڑے مکرم و عزت والے ہوں گے۔ جنہیں دنیا و عقبی میں برابر عزت و تکریم سے نوازا جارہا ہے دوسری وجہ مساجد میں حلقة ذکر قائم کرنے سے مراد ذکر جہر ہے۔ ورنہ حلقة قائم کرنے کا مفہوم مبہم و بے مقصد معلوم ہوتا ہے۔

## حدیث نمبر: ۹

و عن انس بن مالكـ عن رسول الله ﷺ قالـ يا من قوم اجتمعوا يذكرون الله عزوجل لا يزيدون بذاتك الا وجده الا ناداهم منا دمن اسماء ان قوموا مغفورا لكم فقد بدلت

(مجموع الزوائد: 46:10)

سیّاتکم حسنات۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور ﷺ نے کوئی قوم ایسی نہیں جو اللہ عز وجل کے ذکر کے لیے جمع ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے علاوہ کوئی ارادہ نہ کرے ہاں مگر ذاکرین کی اس جماعت کو آسمان میں سے منادی ندادیتا ہے کہ کھڑے ہو جاؤ کہ تمہارے گناہ بخش دیجئے گے اور تمہارے گناہوں کو حسنات کے ساتھ تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اس حدیث کو امام احمدؓ نے روایت کیا ہے۔ کہ مجع الزوائد میں ہے۔ ج ۱۰ ص ۶۷۔

تصریح: حدیث شریف کے مضمون سے وضاحت ہوتی ہے کہ ذاکرین اخلاص و محبت اور رضائے حق کے لیے مجلس قائم کریں تو مجلس برخاست ہونے سے قبل ان کے تمام گناہ بخش دیجئے جاتے ہیں۔ اور گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ یعنی جس قدر گناہ تھے اس قدر نیکیاں نامہ اعمال میں درج کر دی گئی ہیں۔

### حدیث نمبر: ۱۰:

"اکثر وا من ذکر الله حقی یقولوا مجنون۔" (صحیح ابن حبان)

ترجمہ: ذکر کثرت اگر خاموشی سے ہو تو کسی کو کیا پڑی کہ بلاوجہ دیوانہ کہتا پھرے اس کثرت سے مراد یقیناً ذکر جھرے ہے تاکہ دلوں کے مردہ لوگ ذاکرین کی کثرتِ ذکر کی مدد و ملت دیکھ کر ان کو دیوانہ کہیں۔  
وضاحت: علاوہ ازیں جس عبادت میں جھروخفاء کا صراحتاً ذکر نہ ہو تو ماں رجوع کمال کی طرف کیا جائے گا تو کمال ذکر خفی میں نہیں جھر میں ہے چونکہ ذکر خفی لازم ہے اور جھر متعددی۔ متعددی یقیناً لازم سے افضل و اکمل ہے۔

### حدیث نمبر: ۱۱:

ان الله عز وجل قال "انا مع عبدي اذا هو ذكرني وتحركت بي شفتاه۔" (ابن ماجہ)

ترجمہ: فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جب میرابندہ مجھے یاد کرنے اور اس کے لب میرے ذکر سے حرکت کریں تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

اسی حدیث کو ابن ماجہ اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

وضاحت: اس حدیث سے افضلیت ذکر اور ذکر کی بدولت معیت حق سبحانہ و تعالیٰ کا تلقین حاصل ہوتا ہے۔

### حدیث نمبر ۱۲:

ان رجالاً قال يا رسول الله ان شرائع الاسلام قد كثرت على فاجرني بشئ الثبت به قال لا يزال سمانك رطبا من ذكر الله۔ (الترمذی)

ترجمہ: تحقیق ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ مجھ پر مشروعات اسلامی بے شمار ہیں کسی ایک شروع امر کی نشاندہی فرمائیں تاکہ اس پر قائم رہوں تو سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ ہمیشہ اپنی زبان کو ذکر اللہ سے ترکھو۔

اس حدیث کو ترمذی ابن حبان و ابن ماجہ نے صحیح اسناد سے روایت کیا ہے۔

حدیث پاک کے نورانی مضمون سے دوام ذکر کی قطعاً وضاحت ہو رہی ہے اسی حکم پر مشتمل ایک اور حدیث بھی درج ذیل کی جاتی ہے۔

### حدیث نمبر ۱۳:

عن معاذ بن جبل قال آخر کلام فارقت عليه رسول الله ﷺ ان قلت اى الاعمال احب الى الله قال ان تموت و لسانك رطب من ذكر الله۔ (اطبراني)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل عرض کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سے گفتگو کرتے ہوئے جس سوال پر محفل سے میں جدا ہوا وہ سوال یہ تھا کہ یا رسول اللہ اللہ کریم کے ہاں کون سا عمل بہت ہی محبوب ہے۔ تو

آپ ﷺ نے فرمایا تو اس حال میں مرے کہ تیری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر ہو۔ اس حدیث کو ابن ابی الدنیا طبرانی اور بزارنے روایت کیا ہے۔

تصریح: یعنی مقبول اور محبوب ترین اعمال میں سے سب سے زیادہ مقبولیت اور عمل ذکر اللہ ہے اس پر اتنی مداومت اور کثرت کی جائے کہ ذکر انسان کی عادت و غذا بن جائے تاکہ کثرت عادت کی بناء پر موت کے وقت بھی ذکر زبان پر جاری رہے۔

### حدیث نمبر: ۱۴:

مثُلَ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُهُ كَمْثُلِ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ۔ (ابخاری و مسلم مرفوعاً)  
ترجمہ: وہ شخص جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور وہ شخص جو اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا۔ اس کی مثال زندہ اور میت کی ہے۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

وضاحت:

یعنی اللہ کریم کا ذکر بندہ زندہ ہے اور غافل مرد ہے۔ یہ زندگی روحانی اور قلبی ہے یونہی موت بھی روحانی اور قلبی ہے۔ ذاکر مر کر بھی زندہ ہے اور غافل زندہ ہوتے ہوئے بھی مرد ہے۔

### حدیث نمبر: ۱۵:

إذْكُرَ اللَّهَ تَعَالَى ذِكْرًا حَتَّى يَقُولُوا الْمَنَافِقُونَ إِنَّمَا مَرَاوِنَ۔ (ابی یہی)

ترجمہ: حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ تا آنکہ منافقین تمہیں ریا کار کہیں۔ اس حدیث شریف کو طبرانی اور تیہقی نے روایت کیا ہے۔

تصریح: یعنی ذکر کی کثرت کا حکم ہے اور یہ وہ کثرت ہے جو دائی ہو اور دوسروں پر مکشف ہو۔ جب تک ذکر جھر کثرت سے نہ ہو گا دوسروں پر اس کی حیثیت واضح نہ ہو گی۔ اور نہ ہی سامعین کی اندر رونی کیفیت کا ظہور عمل میں آئے گا۔ انسانوں میں سامعین کے تین گروہ ہیں۔ مسلمان، منافق، کافر، مسلمان خوش

ہوتے ہیں متفق جلتے ہیں اور جل کر ذاکرین کو ریا کر کہتے ہیں۔ کافر خدا اور اس کے ذکر کے منکر بحث سے خارج ہیں۔ نتیجتاً معلوم ہوا کہ ذکر جھر سے منافقین کو باطنی اذیت پہنچتی ہے جس بناء پر ایمان والے ذاکرین کو ریا کاری کا الزام دے کر ہی بند کروانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اسی بناء پر منافقین کے ذکر کے بارے میں تصریح کی گئی ہے کہ "لَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا" متفقین اللہ کا ذکر بہت ہی کم کرتے ہیں۔ اس حدیث پاک کو طبرانی اور نبیقی نے روایت کیا ہے۔

#### حدیث نمبر: ۱۶:

فَامْنُ يَوْمَ وَلِيْلَةَ إِلَّا وَلِلَّهِ عَزَّ وَجَلَ فِيهِ صَدَقَةٌ يَمْنُ بِهَا عَلَى مَنْ شَيْئَا مِنْ عِبَادِهِ وَمَا مِنْ  
اللَّهُ تَعَالَى عَلَى عَبْدِهِ بِأَفْضَلِ مِنْ أَنْ يَلْمِمَهُ ذَكْرَهُ۔ (روی ابن ابی الدنيا مر فوعاً)  
ترجمہ: کوئی رات اور دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر راضی ہو خاص عطا سے نہ نوازے ان نوازشات و عطیات میں سے افضل ترین عطیہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کو اپنا ذکرِ دائیٰ نصیب فرمادے۔ اس مرفوع حدیث کو ابن ابی الدنيا نے روایت کیا ہے۔

#### حدیث نمبر: ۱۷:

ان رجلاً قال يا رسول الله اى المجاهدين افضل و اعظم اجرا قال اكثراهم لله تعالى ذكرها  
قال فاتى الصالحين افضل اجراء قال اكثراهم لله تعالى ذكرها ثم ذكرالصلوة والزكوة  
والحجوم والصدقة كل ذالك و رسول الله ﷺ يقول اكثراهم الله تبارك و تعالى ذكرها فقال  
ابو بكر لعمري يا ابا حفص ذهب الذاكرون بكل خير۔ (روی الامام احمد والطبرانی)

ترجمہ: ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ اجر کے لحاظ سے کون سے مجاہد کو عظمت و فضیلت حاصل ہے۔ فرمایا نی پاک نے جو سب سے زیادہ اللہ کا ذکر کرے پھر سوال کیا کہ روزہ داروں میں سے کس کو فضیلت حاصل ہے۔ فرمایا ان میں سے جو زیادہ ذکر کرے پھر اسی طرح نمازیوں۔ زکوٰۃ دینے والوں۔ حجج کرنے والوں اور صدقات دینے۔ غرضیکہ نکیوں میں مصروف رہنے والوں کے

متعلق سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان سب میں وہی فضیلت و عظمت والا ہے جو اپنے رب کا کثرت سے ذکر کرے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا اے ابو حفص ذاکرین نے تمام درجات و حسنات کو سمیٹ لیا ہے۔ اس حدیث کو امام احمد اور طبرانی نے سند صحیح روایت کیا۔

#### تصریح:

ذکر سے ذاکرین کو اس لیے فضیلت حاصل ہے کہ وہ تمام عبادات کی حسب ضوابط شرعاً ادا کرنے کے بعد باقی اوقات کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں صرف کرتے ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ہباد دائی طور پر نہیں بلکہ ان کے اوقات متعین ہیں ذکر کے لیے اوقات کا تعین نہیں ہے ہر وقت وہر کیفیت وہر مقام اور ہر حال میں مطلقاً جائز ہے۔ دوام ذکر انتہائے محبت کا ثبوت ہے محب جب محبوب کو کثرت سے یاد کرے تو یقیناً قرب کی منزل پر فائز ہوتا ہے۔  
قرب و مشاهدہ کی منزل پر فائز ہونا ہی عظمت و فضیلت کا سبب ہے۔

#### حدیث نمبر: ۱۸:

روی الطبرانی و البیهقی باسناد جيد مرفووعاً:

لیستیحر اهل الجنۃ او علی ساعة مرت علیهم والم یذكر اللہ تعالیٰ فیها:

ترجمہ: اہل جنت کو کوئی حسرت نہ ہوگی مگر زندگی کی اس ساعت پر جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر گزر گئی اس حدیث پاک کو طبرانی و بیہقی نے سند جید و مرفوع روایت سے ذکر کیا ہے۔

#### تصریح

یعنی اس نعمت عظیٰ کی قدر و قیمت کا مکمل اندازہ جنت میں پہنچ کر ہی ہو گا ورنہ اہل جنت ان ساعتوں پر حسرت و ملال کا اظہار نہ کرتے جو ذکر کی لذتوں سے خالی کٹ گئیں۔ اسی حقیقت کے پیش نظر سید دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ ذکر کی اتنی کثرت کروتا آنکہ موت بھی ذکر کی کیفیت میں اپنا کام کرے۔

### حدیث نمبر: ۱۹:

وروى الترمذى عن ابى سعید الحذری: ان رسول الله ﷺ سئل اى العباد افضل وارفع درجة عند الله تعالى يوم القيمة - قال الذاكرون الله كثيراً قيل يا رسول الله و من الغازى في سبيل الله قال مضرور بسيفه حتى ينكسر ويتحضب دماً فان ذاكر الله افضل منه درجة:

ترجمہ: ترمذی نے ابی سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ قیامت میں درجات کے اعتبار سے کون سے بندے افضل وارفع ہوں گے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ جو کثرت سے ذکر خدا کرنے والے ہوں گے پھر پوچھا گیا کیا غازی فی سبیل اللہ سے بھی تو آپ ﷺ نے فرمایا جس نے جہاد میں تلوار کو توڑ دیا اور خون سے آلودہ کر دیا ہواں غازی سے بڑھ کر ذاکرین اللہ کا درجہ افضل ترین ہے۔

### حدیث نمبر: ۲۰:

و عن عائشہ: اعظم الناس درجة الذاكرون الله تعالى بیهقی شریف و فتح الكبير.

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند مرتبہ ذاکرین کا ہو گا۔

(فتح الكبير و بیهقی شریف)

### حدیث نمبر: ۲۱:

روى عن معاذ ابن جبل: قال ماعمل ابن آدم عملاً رنجي له من عذاب الله تعالى من ذكر الله عز و جل قيل والجهاد في سبيل الله قال والا الجهاد في سبيل الله لأن الله تعالى يقول "الذكر الله اكبر" (تسییہ الغافلین) نقیبہ ابوالیث سرقندی

ترجمہ: حضرت معاذ ابن جبلؓ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلانے کے لیے ابن آدم کا کوئی عمل ذکر سے بڑھ کر نہیں ہے۔

**وضاحت:** یعنی نجات کے لیے ذکر اللہ مقبول ترین عمل ہے۔ یہ عمل کبھی بھی مسترد نہیں ہوتا۔

## حدیث نمبر: ۲۲

روی فی الجز ان النبی ﷺ حث اصحابه علی الصدقہ فجعل الناس تصدقون و ابو امامہ الباہلی جالس بین يدی النبی ﷺ و هو يحرک شیفته فقال له رسول الله ﷺ انک تحرك شفتیک فما ذا تقول عند ذالک فقال ابو امامہ الباہلی يا رسول الله ﷺ اری الناس يتصدقون و ليس لی شئ التصدق به فاقول فی نفسی سبحان الله والحمد لله ولا الله الا الله والله اکبر ، فقال النبی ﷺ يا ابا امامہ الكلمات خیر لک من مذہب تتصدق به علی المساکین۔  
(تسبیحہ الغافلین۔ فقیہہ ابوالیث سرقندی)

ترجمہ: حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو صدقات پر رغبت دلائی۔ پس صحابہ نے صدقہ دینا شروع کر دیا۔ ابو امامہ باھلی حضور علیہ السلام کے رو برو بیٹھے ہوئے اپنے لبوں کو حرکت دے رہے تھے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم لبوں کو حرکت دے کر کیا کر رہے ہو؟ تو حضرت امام ابو امامہ باھلی نے عرض کیا کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس کچھ نہیں جو صدقہ کروں اس لیے اپنے دل میں اللہ کا ذکر کر رہا ہوں وہ ذکر یہ ہے۔ "سبحان الله والحمد لله ولا الله الا الله والله اکبر۔" یہ سن کرنی پاک علیہ السلام نے فرمایا۔ اے ابو امامہ یہ کلمات تمہارے لیے سونا صدقہ کرنے سے زیادہ نفع مند اور بہتر ہیں۔

اس حدیث کو فقیہہ اور ابوالیث سرقندی نے ذکر فرمایا ہے۔

## حدیث نمبر: ۲۳

و ذکر عن علی ابن طالب قال۔ الذکرین بین الذکرین والاسلام بین السیفین والذنب بین الفرضین۔

ترجمہ: مروی ہے کہ فرمایا علی المرتضیؑ نے ذکر دو ذکر و دو تواروں کے درمیان ہے اور اسلام دو تواروں کے درمیان ہے۔ اور گناہ دو فرضوں کے مابین ہے۔

**وضاحت:** یعنی جب بندہ ذکر کرتا ہے تو خدا تعالیٰ بھی اس بندے کو یاد فرماتے ہیں یوں ذکر خدا اور بندے کے درمیان موجود رہتا ہے۔ دونوں کے قرب و رابطے کے استحکام کے لیے درمیان میں ذکر کا موجود رہنا ضروری ہے۔،، اسلام،، دشمنان اسلام سے لڑو یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کر لیں۔ اور جب وہ ارتداد کی طرف رجوع کریں تو پھر توارے سے کام لو یوں اسلام کی حفاظت دو توواروں کے مابین رکھی گئی ہیں۔ گناہ دو فرضوں کے درمیان یعنی پہلا فرض یہ ہے کہ مومن گناہ نہ کرے اور اگر خواہشات نفسانی کی طغیانی سے گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ فرض ہے یوں دو فرضوں کے مابین مومن تقویٰ و طہارت کی زندگی گزار سکتا ہے۔

### حدیث نمبر: ۲۳

عن عبد الله بن عمیر۔ قال اللہ تعالیٰ اذا ذکرني عبدي في نفسه ذكرته في نفسي واذا ذکرني وحده ذکرته وحدی و اذا ذکرني في ملأه ذکرته في ملأه احسن عنه اکرم۔ و قال ما من عبد يضع جنبه على الفراش فذکر اللہ تعالیٰ فيدرکه النوم وهو كذلك الا کتب ذاکر الران يستقیظ۔

**ترجمہ:** حضرت عبد اللہ بن عمیرؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب میرا بندہ اپنے دل میں خاموشی سے مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی چپکے سے اس کو یاد کرتا ہوں اور جب وہ تنہا مجھے یاد کرے تو میں بھی اسی طرح اسے تنہا یاد کرتا ہوں۔ اور جب وہ محفل سجا کر مجھے یاد کرتے ہیں تو میں بھی ان کی محفل سے زیادہ حسن و اکرام والی محفل سجا کر ان کا ذکر کرتا ہوں۔ بعد میں فرمایا۔ کوئی عبد صالح ایسا نہیں جو ذکر کی حالت میں بستر پر اپنا پہلو رکھے یعنی لیٹ جائے اور اس حالت ذکر میں اس کو نیند آجائے مگر اس کو بیدار ہونے تک ذکر کرنے والا ہی لکھا جاتا ہے۔

## تصریح

یعنی ذکر فی نفسی سے مراد مطلق ذکر بالاخفاء ہے دوسری جگہ یہ ارشاد کہ جب تہایا دکرے میں بھی اس کو تہایا دکرتا ہوں یہاں ذکر بالجھر و بالاخفاء دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ ورنہ پہلے فی نفسی سے ذکر خفی کا اظہار ہو چکا ہے دوبارہ وحدہ کی قید اخفا سے جھر کی طرف اشارہ ہے۔ اس کی مزید توثیق و تائید، واذا ذکر فی فی ملاء، سے پھر واضح ہو رہی ہے چونکہ حلقہ و محفل میں ذکر عرف کے اعتبار سے جھر پر ہی قوی دلالت کرتا ہے جس کا جواب میں رب کریم بھی ملا علی میں اجتماعی ذکر سے نوازتا ہے حدیث قدسی کے پہلے جملے سے ذکر خفی مراد ہے اور آخری دونوں جملے صراحت کے ساتھ ذکر جھر پر قوی دلالت کرتے ہیں۔

حضرت امام سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب بندہ مرے ذکر میں اس قدر مشغول ہو جائے کہ اس کے ظاہر و باطن پر مراہی ذکر غالب ہو جائے تو ان مقبول ذاکرین کی وجہ سے ارادہ غضب رحمت میں تبدیل ہو جاتا ہے اور میرے اور سچے ذاکرین پر ما بین کوئی حجاب نہیں رہتا۔

## حدیث نمبر: ۲۵

عن عبد الله ابن عمرو ابن العاص رضي الله عنه اجمعين قال: قال رسول الله ﷺ يوتى بالرجل يوم القيمة الى الميزان فيخرج له تسته وتسعون سجد كل سبجل منها مدالبصر فيها خطاياه ذنبه فيوضع في كنه الميزان ثم يخرج قرطاس مثل انمله فيها شہاده ان لا اله الا الله و ان محمد عبده و رسوله فيوضع في كفة اليسرى خير جم على خطايا.

(تنبیہ الغافلین: 321)

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ اجمعین فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا پھر اس کے سامنے ترازو کے ایک پڑیے میں ننانوے دفتر اس کے گناہوں کے رکھ دیئے جائیں گے جن میں ہر دفتر حد نظر تک لمبا ہو گا پھر ایک کاغذ پیش کیا

جائے گا جو ایک پورے جتنا ہو گا جس پر کلمہ شہادت لکھا ہو گا اسے بائیں پڑھے میں رکھا جائے گا تو یہ پڑھا  
اس شخص کی خطاؤں پر غالب آجائے گا۔

#### حدیث نمبر: ۲۶

عن عمر مولیٰ عمر مولاً المطلب عن المطلب بن حنطب۔ افضل ما قلت انا والنبيون من  
قبلی لا اله الا الله۔

ترجمہ: عمر و مولیٰ المطلب، مطلب ابن حنطب سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا  
بہترین کلمہ وہی جو میں نے کہا اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کہا۔ وہ کلمہ ہے۔ لا اله الا الله۔

#### حدیث نمبر: ۲۷

عن انس بن مالک۔ عن النبي ﷺ انه قيل له يا رسول الله ﷺ هل للجنة ثمن؟ قال لا الله  
الا الله۔  
(تنبیہ الغافلین: 321)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ کسی نے نبی علیہ السلام سے عرض  
کیا کہ کیا جنت کی قیمت ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ لا اله الا الله۔

#### حدیث نمبر: ۲۸

وعن انس بن مالک۔ قال النبي ﷺ (حدیث طویلہ) يا جبرائيل وما الجواز يوم  
القيمة؟ قال ابشر يا محمد فان امتك يوم القيمة على الجواز الا من شهد انه لا اله  
الا الله فق جاز من جهنم فقال النبي ﷺ الحمد لله الذي امتن شهادة ان الا الله الا  
الله۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ (بھی حدیث) اے جبریل قیامت  
کا دن خیریت سے گزرنے کا اجازت نامہ کیا چیز ہے۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی۔ اے محمد ﷺ

آپ کی امت کو اجازت نامہ حاصل ہے۔ سینے! جس نے گواہی دی کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں تو وہ یقیناً پل صراط سے سلامتی کے ساتھ گزر جائے گا۔

### حدیث نمبر ۲۹

عن النبي ﷺ انه قالـ من قال لا الله الا الله خرج من فيه هيرا اخضر له جناحان بيضاء مكلادان بالذروالياقوت مفرج الى السماء فيسمع له دوى تحت العرش كدوى النحل فيقال له اسكن فيقول لا حتى تغفر لصاحب فيغفر لفائقاً م يجعل بع ما لذالك الطائر سبعون لسانا استغفر لصاحبہ الى يوم القيمة فإذا كان يوم القيمة جاء ذالك الطير فاخذ بيده صاحبہ حتى يكون قائده و دليله الى الجنة۔ (تنيہہ الغافلین: 320)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس کے منہ سے سبز پرندہ نکلتا ہے جس کے دو سفید پر ہیں جو موتویوں اور یا قوت سے مرصع ہیں وہ آسمان کی جانب پرواز کرتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے اس کی آواز سنی جاتی ہے۔ جیسے شہد کی مکھی گنگتائی ہے۔ اس پرندے سے خاموش ہونے کا کہا جائے گا وہ جواب میں عرض کرے گا میں اس وقت تک خاموش نہیں رہوں گا جب تک مرا پڑھنے والا بخششانہ جائے گا۔ اس کے بعد کلمہ پڑھنے والے کو بخش دیا جائے گا۔ اور اس کے بعد اس پرندے کو ستر زبانیں عطا ہوں گی وہ اس کے بعد اپنے پڑھنے والے کے لیے قیامت تک بخشش مانگتا رہے گا اور جب قیامت آجائے گی تو وہی پرندہ اپنے پڑھنے والے کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت میں لے جانے کے لیے قائد و دلیل بن جائے گا۔

### تصریح

اس حدیث مبارکہ سے تصریح گیا عیاں ہوا کہ ذاکرین اللہ کریم کے پسندیدہ لوگ ہیں جنہیں دنیا و عقبی میں سفر ازو سرخور کھنے کے لیے یہ محبوب اسم و دلیعت فرماتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کریم کو اپنے اسم پاک اور اپنے ذکر سے پیار ہے جس کے دل اور زبان میں اپنانام دیکھتا اور ٹھنڈتا ہے اس کی سرفرازی کا رب

کریم خود اہتمام فرمادیتا ہے۔ (حضرت صاحب کی وضاحت: اس حدیث مبارک سے صراحتاً عیاں ہوا کہ ذاکرین اللہ کریم کے پسندیدہ لوگ ہیں جنہیں دنیا و عقبی میں سرفراز و سرخور رکھنے کے لئے یہ محظوظ اسباب عطا فرمائے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کریم کو اپنے اسم پاک اور اپنے ذکر سے بہت پیار ہے جس کے دل و زبان میں اپنانام دیکھتا اور سنتا ہے اس کی سرفرازوں کے لئے رب کریم خود اہتمام فرمادیتا ہے)

#### حدیث نمبر: ۳۰:

عن ابی عباس ؓ ان جبرائیل علیہ السلام جاء الی النبی ﷺ فقال يا محمد ان الرب يقرئك السلام و هو يقول ما لی اراك معموما حسن بنا وهو علم به فقال يا جبرائیل قد طال تفکری فوامر امتي يوم القيمة. قال يا محمد في مراحل الكفر ام في امر اهل الاسلام قال يا جبرائیل لا بل فما امر لا الله الا الله. قال فاخذ بيده حتى امام على مطبرة من بنی سلمه فضر بجناحة الایمن على متبر میت. فقال ثم باذن الله: فقام رجل بيض الوجه وهو يقول لا الله الا الله محمد رسول الله. الحمد لله رب العالمين فقال له جبریل عدد فعاد كما كان ثم ضرب بجناحه الایسر على قبر میت. فقال قم باذن الله فخرج رجل مسود الوجه ازرق العینین وهو يقول واحسرته واندامة.

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبراًیل علیہ السلام نبی پاک ﷺ کی خدمت میں آئے۔ عرض کی۔ اے محمد ﷺ رب آپ کو سلام دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا بات ہے کہ میں آپ کو غمگین دیکھتا ہوں۔ حالانکہ وہ اس حالت سے خوب واقف ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ اے جبراًیل میری فکر مری امت کا معاملہ میں بہت زیادہ ہے۔ کہ قیامت میں ان کا کیا ہو گا؟ جبراًیل علیہ السلام نے عرض کی، آپ کی فکر کا فروں کے متعلق ہے یا اہل اسلام کے متعلق۔ فرمایا۔ لا الله الا الله کہنے والوں کے متعلق۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے نبی علیہ السلام کا ہاتھ مبارک تھام لیا اور نبی سلمہ کے قبرستان میں پہنچ اور اپنادیاں پر ایک میت کی قبر پر مارا اور کہا اللہ کے حکم سے اٹھ۔ اس قبر سے ایک سفید چہرے والا شخص باہر آیا اور وہ کہہ رہا تھا۔ لا الله الا الله محمد رسول الله الحمد لله رب العالمین۔

جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا تم واپس ہو جاؤ یہ سنتے ہی وہ قبر میں واپس ہو گیا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے بایاں پر ایک قبر پر مارا اور فرمایا۔ اللہ کے حکم سے اٹھ۔ پس قبر سے سیاہ چہرے والا نیلی آنکھیں لئے ہوئے باہر آیا۔ اور کہنے لگا ہائے افسوس ہائے ندامت ہائے خرابی ہے۔ پس جبرائیل علیہ السلام نے اسے لوٹ جانے کا حکم دیا۔ تو وہ واپس قبر میں لوٹ گیا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی اسی طرح لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے جس پر انہوں نے وفات پائی۔ (تنبیہہ الفانین ۳۲۲)

حدیث مبارکہ اس بات پر دلیل کامل ہے کہ انسان جیسی عادت دنیا میں اپناۓ تو اس کی موت اسی حال میں آتی ہے اور قبر سے اُٹھتے وقت بھی اسی عادت کا اعادہ کرے گا۔ جیسے قبر سے مومن کلمہ پڑھتا ہو ابہر آیا یہ اس کی عادت کا اعادہ تھا اس لئے چاہیے کہ مومن زندگی کے ہر حال میں ذکر کو معنوی حیات کا ذریعہ بنائے۔

### حدیث ۳۱:

و عن ابی هریرہ قال - قلت - يا رسول الله من اسبق الناس الى شفاعتك؟ قال : من قال لا الله الا الله خالصاً .  
(تنبیہہ ۳۲۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت کے حق دار کون لوگ ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ وہ لوگ جنہوں نے دل کے خلوص سے کہا۔ لا الله الا اللہ۔

### حدیث نمبر ۳۲:

عن انس بن مالک رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ انه قال لا الله الا الله ثمن الجنة و في خبر آخر مفتاح الجنة ، ويقال لا الله الا الله مفتاح الجنة ، ولكن المفتاح لابد له ، من الاسنان حتى - يفتح الباب و من اسنانه لسان ذاكر ظاهر من الذنوب و الغيبة و قلب

خاشع طاپر من الحسد والخيانة و بطن طاپرہ من الحرام و الشبهہ والجوارح مشغولہ  
بالخدمة ظاهرة عن المعاصی۔ (تنبیہہ النافلین: ۳۲۷)

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا لا الہ الا اللہ جنت کی قیمت ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ جنت کی کنجی ہے اور کہا گیا ہے کہ لا الہ الا اللہ جنت کی کنجی ہے اور کنجی کے دندانے ہوتے ہیں جس سے دروازہ کھولتے ہیں اور اس کے دندانوں میں سے ایک دنداذ کر کرنے والی زبان ہے جو گناہوں اور غیبیت سے پاک ہو اور دل ہے جو عاجزی والا ہو اور حسد و خیانت سے پاک ہو اور پیٹ ہے جو حرام و شبہ کی خوارک سے پاک ہو اور اعضاء بیٹ ہو جو خدمتِ خلق میں لگے رہیں تمام گناہوں سے پاک۔

اللہ کریم نے جنت میں داخل ہونے کے لئے اپنے ذکر پاک کو وسیلہ بنایا ہے یہ اس خوش نصیب کا حصہ ہے جس نے دنیا میں صدق دل سے کلمہ پڑھ کر نبی اکرم ﷺ کی اطاعت و محبت میں کمال حاصل کر لیا ہو یہی محبت و طاعت ایمان کی علامت ہے۔ ایمان مومن کی پیچان ہے مومن بننے کے لئے حب رسول ﷺ کو وسیلہ مقرر فرمایا ہے۔ بے حب نبی کلمہ مفید نہ ہو گا ورنہ ہر کلمہ گودا خل جنت ہو گا

### حدیث نمبر: ۳۳۳

و عن جابر عن النبي ﷺ قال افضل الذكر لا الله الا الله۔ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ تمام اذکار سے بہتر ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔

کلمہ طیبہ سب اذکار سے افضل ہے کیونکہ توحید شہودی سبب ہے۔ تمام بیکار و بے سود لوازمات غفلت سے نجات دہنده ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔ جو ذریعہ یا وسیلہ قرب و حضور کا ضامن ہو وہ ایمان اور حب نبی کے بعد سب سے افضل ہے۔

### حدیث نمبر ۳۴

عن ابی سعید الخدروی من النبی ﷺ انه قال، قال موسی یارب علمی شیا اذکرک به و ادعوک به قال قل لا اله الا الله قال انما ایرک شيئاً تخفی قال یمومی لو ان السموات السمع والارضین سبع فی کفته ولا اله الا الله فی کفته --- بهم لا اله الا الله۔ (نسائی و کتب احادیث)

ترجمہ: ابی سعید الخدروی نبی علیہ السلام سے راویت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت موسی علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا اے میرے رب مجھے ایسی بات سکھا جس سے میں تیری یاد کرتا رہوں اور اس سے میں تیری بارگاہ میں دعا مانگا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "لا اله الا الله" پڑھا کرو۔ جناب موسی علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب تیرے تمام بندے یہ پڑھتے ہیں تو بھی لا اله الا اللہ پڑھا کرو عرض کیا میں اپنے لئے کوئی خاص و نظیفہ مانگتا ہوں فرمایا۔ اے موسی اگر سات آسمان اور سات زمینیں ایک پڑھے میں رکھے جائیں اور دوسرے پڑھے میں لا الہ الا اللہ ہو تو ان سب سے یہ کلمہ بھاری رہے گا۔

### حدیث نمبر ۳۵

و عن ابی هریرہ قال۔ قال رسول الله ﷺ ما قال عبد لا اله الا الله الا فتحت له ابواب

السماء حتى يقضى الى العرش ما اجتنبت الكبائر۔ (سنن الترمذی)

ترجمہ: ابی ہریرہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ وہ لا اله الا اللہ کہے اور اس کے لیے آسمانوں کے دروازے نہ کھل جائیں۔ بیہاں سے لے کر عرش تک دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جب تک وہ کمیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔

تصریح

کلمہ طیبہ کے پہلے حروف،،لا اللہ،، میں نفی ماسوی اللہ ہے جو توحید کامل کی دلیل ہے الا اللہ میں اثبات کامل ہے تاکہ وحدت جلوے کثرت میں ملاحظہ کیے جاسکیں۔

MASOVI ALLAH JUBANDE AUR ALLAH TA'ALI KEE DR MIAN HAJAB HEE AN KA AZALAH TOHID SHOHODI KEE LIYE STRORI HEE.  
TOHID SHOHODI،، (WADAT ASHABUD) JEE AIK MARD-HAQ AA GAHE HATIQIAT KALMAH KEE PORDH MEE SE JHAANT KAR DIKHATA TOPKAR AUGH: "MARAIYAT SHAYA E AJQ WA RAIYAT ALLAH FIBEE" YUNI HER SHI MTAZHER JLOWA HQ HEE ASI LIYE ABU AL-RHAMAN JAMI ALIYAH RAHIMAHU ALLAH BARAHANI NEE TAMAM HAJABAT MENDFH KARKE SADAQTOW KEE AJAL BHERI AZAW MEE FERMAYATHA:

درود یوار آئینہ شد از کثرتِ شوق

ہر کجا مے نیگرم روئے ٹرامے بیغم

YUNI MASOVI ALLAH SARII KANTAT AIK SHAYISH HEE AUR AS SHAYISH MEE MEE MIRAYE KITA MHBUB MEE TIRAYE HEE JERAH ZIBAKA DIDAR KRTAHOU HZRDAH MEE JLOWA HQ HEE, PAK NGAHIN OR MHFUZ DAL DIDAR SE MHOZOZ HOGJATE HEE.

### حدیث نمبر: ۳۶

و عن أبي يعلى بن شداد قال حدثني أبي شداد ابن اومن و عباده ابن الصامت حاضر يصدق : قال كنا عند النبي ﷺ فقال لهم فيكم غريب يعني ابل الكتاب قلنا لا يا رسول الله فامر بغلق الابواب وقال ارفعوا ايديكم فقولوا لا اله الا الله فرفعنا ايدينا ساعة ثم قال الحمد لله ربهم انك بعثتني هذه الكلمة و وعدتني عليها الجنة وانت لا تخلف الميعاد. ثم قال ابشرموا فان الله قد غفر لكم: (احمد باسناد حسن)

ترجمہ: ابو یعلی بن شداد بن اومن نے حدیث سنائی اور عبادہ ابن صامت موجود تھے اور تصدیق فرماتے ہے تھے فرمایا۔ ہم نبی علیہ السلام کے پاس تھے آپ نے فرمایا۔ تم میں کوئی اجنبی ہے؟ یعنی غیر مسلم ہم نے عرض کیا نہیں۔ یا رسول اللہ ارشاد فرمایا دروازہ بند کرو اور فرمایا اپنے ہاتھوں کو اٹھاؤ اور کھولا اللہ ہم

نے ہاتھ اٹھائے اور کچھ دیر تک کلمہ طیبہ پڑھتے رہے پھر آپ نے فرمایا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اے اللہ تو نے مجھے یہ کلمہ عطا فرمایا کہ مجھے اور وعدہ فرمایا ہے کہ اس کلمہ پر جنت ملے گی اور تو وعدہ خلاف نہیں ہے۔ پھر فرمایا خوش ہو جاؤ اللہ نے تم سب کو بخش دیا ہے۔

### حدیث نمبر: ۳۷

عن ابی بیریرہ: قال قال رسول اللہ ﷺ جددوا ایمانکم۔ قیل یا رسول اللہ و کیف نجدد ایماننا قال اکثروا من قول لا الہ الا اللہ۔ (رواه احمد و رجاله ثقات۔)  
ترجمہ: ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہا کرو۔  
عرض کیا گیا یا رسول اللہ اور کیسے ہم اپنے ایمان کو تازہ کریں۔  
فرمایا۔ کثرت سے لا الہ الا اللہ پڑھتے رہا کرو۔

### حدیث نمبر: ۳۸

وعن عبد اللہ بن عمر۔ قال۔ قال رسول اللہ ﷺ ليس على اهل، لا الله الا الله و حشة في قبورهم و لا مبشرهم و كانى النظر الى اصل لا الله الا الله وهم ينفضون التراب عن رؤوسهم ويقولون الحمد لله الذى اذنب عنا الحزن۔ ليس على اهل لا الله الا الله و حشة عند الموت ولا عند القبر۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: 9478)

ترجمہ: عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ لا الہ الا اللہ کہنے والوں پر نہ انکی قبروں میں گھبراہٹ ہے نہ ہی حشر کے میدان میں۔ میں گویا خود ملاحظہ کر رہا ہوں کہ لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو وہ اپنے سروں سے مٹی دور کر رہے ہیں اور یوں کہہ رہے ہیں تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے غم کو ہم سے ہمیشہ کے لیے دور کر دیا ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو نہ موت کے وقت وحشت ہو گی اور نبی قبر میں وحشت ہو گی۔

### حدیث نمبر: ۳۹:

و عن عبد الله قال، قال رسول الله ﷺ : "والذى نفسى بيده لو جيء بالسماءات والأرض وما فيهن وما تحتهن، فوضعن في كفة الميزان، ووضعت شهادة أن لا إله إلا الله في كفته الأخرى رجحت بهن" - (تاریخ دمشق: 71)

ترجمہ: حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری زندگی ہے اگر ترازو کے ایک پڑے میں آسمان، زمین اور جو کچھ ان میں ہے ان کے نیچے ہے رکھا جائے اور دوسرے پڑے میں کلمہ شہادت لا الہ الا اللہ رکھ دیا جائے تو کلمہ شریف سب سے وزنی نکلے گا۔

### حدیث نمبر: ۴۰:

عن ليث بن سعيد قال: قال عيسى ابن مريم عليه السلام : أمة محمد ﷺ أثقل الناس في الميزان، ذلت ألسنتهم بكلمة ثقلت على من كان قبلهم : لا إله إلا الله . (سبل الهدى و الرشاد: 10: 391)

ترجمہ: لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ محمد ﷺ کی امت کے اعمال میزان پر (حشر میں) اس لیے بھاری ہیں کہ ان کی زبانیں ایسے کلمہ سے مانوس ہیں جو پہلی امتوں پر بوجمل تھا وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔

### حدیث نمبر: ۴۱:

و عن أبي بكر الصديق رضي الله عنه عن رسول الله ﷺ قال عليكم بلا الله إلا الله والاستغفار فاكثروا منهما فان ابليس قال املكت الناس بالذنوب واهلكوني بلا الله إلا الله والاستغفار فلما رأيت ذلك املكتكم بالآهواء وهم يحسبون انهم يحسنون (مسند ابويعلي: 1: 123)

ترجمہ: سیدنا صدیق اکبرؓ نبی کریم ﷺ سے راویت کرتے ہیں۔ (فرمایا) کہ لا الہ الا اللہ اور استغفار کی کثرت کریں۔ اپنیس کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور لوگوں نے مجھے لا الہ الا اللہ اور استغفار پڑھنے سے ہلاک کیا۔ پس میں نے ان کا یہ عمل دیکھا تو میں نے ان کو نفسانی خواہشات سے ہلاک کیا اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔

#### حدیث نمبر: ۳۲:

و عن سليمان بن يسار عن رجل من الانصار ان النبي ﷺ قال قال نوح لابنه انى هو صليت يومية و قاصرها لکي لا تنساها..... اوسيك بلا الله الا الله فان السموات والارض وكانت حلقة قصمتهمما ولو كانتا في كفه وزينتهمما" (الترغيب و الترميib: 1543)

ترجمہ: سلیمان ابن یسار ایک انصاری صحابی سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ: نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا۔ میں تجھے وصیت کرتا ہوں اور تو جہ دلاتا ہوں کہ تو اسے بھول نہ جائے میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ کثرت سے پڑھا کرو۔ اور اگر زمین و آسمان حلقة بن جائیں تو یہ کلمہ انہیں توڑ کر نکل جائے گا۔ اور اگر میزان ایک پڑی میں رکھا جائے تو زمین و آسمان سے بھاری ہو گا۔

#### حدیث نمبر: ۳۳:

عن ام پانی بنت ابی طالب: قال رسول الله ﷺ و هلى الله مائة تهليلة قال ابو خلف احسبه قال ثملاء بين اسماء الاضر ولا يرفع لا حد عمل افضل مما يرفع لك الا ان يأتي (مسند احمد: 26911) "بمثل ما اتيت"

ترجمہ: اور ام ہانیؓ بتوابع طالب کی بیٹی اور علیؓ کی بہن تھی اور جن کے گھر سے آپ ﷺ کے اسراء معرج کا سفر شروع ہوا، فرماتی ہیں:

نبی علیہ السلام نے مجھے فرمایا۔ لا الہ الا اللہ ایک سو مرتبہ پڑھ ابو خلف فرماتے ہیں میر اخیال ہے کہ فرمایا کہ اس کا ثواب زمین و آسمان کو بھر دیتا ہے۔ فرمایا اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل اتنا درجہ نہیں رکھتا جب تک تیری طرح وہ عمل نہ کرے۔

#### حدیث نمبر: ۳۳:

و عن رسول اللہ ﷺ انه قال لکل شئی صقالة و صقالة القلب ذکر اللہ تعالیٰ۔

(سنن الترمذی: 2509)

ترجمہ: نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ ہر چیز کے لیے صاف ستر ارکھنے اور چپکانے کا سبب ہے اور دل کو چپکانے والا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

#### حدیث نمبر: ۳۴:

و عن معاذ بن جبل انه لما حضره الوفاة يقول اكشفوا عنى فاني سمعت رسول اللہ ﷺ لم يمنعني ان احدثكم به ان لا ان تتكلموا به سمعت النبي ﷺ يقول: من قال لا الہ الا اللہ

(تنبیہ الغافلین: 326) مخلصاً موقناً دخل الجنة۔

ترجمہ: حضرت عمر و ابن دینار حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں اور وہ اس شخص سے روایت کرتے ہیں جس نے خود معاذ بن جبلؓ سے سنایا کہ جب معاذ بن جبلؓ وفات کا وقت قریب ہوا تو معاذؓ نے فرمایا مجھ سے یہ حدیث لوگوں تک پہنچا دو۔ میں نے نبی علیہ السلام سے حدیث سنی مجھے کوئی شے مانع نہیں کہ میں اسے آپ سے بیان نہ کروں۔ مگر یہ کہ تم کوئی ایسی بات اس کے متعلق نہ کہو میں نے نبی علیہ السلام سے سنائے ہے آپ نے فرمایا۔ جس نے لا الہ الا اللہ اخلاص و یقین سے کہا وہ جنت میں جائے گا۔

#### حدیث نمبر: ۳۵:

وروى عن النبي ﷺ انه قال من لقن عند الموت لا الہ الا اللہ دخل الجنة

(تنبیہ الغافلین: 326)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ جس نے موت کے وقت لا الہ الا اللہ کو سنा اور سمجھ لیا جنت میں جائے گا۔

### حدیث نمبر: ۲۷

و روی عن النبی ﷺ انه قال من كان آخر كلامه من الدنيا لا له الا الله داخل الجنۃ۔

(تبیہ الغافلین: 324)

ترجمہ: اور نبی علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے جس شخص کی آخریات دنیا سے رحلت کرتے ہوئے لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں جائے گا۔

### حدیث نمبر: ۲۸

و عن ابی ذرؑ قال: فقلت يا رسول الله، يا رسول الله لا الله الا الله من الحسنات؟ قال هی

(تبیہ الغافلین: 327)

من احسن الحسنات"

ترجمہ: ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ، لا الہ الا اللہ، حسنات سے ہے۔

آپ نے فرمایا یہ تمام حسنات سے بہترین ہے۔

### حدیث نمبر: ۲۹

و عن ابی هریرةؓ قال قلت يا رسول الله من اسعد الناس شفاعتك يوم القيمة؟ قال رسول الله ﷺ لقد ظنت يا ابا هريرة ان لا يسئلني عن هذا الحديث احد اول منك لما رأيتك من حرصك على الحديث اسعد الناس بشفاعتي يوم القيمة من قال لا الله الا الله

(صحیح البخاری: 5670)

خالصاً من قلبه او نفسه"

ترجمہ: ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے زیادہ نفع کون حاصل کرے گا۔ آپ نے فرمایا میں نے یہی سوچا تھا کہ اے ابو ہریرہ تیرے بغیر اس

حدیث کی تحقیق کوئی دوسرا نہیں کرے گا کیونکہ توحید کے حاصل کرنے میں بہت ہی حریص ہے۔ یعنی اس سرفرازی کا مستحق وہی ہو گا جس نے قلب و روح سے کلمہ توحید کا کثرت سے ورد کیا ہو۔

### حدیث نمبر: ۵۰

و عن أبي هريرة قال - "قال رسول الله ﷺ أنا مع عبدي اذا ذكرني تحركت بي شفاته"  
(صحیح البخاری: 7405)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جب مجھے یاد کرتا ہے اور میری یاد میں اپنے ہوٹوں کو حرکت دیتا ہے۔

### حدیث نمبر: ۵۱

و عن أبي هريرة قال- قال رسول الله ﷺ يقول الله تعالى- أنا عند ظن عبدي بي وانا معه اذا ذكرني فان ذكرته في نفسي و ان ذكرني في ملاء ذكرته في ملاء خير منهم-  
(صحیح البخاری: 7405)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اپنے بندہ کے گمان کے موافق ہوں۔ اور میں اس کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے پس اگر وہ اپنے دل میں یاد کرے تو میں بھی اس کو اپنی ذات میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے بھری محفل میں یاد کرے تو میں اس کو اس سے بھی بہتر محفل میں یاد کرتا ہوں۔

### حدیث نمبر: ۵۲

و عن أبي الدرداء قال - قال رسول الله ﷺ الا انبثكم بخير اعمالكم و از کا ما عند مليکكم و ارفعها في درجاتکم و خير لكم من انفاق الذهب والورق و خير لكم من ان تلقوا عدولكم فتضربوا اعناقهم و يضربوا اعناقکم قالوا بلى قال ذكر الله -

(سنن ابن ماجه: 3790)

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا میں تمہارے اعمال سے بہتر عمل نہ بتاؤں جو تمہارے بادشاہ کے نزدیک بہت پاکیزہ ہو اور تمہارے درجات بلند کرنے والا ہوا اور تمہارے لیے سفر، چاندی کے خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر ہوا اور تمہارے لیے اس سے بھی بہت بہتر ہو کہ تم دشمن کے مقابلے میں آکر انہیں قتل کر دو اور وہ تمہیں قتل کریں؟ سب نے عرض کی۔ بتائیں یا رسول اللہ ﷺ تو سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا۔ وہ اللہ کریم کا ذکر کرنا ہے۔

### امت کے جید و ممتاز اکابرین صوفیاء و علماء کے نورانی اقوال

حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ طریق حق میں ذکر قوی رکن ہے کوئی انسان رب تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کو دوام ذکر حاصل نہ ہو۔ عید کو ذکر لسان ذکر قلب تک پہنچاتا ہے۔ جب بندہ زبان و دل کا ذاکر ہو جائے تو مقام سلوک میں اس کو کمال حاصل ہوتا ہے اسی تقرب کی بناء پر ذاکر سے عند الموت قبض روح کے لیے اجازت لی جاتی ہے۔

حضرت ابو علی دقائق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر ولایت کا منثور ہے جس کو ذکر سے موافقت حاصل ہو جائے اسے اسی منثور سے مسرور کیا جاتا ہے۔

اور جس کے دل و زبان سے ذکر سلب کر لیا جائے وہ قرب و قبولیت کی منزل سے دور اور معزول کر دیا جاتا ہے۔ اہل سلوک کے لیے ذکر قلب قاطع تواریخ ہے۔ اسی سے باطنی دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اور جب آفات و بلیلات کا ہجوم عابد پر اپنا سایہ ڈالتا ہے تو ذاکر اسی ذکر اللہ کی قوت سے کلی نجات حاصل کرتا ہے۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

کہ ہر ایک کے لیے کوئی نہ کوئی عقوبت ضرور ہے مگر اہل حق و عرفان کے لیے انقطاع ذکر سے بڑھ کر کوئی عقوبت و سزا نہیں ہے۔ اس انقطاعی خوف کے باعث ذاکرین پر کبھی غفلت حملہ آور نہیں ہوتی۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیطان کو دیکھا تو اس سے سوال کیا کہ کیا تمہیں  
قدرت حاصل ہے کہ اب ذکر کی محفل میں داخل ہو سکو یا اس کے قریب سے گزر سکو۔

التقریظ والتعليق على الكتب مفتاح الکنز

١- الحمد له و بمفرد لعباده كفى والصلوة والسلام على محمد بن عبد الله النبي  
المصطفى سيد الرسل و خاتم الانبياء و على اهل بيته ابل الدرع والتقوى و على اصحابه  
نجوم الهدى -

هو خلص كل العبادات و وسيلة وحيدة لرضى الله تعالى و دخول الجنة دار البقاء و  
اقراء و به اطمینان قلوب الانسان كما قال الله جل و علا ﴿الَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُ  
الْقُلُوبُ﴾ (القرآن)

لقد قرات الكتب الى الفه اخوها محمد انيس صديقى- الخليفة الصادق اتوفى للشيخ  
المرحوم العلامه علاؤ الدين الصديقى تغمده الله برحمتها و يتضمن اماليات الشيخ  
المرحوم و تعليقاته المكتوبة بيده، انه كسيب يجلی زوايا تتعلق بذكر الله سبحانه و تعالى  
کاشفا مایلی من النکات-.

-----معنى الذكر في ضوء الآيات الكريمة

-----فوائد الذكر في يم نظرا التصوف و آراء المغرين والمتصوفين-

-----أهمية الذكر في ضوء القرآن الكريم والاحاديث الشريعة-

-----و فضيلة دوام الذكر في القلب على الله-.

هذا--- ترتيبا منطقيا و فيه تسلسل مفهوم والسجام بعيد عن كل بس و ابهام و بموهن  
بآيات الكريمه والاحاديث الصحيحة و اقوال المفسرين و كبار المتصوفين، و ان اخانا  
محمد انيس صديقى قد بزل جهودا متسابقه في تاليف و تسويده و اخذ اقوال الشيخ  
المرحوم مشافهة و كذلك اخذ من الشيخ تعليقات المكتوبة بيده، ومذا عمل عملاق و  
جهد ممتاز و سعى مشكور، الا بد ان يحمد و يشكر عليه-.

نتمنی لہ کل الخیر السعادة فی الدارین و ان يجعل اللہ سبحانہ و تعالیٰ سعیہ مشکوراً و مبروراً و نتمنی ان یکون هذا الکتب مقبولاً الذی القارئین و ان مستفیدوا منه استناده كاملة و ان ینشرلهم سبل الرشد الرشاد۔ آمين۔

ترجمہ: تمام تعریفوں کے لاائق اللہ پاک وحدہ جو اپنے بندوں کے لیے کافی ہے اور ہدیہ درود و سلام خاتم الانبیاء سید المرسلین حضرت محمد ﷺ پر، آپ کی اہل بیت اصحاب و تقویٰ پر اور ہدایت کے روشن ستاروں آپ کے اصحاب پر۔  
ان ذکر اللہ سبحانہ و تعالیٰ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ذکر اللہ، جملہ عبادات کا خلاصہ، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کا واحد ذریعہ اور ہمیشہ کے لیے قیام کی بہترین جگہ جنت میں داخلے کا سبب ہے اور انسانوں کے دلوں کا سکون واطمینان اسی ذکر الہی سے ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

حضرت علامہ شیخ پیر علاء الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (اللہ انہیں ابینی رحمتوں کے حصار میں رکھے) کے باوفا خلیفہ صادق اور ہمارے بھائی محمد انہیں صدیقی کا تالیف کردہ کتابچہ میں نے پڑھا ہے۔ جس میں پیر صاحبؒ کی لکھوائی ہوئی باتیں اور دست مبارک سے لکھے ہوئے حوالی شامل ہیں۔ یہ کتابچہ ذکر الہی کے مختلف گوشوں کو واضح کرتا ہے اور مندرجہ ذیل نکات کی خوب وضاحت ہے۔

قرآن کریم کی آیات طیبات کی روشنی میں ذکر کا معنی و مفہوم۔  
تصوف کے حوالے سے صوفیاء عظام اور مفسرین کرام کی آراء کی روشنی میں ذکر کے فوائد۔

قرآن عظیم اور احادیث پاک کے حوالے سے ذکر الہی کی اہمیت و مقام۔  
دل میں اور زبان سے داکی ذکر اللہ کی فضیلت۔

یہ کتابچہ نہایت عمدہ ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس کے مفہوم میں نظم و تسلسل ہے اور یہ ہر طرح کے ابہام اور التباس سے بھی دور ہے اور آیات قرآنیہ، احادیث صحیح، کبار صوفیاء اور مفسرین کے اقوال

سے بھی مزین ہے۔ یقیناً ہمارے دوست محمد انیس صدیقی نے اس کی تالیف و ترتیب اور تیاری میں محنت شاقہ سے کام لیا ہے۔ شخ طریقت علیہ الرحمۃ سے بالمشافہ ان کے اقوال لئے اور ان کے دستِ مبارک سے حواشی و نوٹس حاصل کیے۔ یہ عظیم کارنامہ اور شاندار کام ہر اعتبار سے اہمیت کا حامل اور لا اُن ق تعریف ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دارین کی سعادتوں سے نوازے۔ ان کی کاؤشوں کو قبول فرمائے اجر عظیم عطا فرمائے اور یہ مختلف کتاب قارئین کے ہاں بھی مقبول ہو وہ اس سے مکمل استفادہ کریں اور یہ کتاب ان کے لیے ہدایت و رہنمائی کی راہیں روشن رکھے۔ آمین۔

**تقریظ و تعلیق از**  
**ڈاکٹر ضیاء الحق یوسفزئی**  
**سابق واکس چانسلر محبی الدین اسلامی یونیورسٹی**  
**اقوالِ زریں حضرت پیر علاء الدین صدیقی صاحب الرحمۃ**

اہل بیت کی محبت ہماری جان ہے

صحابہ کرام کی محبت ہماری شان ہے

نبی ﷺ کی محبت ہمارا ایمان ہے

ہم نہ جان چھوڑ سکتے ہیں نہ شان چھوڑ سکتے ہیں

اور نہ ایمان چھوڑ سکتے ہیں یہ ہے

سنی کا عقیدہ اس کو یاد کرلو

09-12-25 بمقام چک بیلی خان

09-12-26 پنڈی

نیکی جتنی زیادہ ہو پھر بھی کم ہے نیکی کو کبھی بھی بہت نہ سمجھو۔ (۲۶ دسمبر ۲۰۰۹ء، راولپنڈی)

براہی جتنی چھوٹی ہواں کو چھوٹی نہ سمجھو، اس سے پچھو

جو انی کی عبادت جہاد بھی ہے اور بندگی بھی۔

(مرید کے ۱۶ دسمبر ۲۰۰۹ء)

سجدہ وہ جو محبت سے کیا جائے مجبور کا سجدہ اور ہے مسرور کا سجدہ اور ہے۔

محبوب سمجھ کر سجدہ اور ہے معبد سمجھ کر سجدہ اور ہے جو لوگ صرف معبد سمجھ کر سجدہ کرتے ہیں ان

کے پھسلنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہی اور جو لوگ محبوب سمجھ کر سجدہ کرتے ہیں وہ گمراہ نہیں ہوتے۔

- ☆
- محبت در محظوظ کی راہنمائی کرتی ہے  
محبت طالب صادق کو بھکلنے نہیں دیتی  
سب سے بہتر ساتھی کتاب ہے اور عمدہ محفوظ تحصیل علم اور جمیل عمل پر خلوص سجدہ ریزی  
ہے۔
- ☆
- حسن خلق جمال حیات اور عجز و صدق ذریعہ نجات ہیں۔
- ☆
- زندگی کا ہر لمحہ بہت قیمتی ہے یہی وہ اٹا شدہ ہے جو لٹ جانے کے بعد کسی مارکیٹ سے دوبارہ نہیں  
مل سکتا۔
- ☆
- شجر ثمر بار ہونے تک سخت حفاظت کا محتاج ہوتا ہے ازاں بعد صبر و شکر اور آہنی استقامت  
اس کی ساری حیات کے ضامن ہوتے ہیں۔
- ☆
- جب تک یہ نظر کسی کی نذر نہ کی جائے اس میں نظر پیدا نہیں ہوتی۔
- ☆
- حکمت اس عمل کو کہتے ہیں جو بندے کو فقصان سے بچائے۔
- ☆
- درویش کے پاس تین تلواریں ہوتی ہیں۔ ذکر۔ صبر اور شکر۔
- ☆
- کثرت نیند درویش کے لیے موت ہے۔
- ☆
- نعرہ تحقیق سنیوں کا نعرہ ہے اس کے بعد نعرہ حیدری لگایا جا سکتا ہے نعرہ تحقیق میں چاروں  
صحابہ کرام شامل ہو جاتے ہیں نعرہ حیدری کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگر لگایا جائے تو اس کی  
تشريح یہ ہے کہ  
نعرہ تحقیق اظہار حقیقت ہے  
نعرہ حیدری اظہار محبت ہے

راولپنڈی ماہنہ محفوظ ذکر میں بیان ۲۰۰۹ء

- ☆ نوجوانوں کی سوچ ان تین نقطوں پر مرکوز رہنی چاہیے۔ تحفظِ ملک، ملت اور مذہب  
 (سیاحوں کے وفد سے گفتگو، جون ۲۰۱۳ء)
- ☆ خشک عبادت، خشک زندگی کا میں قائل نہیں ہمیشہ اسی ایک وحدہ لا شریک سے گرفتار رہنا  
 زندگی کا درجہ اتم ہے۔
- ☆ دین کیا ہے؟ دین، محبت، حسن خلق، اور خدمت خلق کا نام ہے۔  
 طریقت، حالِ مصطفیٰ کی ایک جھلک ہے اور کامل طریقت فنا فی الرسول کا نام ہے۔
- ☆ ہر دہ فعل جس میں رضاۓ خداوندی کا فرمادہ ہو وہ اپنی تکمیل میں کافی آسانیاں پہنچ رکھتا ہے  
 مگر اس کے لیے توکل و خلوص شرط ہے۔
- ☆ انکار باطلہ کو دل سے صاف کرنے کے بعد ہی لطفِ حیات معنویہ حاصل ہوتا ہے یہ کام کوئی  
 صوفی ہی کر سکتا ہے۔
- ☆ میں اس کی مر رضی پر راضی رہنے کو تکمیل ایمان کی شرط سمجھتا ہوں۔
- ☆ مخصوصین کی تسلیم و شاد کامی اور رجوع الی اللہ کی تکمیل تحریر سے نہیں بلکہ ایمانی و روحانی قوت  
 سے ہوتی ہے۔
- ☆ زندگی کی تکمیل عشق سے ہوتی ہے جسے یہ دولت لازوال میسر ہو جائے وہ رموز حیات سے  
 آگاہ ہو جاتا ہے۔
- ☆ کوتایہ دست کا عارضہ لا حق ہو جائے تو فکر کی زنجیر سے کام لینا چاہیے۔
- ☆ دنیاۓ دوں کا چکر مومن کو منزل حق سے دور لے جاتا ہے۔
- ☆ قول عمل میں تخلیل ہو سکتا ہے عمل قول میں تخلیل نہیں ہو سکتا۔
- ☆ لوگ صرف عمل پر زور دیتے ہیں صوفی عقائد اور محبت پر زور دیتا ہے۔

- ☆
- حقانیتِ اسلام کی بنیاد تکالیف سے ہوتی ہے۔  
بندہ اپنے مالک کی مرضی و منشا کے مطابق زندگی کے سانس گزارنے میں کامیاب ہو تو جینے کا  
مزہ دور نہ عبث گرفت ہے۔
- ☆
- نیست حسن بے بقاء شائستہ دلسبنگی  
باچراغ بر قیک پروانہ ہمراہی نہ کرو  
ترجمہ: جس حُسن میں دوام نہیں وہ دل لگانے کے قبل نہیں ہوتا۔  
بھل کی چک جو ایک لمح کے لیے ہوتی ہے اس کے ساتھ کبھی ایک پروانے نے بھی ہمراہی  
اختیار نہیں کی۔ (ص ۳۱۲)
- ☆
- جب خداوند کریم کرم فرماتا ہے تو اس وقت اپنے مقبولین کی غلامی، ہمنشینی اور ہمراہی عطا فرما  
کر قرب کی راہیں بتایا کرتا ہے۔
- ☆
- عرس کی غیر حاضری مرید باعقیدت کے لیے غیر مفید ہوتی ہے۔  
چوں رسی بسوئے دلبر بسپار جان مضطر  
مبادہ بار د گرنہ رسی بدیں تمنا
- ☆
- ترجمہ: جب اپنے شخ کے در پر حاضری نصیب ہو تو اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دو۔  
ہو سکتا ہے دوسری بار اس ذوق کے ساتھ حاضری نصیب نہ ہو۔
- ☆
- ہر فرد کو اپنی مرضی کے مطابق محظوظ انتخاب کا حق حاصل ہے۔ خدا کرے راہنمابا و فاویے  
ریا ہو۔
- ☆
- قلب و روح کی تقویت کے لیے جو مخالف منعقد ہوتی ہیں ان میں شرکت بلند بختی و سعادت  
مندی ہے۔

حسینیت کا دعویٰ کرنے پر ذرا غور کریں



امام حسین علیہ السلام نے سرکٹوا کر بھی سجدہ نہیں چھوڑا اور تمہارا سرکٹ دیا جائے تو سجدہ کے قریب نہیں جاتے کیا یہی تمہارا دعویٰ مجبت ہے؟ (۱۵ نومبر ۱۹۱۳ء)

روحانیت قرب و حضور اور اس کے نتیجے میں ملنے والی کیفیات کا نام ہے۔



قرب کے لیے وسیلہ چاہیے اور وہ ہے دوامِ ذکر۔



یہی دولت بندے کو قرب و مشاہدہ کی منزل پر فائز کرتی ہے۔



صوفی کی آہ و صوفی کی نگاہِ حقیقتی اثاثہ جات ہیں۔



پیر وہی ہوتا ہے جو اپنے مریدین کو اللہ کا ذکر سکھائے۔



دنیا کی مال امیری نہیں ہے امیر ہونا اس دولت کا نام ہے جو بندہ کو اللہ کے سامنے سرخ رو و باعزت کرے اور وہ صرف اور صرف نیکی ہے۔ جس انسان کے نامہ اعمال میں نیکیاں زیادہ ہوں وہ حقیقی امیر آدمی ہے۔



وہ گناہ جس کے بعد بندے کو ندامت کا احساس ہو جائے وہ اس نیکی سے بہتر ہے جو بندے کے اندر تکبیر پیدا کر دے اس لئے کہ ندامت اور اس کے بعد توبہ و استقامت بندے کو رب کے قریب کرتی ہے اور تکبیر رب سے دور لے جاتا ہے۔



ہر داڑھی میں دین نہیں البتہ ہر دین میں داڑھی ضرور ہے۔



ہر نمازی مومن نہیں ہوتا البتہ ہر مومن نمازی ضرور ہوتا ہے۔



پیر بننا مشکل نہیں درویش بننا مشکل ہے یونہی پیری مقصود بالذات نہیں درویشی مقصود بالذات ہے۔



ظاہری تقویٰ معتبر نہیں باطنی تقویٰ مقبول و معتبر ہے۔



☆ ☆ ☆

اللہ تعالیٰ پہلے محبوب ہے پھر معبدوں ہے۔  
 کرسی اور قلم کا حقدار وہ شخص ہوتا ہے جس کو عوامی دکھ بانٹ کر سکون ملے۔ باقی سب  
 قیامت کا بوجھ ہے۔

(سردار سکندر حیات صاحب کو لکھنے ایک خط کا اقتباس)

☆ ☆

درویش کا مزاج دریا کی طرح ہونا چاہیے کوئی پتھر پھینکنے یا پانی پیے دریا کسی پر خناہیں ہوتا۔  
 میر پور۔ ٹیلیفونک گفتگو ۳۰۰۴ء

☆ ☆

بخت تقسیم ہو چکے ہیں جو تکی اپنی جگہ۔ پگڑی کی اپنی جگہ۔ جو تا اپر جانا چاہے تو نہیں جا سکتا  
 پگڑی نیچے آنا چاہے تو نہیں آ سکتی۔

☆ ☆

دانشمندی اور ڈور انڈیشی اور علمیت اکٹھے ہو جائیں تو حالات کا مقابلہ کرنے میں دقت نہیں  
 ہوتی۔

☆ ☆

علم بجز عمل اور عمل بغیر علم اور علم و عمل دونوں بدلوں اخلاص ضیاء وقت، دماغ سوزی و کلام  
 پردازی کے سوا کچھ نہیں۔

☆ ☆

اخلاص کی بنیاد پر علم و عمل کی یک رنگی سے تفقہ فی الدین کا مرتبہ ملتا ہے جو انہتا پر مومن کی  
 فراست بن جاتا ہے۔

(ٹیلیفونک گفتگو۔ ۱-۱۲-۱۵)

حدیث مبارکہ کہ اس بات پر دلیل کامل ہے کہ انسان جیسی عادت دنیا میں اپنانے اس کی موت اس حال  
 میں آتی ہے اور قبر سے اٹھتے وقت بھی اسی عادت کا اعادہ کرے گا۔ جیسے قبر سے مومن کلمہ پڑھتا ہو باہر  
 آیا یہ اس کی عادت کا اعادہ تھا۔ اس لیے چاہیے کہ مومن زندگی کے ہر حال میں ذکر کو معنوی حیات کا  
 ذریعہ بنائے۔

## حدیث نمبر ۲۹

عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم فقط قال من قال لا اله الا الله خرج من فيه طیرا اخضر  
له جنهان ابیضان مکلان بالدژولیا قوت مخرج الاسماء فیسمع له ودى تحت العرش  
کدوی النحل فيقال له اسکن فیقول لا حتی تفکر مصاحی فیغفر لقائلها ثم يجعل  
بعد مالذایک الطائر سیعون لسانا یستغفر لصاحبہ الی يوم القيامه فإذا كان يوم  
القيامه جاء ذالک الطیر فائضد بعید صاحبہ حتی يكون قائده ولیله الی الجنة۔

(نبیہ الغافلین: 325)

ترجمہ:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے لا اله الا اللہ کہا اس کے منہ سے سبز پرنہ لکھتا ہے جس کے دو سفید پر  
ہیں جو موتیوں اور یاقوت سے مرچ ہیں وہ آسمان کی جانب پرواز کرتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے  
اس کی آواز سنی جاتی ہے جیسے شہر کی کمھی گنگناتی ہے اس پرندے سے خاموش ہونے کا کہا جائے گا وہ  
جواب میں عرض کرے گا میں اس وقت تک خاموش نہیں ہوں گا جب تک میرا پڑھنے والا نہ بخشنا  
جائے۔ اس کے بعد کلمہ پڑھنے والے کو بخش دیا جائے گا اور اس کے بعد اس پرندے کو ستر زبانیں عطا  
ہوں گی وہ اس کے بعد اپنے پڑھنے والے کے لیے قیامت تک بخشش مانگتا رہے گا اور جب قیامت آجائے  
گی تو وہی پرنہ اپنے پڑھنے والے کا ہاتھ کپڑا کر اسے جنت میں لے جانے کے لیے قائد و دلیل بن جائے  
گا۔

۲۹۔ اس حدیث مبارکہ سے صراحتاً عیاں ہوا کہ ذاکرین اللہ کریم کے پسندیدہ لوگ ہیں جنہیں دنیا و عقبی  
میں سرفرازو سرخ رورکھنے کے لیے یہ محبوب اسباب ایلیت عطا فرماتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کریم  
کو اپنے اسم پاک اور اپنے ذکر سے بہت پیار ہے جس کے دل و زبان میں اپنانام دیکھنا اور سنتا ہے اس کی  
سرفرازو پوشکار بکریم خود اہتمام فرمادیتا ہے۔

ترجمہ: عبد اللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم جمعین فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا پھر اس کے سامنے ترازو کے ایک پتے میں ننانوے دفتر اس کے گناہوں کے رکھ دیے جائیں گے جن میں ہر وقت حد نظر تک لمبا ہو گا پھر ایک کاغذ پیش کیا جائے گا جو ایک پودے جتنا ہو گا جس پر کلمہ ۶ شہادت لکھا ہو گا اسے باعین پڑھئے میں رکھا جائے گا تو یہ پڑھا اس شخص کی خطاؤں پر غالب آجائے گا۔

#### حدیث نمبر: ۲۶

وعن عمر مولی المطلب عن المطلب بن حنطب رضی اللہ عنہم افضل ما قلت انا والنبيون  
من قبلی لا اله الا الله۔ (تبیه الغافلین: 322)

ترجمہ: عمرو مولی المطلب یا مطلب ابن حنطب سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا بہترین کلمہ وہی ہے جو میں نے کہا اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کہا وہ کلمہ ہے: "لا اله الا الله"

#### حدیث نمبر: ۲۷

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفضائل له یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل للجنة ثمن؟ قال نعم: لا اله الا الله، .تبیه الغافلین، (323)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ کسی نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا جنت کی قیمت ہے؟ فرمایا ہاں۔ لا اله الا الله

#### حدیث نمبر: ۲۸

وعن انس ابن مالک رضی اللہ عنہ قال، قال النبی ﷺ (حدیث طویلہ) یا جبرائل وما الجواز يوم القيمة؟ قال أبشر يا محمد فان امتك يوم القيمة على الجواز - الا من شهد انه لا اله الا الله فقد جاز من جسر جهنم. فقال النبی ﷺ الحمد لله الذي اهم امتي شهادة ان لا اله الا الله (تبیه الغافلین، 322)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا (نبی حدیث) اے جبریل قیامت کا دن خیریت سے گزرنے کا اجازت نامہ کیا چیز ہے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی امت کو اجازت نامہ حاصل ہے۔ سنئے! جس نے گواہی دی کہ اللہ کے بغیر کوئی معبد نہیں تو وہ یقیناً پل صراط سے سلا متی کے ساتھ گزر جائے گا۔

۳۲۔ اللہ کریم نے جنت میں داخل ہونے کے لیے اپنے ذکر پاک کو وسیلہ بنایا ہے۔ یہ اس خوش نصیب کا حصہ ہے جس نے دنیا میں صدق دل سے کلمہ پڑھ کر نبی اکرم علیہ السلام کی اطاعت و محبت میں کمال حاصل کر لیا ہو۔ یہی محبت و اطاعت ایمان کی علامت ہے۔ ایمان مومنین کی پیچان ہے۔ مومن بننے کے لیے حبِ رسول علیہ السلام کو وسیلہ مقرر فرمایا ہے۔ بے حبِ نبی کلمہ مفید نہ ہو گا۔ ورنہ ہر کلمہ گودا خل جنت ہو جائے۔

۳۳۔ کلمہ طیبہ سب اذکار سے افضل ہے کیونکہ یہ توحید شہودی کا سبب ہے۔ تمام بے کار و بے سود لوازمات غفلت سے نجات دہندا ذکر لا الہ الا اللہ ہے جو ذریعہ یا وسیلہ قرب و حضور کا ضامن ہو وہ ایمان اور حب نماز کے بعد سب سے افضل ہے۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبراہیل علیہ السلام نبی پاک علیہ السلام کی خدمت میں آئے۔ عرض کی اے حمد للہ رب سچا سلام دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا بات ہے کہ میں آپ کو غمگین دیکھتا ہوں حالانکہ وہ اس حالت سے خوف و اتفہ ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: اے جبراہیل میری فکر میری امت کے معاملہ میں بہت زیادہ ہے کہ قیامت میں ان کا کیا ہو گا؟ جبراہیل علیہ السلام نے عرض کی۔ آپ کی فکر کافروں کے متعلق ہے یا اہل اسلام کے متعلق؟ فرمایا لا الہ الا اللہ کہنے والوں کے متعلق۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد جبراہیل علیہ السلام نے نبی علیہ السلام کا ہاتھ مبارک تھام لیا اور نبی سلمہ کے قبرستان میں پہنچ اور اپنادیاں پر ایک میت کی قبر پر مارا اور کہا اللہ کے حکم سے اٹھ۔

اس قبر سے ایک سفید چہرے والا شخص باہر آیا اور وہ کہہ رہا تھا، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ الحمد لله رب العالمین، جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا تم واپس ہجاؤ یہ سنتے ہی وہ قبر میں واپس ہو گیا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے بایاں پر ایک قبر پر مارا اور فرمایا اللہ کے حکم سے اُٹھ۔ پس قبر سے سیاہ چہرے والا نبی آنکھیں لیے ہوئے باہر آیا اور کہنے لگا ہائے افسوس ہائے ندامت ہے ہائے خرابی ہے پس جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی اسی طرح لوگ قیامت کے دن تک اٹھائے جائیں گے جس پر انہوں نے وفات پائی ہے۔

(نبیہ الغافلین: 323)

### حدیث نمبر ۳

وان ابی هریرہ رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ من اسبق الياس الى شفاعتك؟

قال: من قال لا الله الا الله خالصاً۔ (نبیہ الغافلین: 323)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت کے حقدار کون لوگ ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جنہوں نے دل کے خلوص سے کہا: لا

الله الا اللہ۔

- ❖ اس کتاب میں جلیل القدر علمی شخصیات کے دو مقالہ جات کو جو تصوف کی ضرورت و اہمیت پر مدل بیانات جو قرآن و حدیث اور اسلاف کی آراء پر مبنی ہیں بطور خاص شامل کیا گیا ہے۔
- ❖ ذکر کی اقسام اور جواز پر قرآن و حدیث کی روشنی میں مکمل تحقیق و توثیق
- ❖ اعمال کی ترغیب اور عقائد کی تطہیر کی آسان و مدل تعلیمات کا مجموعہ